دیوان جوشش عظیم آبادی

دیوانِ جوشش

حضرت جوشش عظیم آبادی کا نایاب کلام

شایع کردہ

انجمن ترقی اردو دہلی

قیمت فی جلد

غزلیات

۱
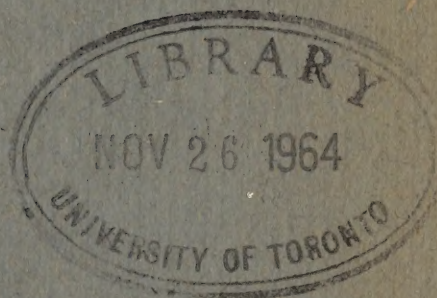
جو دل کہ جلوہ گاہ ہوا اُس کے نور کا
مشتاق وہ نہیں ہے تجلّیِ طور کا

آئینۂ خیال میں ہے یار جلوہ گر
طالب پری کا ہوں نہ طلب گار حور کا

زنہار عکسِ غیر نہ ہو اس میں جلوہ گر
یہ دل تو آئینہ ہے کسی کے حضور کا

اہلِ شعور اُس کو سمجھتے ہیں بے شعور
جس کے تئیں گھمنڈ ہو اپنے شعور کا

آ بھی کہیں شتاب تغافل کہاں تلک
احوال ہے تنگ دلِ ناصبور کا

نے موسمِ خزاں ہے نہ گلشن میں باغباں
اے عندلیب کیا ہے سبب تیری شور کا

تو ڈھونڈتا ہے جس کو وہ شہ رگ سے ہے قریب
جوشش خیال دل میں نہ رکھ دور دور کا

۲

ہیں منتظرِ دید ترے در سے نہ سر کا
ہے چشم کا حلقہ مری حلقہ ترے در کا

تو لے تو چلا نامہ مرے سوزِ جگر سے
اللہ نگہباں ہے کبوتر ترے پر کا

آ دیدۂ لعل اور بناگوش کو دیکھو
ہے مہر کے پنجے میں گریبان سحر کا

غربت میں ہوئے جائے گہر افسرِ شاہاں
آرام وطن سے نہیں کم رنج سفر کا

عالم کا ہوا راہ نما شیخ و لیکن
جوں سنگِ نشاں ہے نہ اِدھر کا نہ اُدھر کا

یہ دونوں ہی ہوں گے ہدف ناوکِ غمزہ
جو دل کا ارادہ ہے وہی عزم جگر کا

دے تاب تری زلف مری رشتۂ جاں کو — بے تاب کرے دل کو مرے تاب کمر کا
حسرت میں قدم بوس کی چشمِ نگراں ہے — ہر نقش قدم یار ترے راہ گزر کا
ہستی کی بنا ہی تو بہا دیجیے جوشش — اب کے یہ ارادہ ہے مرے دیدۂ تر کا

دیکھے تیشہ جو کبھی تیری جفاکاری کا ۳/۶ کوہ کن ہو تو نہ دم مارے وفاداری کا
چشم پُر آب ہے لب خشک دماغ آشفتہ — اور عالم ہے غرض دل کی گرفتاری کا
جاں فدا کر کے بھی شرمندہ ہوں لب سے تیری — حق ادا ہو نہ سکا مجھ سے نمک خواری کا
دل سلامت رہے اور دردِ غمِ عشق بتاں — کون مشتاق ہے ناصح تری غم خواری کا
مسکراتا ہے مجھے دیکھ کے غیروں کے حضور — یاد ہے اس کو عجب طور دل آزاری کا
اس نے جب مول لیا دل کو مرا اے جوشش — شور عالم میں پڑا اس کی خریداری کا

کچھ اور ہی عالم ہے ترے تفتہ جگر کا ۴/۵ کوئی سامنے آ سکتی ہے منہ دیکھو سقر کا
جی سیر میں گلزار کی تن کنج قفس میں — یہ صید گرفتار ادھر کا نہ ادھر کا
کافی ہے یہ رونا ہی مرا ہجر میں اس کے — اے آہ میں محتاج نہیں تیرے اثر کا
ہیں دیر و حرم میں تو بھرے شیخ و برہمن — جز خانۂ دل کیجیے پھر قصد کدھر کا
سرگشتہ جو پھرتا ہی پڑا دشت میں جوشش — تھا گرد بگولا ہے کسی خاک بسر کا

گر کوئی کاٹ لے سر بھی ترے دیوانے کا ۵/۷ پر یہ سودائے محبت ہے نہیں جانے کا
مست رکھیو یاد میں اس چشم کی تا روزِ جزا — منہ نہ دکھلائے مجھے یا رب کسی میخانے کا
میرے دل کو بھی نہ ہووے ہوسِ بوسہ اگر — آشنا لب سے ترے لب نہ ہو پیمانے کا

حسن اور عشق کا مذکور نہ ہوئے جب تک — مجھ کو بھاتا نہیں سُننا کسی افسانے کا
کیوں نہ مضطر ہوں اسے دیکھ کے دیکھو تو سہی — شمع کے سامنے کیا حال ہے پروانے کا
ہاتھ اُٹھاتا نہیں اے یار جو سلجھانے سے — دل تری زلف سے الجھا ہے مگر شانے کا
گو کہ مر جائے ترے عشق میں جوشش لیکن — شکوۂ جور و جفا منہ پہ نہیں لانے کا

نہیں معتقد جو ترے دید کا ہے — میں دیوانہ ہوں اُس کی فہمید کا
تعلق کسی سے نہیں غیر حق — یہ عالم ہوا اپنی تجرید کا
خیالِ دو عالم ہوا دل سے دور — یہاں ذکر کیا جامِ جمشید کا
ہم آغوش وہ مجھ سے ہو یا نہ ہو — دوانا ہوں میں دید وا دید کا
یہاں نامرادی ہے عینِ مراد — نہ ہو بارور نخل امید کا
یہ کوچے میں لیلےٰ کے مجنوں نہ ہو — ارم میں ہے گویا شجر بید کا
ترا شعر جوشش تجھے ہے پسند — تو محتاج ہے کس کی تائید کا

دیکھ کر حسن گل عذاروں کا — خانہ ویراں ہوا ہزاروں کا
آب خجلت سے ہو گیا سیماب — دیکھ منہ بتر بے قراروں کا
شعلۂ طور ایک شعلہ تھا — اس محبت ہی کے شراروں کا
تیغ ابرو سے کر اشارۂ قتل — ہوں میں کشتہ ترے اشاروں کا
دیکھیں گر اُس کی چشم پرفن کو — ہوش اڑ جائے ہوشیاروں کا
اُس کی آنکھوں کو دیکھیں اے جوشش — منہ تو دیکھو شراب خواروں کا

اُس کو فرزانہ کہیں جو ہو دِوانا عشق کا ۸/۴ ہے خدائی سے نرالا کارخانہ عشق کا

جی رہے یا جائے اے ناصح جو ہونا ہو سو ہو — یہ سرِ شوریدہ ہے اور آستانہ عشق کا

پہلے دعویٰ عشق کا تھا پیش کش پھر سر دیا — کوہ کن نے آخر آخر لوہا مانا عشق کا

کس طرح جلتا بھلا خار و خسِ حرص و ہوا — گر ہمارا دل نہ ہوتا آشیانہ عشق کا

میرے دل کو اور جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا — مجھ ہی پر موقوف تھا تیغ آزمانا عشق کا

دیکھیے راہِ طلب میں اس کی تب خوش فعلیاں — کھائے جب شبدیزِ ہمت تازیانہ عشق کا

دیکھ لے اپنے گریباں میں کبھی ٹک سر ڈال کر ـــ مجھ سے کیا پوچھے ہے اے جوشش جھکانا عشق کا

پہلو میں مرے دل ہے طلب گار کسی کا ۹/۴ وارستہ ہے عالم سے گرفتار کسی کا

ہر چند پٹکتے رہو سر دیر و حرم میں — اے شیخ و برہمن نہ ہو وہ یار کسی کا

جز درد و غم اس دہر میں صد شکر نہیں ہیں — مطلوب کسی کو نہ طلب گار کسی کا

ہرگز نہ ہوا عشق کے بازار میں جوشش ـــ غیر از غم و اندوہ خریدار کسی کا

دل پھرا ہم سے یارِ جانی کا ۱۰/۴ کیا رہا لطف زندگانی کا

جس جگہ بیٹھے اُٹھ نہیں سکتے — زورِ عالم ہے ناتوانی کا

آپ ہوتے ہیں کیوں خفا ہم پر — کون خواہاں ہے مہربانی کا

دیکھتا ہی نہیں کسی کی طرف — کیا غرور اُس کو ہے جوانی کا

آہ مت پوچھو سرگزشت مری — سننا مشکل ہے اس کہانی کا

مور کے گھر تلک تو اے جوشش ـــ شور ہے اپنی ناتوانی کا

حال اب تنگ ہے زمانے کا ۱۱ رنگ بے رنگ ہے زمانے کا

نہیں کوتاہ اس کا دست طلب   یہ گدا تنگ ہے زمانے کا

ایک دم چین سے نہ کوئی رہے   یہی آہنگ ہے زمانے کا

سرکشوں کا رہا نہ نام و نشاں   زور سر جنگ ہے زمانے کا

اے جفا کار دہر میں تجھ بن   کون ہم سنگ ہے زمانے کا

جھوٹ میں نے کہا تری ہاتھوں   قافیہ تنگ ہے زمانے کا

چل نکل جلد یاں سے اے جوشش ــــ ڈھنگ بے ڈھنگ ہے زمانے کا

اے بلبل لطف دیکھ اس سادہ رو کا ۱۲ نہ کر منہ کو گل کی رنگ و بو کا

نہ الفت نے مروت جی کے خواہاں   بتوں سے کچھ نہیں چلتی کسو کا

غلط کہتا نہیں میں تجھ سے جوشش ق   یہ ہے منہ کو رمیدے رو ترکا

برہمن نے گلے سے توڑا زنار   مصلے آگ میں زاہد نے پھونکا

زمیں پر شیخ نے دے ماری دستار ــــ ذرا دیکھا جو منہ اس خوب رو کا

مزہ دکھاؤں تجھے تیری بے وفائی کا ۱۳ اگر نہ ہووے مجھے پاس آشنائی کا

وفور اشک نے افسوس آستاں سے ترے   مٹا دیا ہے نشاں میری جبہہ سائی کا

اسیر زلف رہا جب تلک یہ طائر دل   خیال جی میں نہ گزرا کبھی رہائی کا

وہی بہ دل نہیں سنتا کسی کی آہ و فغاں   گلہ نہ کیجیو نالے کی نارسائی کا

کر آشنائی تو اپنے ہی دل سے دیوانے   جو تیرے جی میں ارادہ ہو آشنائی کا

ہر ایک خار بیاباں رکھے ہے نوکِ زباں
یہ ماجرا ہے ہماری برہنہ پائی کا

خیالِ یار میں رہتا ہوں محو اے جوشش
نہ فکرِ وصل ہے مجھ کو نہ غم جدائی کا

۱۴/۱

گلہ کرے جو کوئی اُس کی بے وفائی کا
یہ چاہیے کہ نہ لے نام آشنائی کا

نہیں سپہر کے آئینے میں یہ جلوۂ مہر
پڑا ہے عکس ترے پنجۂ حنائی کا

عجب نہیں کہ مزار اُس کا سنبلستاں ہو
جو کوئی مارا ہو زلفوں کی کج ادائی کا

رہی نہ تجھ میں زری حرب و نرمیِ گفتار
یہ طور کس نے سکھایا تجھے ڈھٹائی کا

اسی کا آئینہ ہے جو ہزار عالم ہے
غرض وہی ہے سزاوار خودنمائی کا

تری کشش نے لیا کھینچ دل کو اے جوشش
وگرنہ مجھ کو بھروسا نہ تھا رسائی کا

یہ سمجھے دیکھ کے ہم سوزِ شمع و پروانہ
شبِ وصال سے بہتر ہے دن جدائی کا

ہوا ہے کاکلِ مشکیں پہ جب سے اُس کا گزر
نسیمِ باغ کا شیوہ ہے مشک سائی کا

اسیرِ دامِ خط و زلف ہو گیا ہے دل
بغیر جان دیے ذکر کیا رہائی کا

رکھے ہے افسرِ شاہی پہ فخر اے جوشش
ہمارے سر پہ یہ کاسہ جو ہے گدائی کا

۱۵/۱

جیسا کہ دل پہ زخم ہے اُس کے خدنگ کا
گلشن میں ایک گل نہیں اس آب و رنگ کا

ہنس ہنس کے تند خو نے مجھے دیویں ہیں گالیاں
کس نے سکھا دیا اسے یہ طور جنگ کا

چھڑکا کبھی نمک نہ دلِ داغ دار پر
جلوہ نمک ہے حسنِ بتانِ فرنگ کا

دیوانوں کے بدن پہ عجب کچھ بہار ہے
خنداں بہ رنگِ گل ہے ہر اک زخم سنگ کا

اے شیخ پی تو دیکھ ٹک تو شرابِ عشق
عالم جدا ہے اُس کے نشے کی ترنگ کا

اُس شعلہ رو کے وصل کی شب یاد آ گئی — دیکھا اضطراب شمع پہ جوشش پتنگ کا

دل میں ہر چند ہے خیال اُس کا ۱۶/۵ نظر آتا نہیں جمال اُس کا

وہ جو تھی بے خودی سو ہے موجود | ہجر سے کم نہیں وصال اُس کا

ہو چکا ہے جگر پسندِ مژہ | دل کو مانگے ہے خط و خال اُس کا

شیخ اگر سامنے ہو مستوں کے | نظر آ جائے سب کمال اُس کا

ہم پہ ٹھہرے اک زوال میں جوشش — دیکھ کر حسن بے زوال اُس کا

اُٹھ اے طبیب جا مجھے آرام ہو چکا ۱۷/۶ مرتا ہوں کوئی دم کو مرا کام ہو چکا

اب بھی کہیں اٹھائے گا چہرے سے دام کو | معمورہ تو شکار سے یہ دام ہو چکا

دیتا تھا اُس کو دل سو لیا اُس نے نامہ بر | اب میرے اُس کے نامہ و پیغام ہو چکا

اب مجھ سے ہو سکے ہے کوئی ترکِ عاشقی | رسوا ہوا جہان میں بدنام ہو چکا

آغاز ہی میں اِس کے مزاج نکل گیا | معلوم کارِ عشق کا انجام ہو چکا

جوشش عبث ہے منتِ ساقی رُوگا — معمورہ زندگی کا مری جام ہو چکا

ظالم نہیں علاج کہیں اس گزند کا ۱۸/۹ دل پر لگا ہے نیش ترے نوش خند کا

گو ہوئے اس سے کنگرۂ عرش تک گزر | بہتر ہے کاٹنا ہی ہوس کی کمند کا

مانندِ شمع سوزِ محبت کے ہاتھ سے | جلنا ہی ہے شعار مرے بند بند کا

تجھ سا ہی جو طبیب کہ ہو درد آشنا | وہ ہی کرے علاج دلِ دردمند کا

دل آتشِ فراق سے بھاگے نہ کس طرح | ٹھہرے ہے آگ میں کوئی دانہ سپند کا

کوئی کسی کے شعر کو سنتا نہیں یہاں — جوشش یہ شور ہے تری فکرِ بلند کا

ہماری آہ کے صدمے نہیں اُٹھانے کا ۱۹/۶ یہ چرخ بام کہن ہے کسی زمانے کا
یہاں تو خواب ہوئی سیرِ باغ مدت سے کسے خیال ہے تیری گلی سے جانے کا
نہ پھولتے ہیں شگوفے نہ غنچے کھلتے ہیں چمن میں شور ہے پر اُس کے مسکرانے کا
نہ چھیڑ سونے دے قاتل کو میرے لاشے حصول کچھ نہیں اس فتنے کے جگانے کا
یہ راستے میں نہ چھوڑے گا کج روی اپنی کمیتِ چرخ ہے مشتاق تازیانے کا
یہ طفلِ اشک نہ چھوڑیں گے دامن اے جوشش — خیال کیجیو ہرگز نہ دل لگانے کا

سر اُس کی تیغ سے جب تک جدا نہ ہووے گا ۲۰ کسی طرح سے حق اس کا ادا نہ ہووے گا
تمہاری زلف جو آشفتگی پہ نازاں ہے صبا سے حال ہمارا رسا نہ ہووے گا
بغیر ناخنِ شمشیرِ یار عقدۂ دل ہزار کیجیے تدبیر وا نہ ہووے گا
کبھی کسی سے ہوا ہے تو ہم سخن ہنس کر یہ اتفاق تو پیاری ہوا نہ ہووے گا
کل اُس نے بیٹھ کے غیروں میں کی نگہ مجھ پر یہ تیر کس کے جگر میں لگا نہ ہووے گا
اگر یہی ہیں جفا کاریاں تری ظالم کوئی کسی سے کبھی آشنا نہ ہووے گا
دل و جگر ہی پہ آفت نہیں فقط جوشش — جو ہے ترا یہی رونا تو کیا نہ ہووے گا

جیتے ہی جو فنا کی تدبیر کر سکے گا ۲۱/۵ وہ ہی حریم دل کی تعمیر کر سکے گا
غافل ہے زلف تیری کیوں ہم سے کوئی اُس بن سودائیوں کو تیرے زنجیر کر سکے گا
اے جنگ جو کسے ہم منصف کریں جہاں میں ثابت کوئی بھی میری تقصیر کر سکے گا

زور آوریِ طالع گو ہو بڑا اُس کے دل میں — کب نالۂ ضعیفاں تاثیر کر سکے گا
نامہ جو تو لکھے ہے اُس بے وفا کو جوشش — احوال سوزِ دل کا تحریر کر سکے گا

۲۲

غیروں ہی پہ تو ستم کرے گا — ہم پر نہ کبھو کرم کرے گا
ہم سا ہی وہ ہوگا سادگی میں — باور جو تری قسم کرے گا
گزرے گا وہی تری گلی سے — سر کو جو کوئی قدم کرے گا
اس تیغِ دو دم کا تیری زخمی — آرام نہ ایک دم کرے گا

۲۳

ہم پہ سو ظلم و ستم جور و جفا کیجیے گا — یہ نہ ہوگا کہ کبھی ہم سے گلہ کیجیے گا
عشق میں اپنی مجھے موت نظر آتی ہے — یہ وہ آزار نہیں جس کی دوا کیجیے گا
وا ہوئے غنچۂ گل صبح ہوا ہوئی — چشمِ مخمور کو تا کب ابھی وا کیجیے گا
بندے کہلاتے ہیں راضی بہ قضا ہیں جوشش — ہو گی جو اُس کی رضا وہ ہی کیا کیجیے گا

۲۴

مدعی کی ہے جو کچھ چال سو کیا چھوڑے گا — کچھ نہ کچھ پھر بھی تجھے یار سکھا چھوڑے گا
جی رہے یا نہ رہے یار پہ یہ دیوانہ — اپنی چھاتی سے تجھے آج لگا چھوڑے گا
محتسب مت جائیو اُس رندِ قدح خوار کے پاس — ورنہ تجھ کو بھی کوئی گھونٹ پلا چھوڑے گا
مت کرو منع نہ مانے گا طبیبِ ناداں — آپ ہی گھبرا کے ہماری دوا چھوڑے گا
جب تلک جی نہ نکل جائے مرا گھبرا کر — دام سے مجھ کو نہ صیاد مرا چھوڑے گا
باز آتا جو نہیں کوچے سے اُس کے یہ دل — گالیاں ہی مجھے اک روز کھلا چھوڑے گا
گر یہی غم ہے یہی درد و الم ہے جوشش — شعلۂ آہ مرے دل کو جلا چھوڑے گا

مہربانی سے مرے پاس اگر آئے گا ۲۵/۳ قتل کرنے ہی کا سامان وہ کر آئے گا
لے لیا دل کو مرے ایک نگہ میں جس نے — یا الٰہی کہیں وہ پھر بھی نظر آئے گا
اس نے تو باج لیا فتنۂ دوراں تجھ سے — اور کون ایسا ہے جو اُس سے بسر آئے گا
اُس کے کہنے پہ نہ جا غصے میں ہے اے کوشش — گو کہ کہتا ہے نہ آؤں گا مگر آئے گا
کیا فکر تو کرتا ہے اس فکر سے کیا ہوگا ۲۶/۱ ہوئے گا وہی جو کچھ قسمت میں لکھا ہوگا
شمشیر تری یکتا ہے عقدہ کشائی میں — یہ عقدۂ دل دیکھیں کس طرح سے وا ہوگا
ہم جلتوں کی باتیں بھی کچھ جلتی ہی بنتی ہیں — کیا خاک وہ سمجھے گا دل جس کا بجھا ہوگا
جس طرح کے ہم رسوا ہیں عشق کے وادی میں — اس طرح تو مجنوں بھی رسوا نہ ہوا ہوگا
آغاز تو ہے یہ کچھ جو خلق میں رسوا ہوں — انجام محبت کا کیا جانیے کیا ہوگا
یاد آیا ہے اک مطلع پڑھتا ہوں سن اے کوشش — ان قافیوں میں ایسا مطلع نہ سنا ہوگا
جس نے تری آنکھوں کو ٹک دیکھ لیا ہوگا ۲۷/۲ وہ مر ہی گیا ہوگا ہرگز نہ جیا ہوگا
گردوں تری بخشش کی کیا بات ہے پر ہم کو — جب تو نے دیا ہوگا آزار دیا ہوگا
مت منع کرو اس کو گر قتل وہ کرتا ہے — ایسا ہی گنہ اس کا کچھ ہم نے کیا ہوگا
پرزہ ہی نظر آیا ہوگا مرے ہاتھوں سے — اس جیب کو اے ناصح جب تو نے سیا ہوگا
کیا شیخ و برہمن نے کیا گبر و مسلماں نے — تیرے خم ابرو کو سجدہ ہی کیا ہوگا
کیا خاک وہ سمجھے گا اس عشق کی مستی کو — خوناب جگر کوشش جس نے نہ پیا ہوگا

مرے جب تک کہ دم میں دم رہے گا ۲۸/۲ یہی رونا یہی ماتم رہے گا

کہاں تک یہ غرورِ حسن ظالم   ہمیشہ کیا یہی عالم رہے گا

یہی سوزش ہے داغوں کی تو کیوں کر   سلامت سینۂ مرہم رہے گا

جدا جب تک ہوں اے بے درد تجھ سے   یہی درد اور دل باہم رہے گا

اگر یوں ہی رہے گی حیرتِ عشق   ق   اگر یہ دیدۂ نم نم رہے گا

بہ رنگِ شبنم آ کر قطرۂ عشق —— ہماری ہر مژہ پر جم رہے گا

اس طرف تو نہ تجھے زور نہ زر کھینچے گا   ۲۹/ہ   جذبۂ عشق ہی کھینچے گا اگر کھینچے گا

وہ طلبگار ہے دل کا مجھے بوسہ کی طلب   حسن اور عشق کا جھگڑا اے بشر کھینچے گا

خسروِ حسن نے گو کی ہے نگہ داشت ڈلے   یاں قلم چھپ کے یہ عاشق کے نظر کھینچے گا

ہم سے قلاشوں سے ملنے سے تجھے کیا حاصل   تو ملے گا انھیں سے جن سے کہ زر کھینچے گا

یار ملنا جو ہو منظور تو دل دے ورنہ   آب و دانہ مرا کیا جانے کدھر کھینچے گا

قدرِ آرامِ وطن ہو گی اسی کو معلوم   جو کوئی میری طرح رنجِ سفر کھینچے گا

حسرتِ وصل میں مر جائے گا لیکن جوشش —— منتِ غیر نہ یہ خاک بسر کھینچے گا

تیرے دیدار سے محروم اگر جاؤں گا   ۳۰/ہ   یاں تلک روؤں گا اے یار کہ مر جاؤں گا

کوچۂ یار سے رونا ہے اگر جاؤں گا   ایک عالم کو رلاؤں گا جدھر جاؤں گا

ناصحِ عشق سے کیوں اتنا ڈراتے ہو مجھے   میں ڈرانے سے تمہارے کوئی ڈر جاؤں گا

اس قدر نالے نہ کر اے دلِ ناداں جوشش —— اس جفاجو کے ابھی جی سے اتر جاؤں گا

پنہاں تھا حسنِ یار نمودار ہو گیا   ۳۱/ہ   آتے ہی خط کے سبزہ یہ گلزار ہو گیا

اپنا تو کچھ گناہ نہ آیا ظہور میں — کیا بات ہو گئی کہ د بیزار ہو گیا

ہوتی نہیں کسی کی دعا مجھ کو سودمند — یارب مجھے یہ کون سا آزار ہو گیا

اس وقت دیکھتا ہوں نپٹ پیچ و تاب میں — زلفوں میں تیری کون گرفتار ہو گیا

عاشق ہوں مجھ کو مارے کوئی یا برا کہے — سب کچھ مرے مزاج پہ ہموار ہو گیا

آیا جو یاد حلقۂ زلف بتاں مجھے — ہر داغ دل کا نافۂ تاتار ہو گیا

سرگرم ظلم دیکھ کر اس خود پسند کو — جوشش بہ دل بھی درپئے آزار ہو گیا

۳۲/۵

عکس روئے اس کے گھر آئینہ خانہ ہو گیا — ہر طرف دیکھا اپنی صورت کو دوانا ہو گیا

یاں تلک سجدے کیے ہم نے ترے در پر کہ دوست — دشمن اپنے سر کا تیرا آستانہ ہو گیا

زلف کا اس کی تصور رہ گزار عشق میں — توسن ہمت کا اپنے تازیانہ ہو گیا

ہم نوالہ ہم پیالہ ہم سخن ہم بزم تھے — اس کا کیا افسوس اک وہ بھی زمانہ ہو گیا

مرنے والا ہی تھا یہ بیمار اس کی چشم کا — اک مرض بھی موت کا جوشش بہانہ ہو گیا

۳۳/۵

ہاتھ قاتل کا مرے خوں سے نگاریں ہو گیا — ایک تو رنگین تھا ہی اور رنگیں ہو گیا

خوبیٔ قسمت کہ صبح وصل جب پہنچی قریب — مانع دیدار جاناں خواب سنگیں ہو گیا

غیر بیتابی نہیں اس کو کسی سے دوستی — کارگر جس دل میں تیرا خنجر کیں ہو گیا

بھول ہی جائے گا یہ روزہ نماز اے شیخ جی — جب تمہارے سامنے وہ آفت دیں ہو گیا

شعر جو پڑھتا نہیں تو ہر کسی کے روبرو — ان دنوں جوشش مگر مشتاق تحسیں ہو گیا

۳۴

جب عشق میرا شہرۂ آفاق ہو گیا — اک عالم اس کے حسن کا مشتاق ہو گیا

کس سے ہوئی ہے دوستی ایسی کہ اِن نے یوں — آنا ہمارا دل پہ ترے شاق ہو گیا

یاں تک رہے جدا کہ ہمارے مذاق میں — آخر کو زہر ہجر بھی تریاق ہو گیا

کیا ہو گیا کہ آتے ہی خط کے دو تین جو — کچھ پہلے آپ صاحبِ اخلاق ہو گیا

مرنے سے کام کیا ہے جہاں آئی بے خودی — عاشق پر اُس کے مرگ کا اطلاق ہو گیا

جوشش انھیں کو بس نظر آیا جمال حق — دل کا جنھوں کے آئینہ برّاق ہو گیا

۳۵/۵

وہ کماں ابرو مرا جب چیں بر ابرو ہو گیا — چھوٹتے تیرِ نگہ دل میں ترازو ہو گیا

پاس میرے آ کے جب بیٹھا رقیب اُس کے حضور — درد دل تو تھا ہی اُس پر درد پہلو ہو گیا

دیکھتا ہوں آج ہے ہر موج کا دل بیقرار — سرو رعنا کون سا آ کر لبِ جو ہو گیا

جی اگر چاہے تو مل مجھ سے نہیں مختار ہے — کیا بُرا ایسا کہا تھا جو خفا تو ہو گیا

رفتہ رفتہ بندگی میں زلف کافر کیش کی — تھا تو یہ جوشش مسلماں لیک ہندو ہو گیا

۳۶/۶

آیا ترا خیال خور و خواب لے گیا — دل سے ہمارے عشق کا اسباب لے گیا

وہ ماہ بھر کے جام مے ناب لے گیا — اک دم میں آفتاب کو مہتاب لے گیا

ہم رونے لگ گئے خمِ ابرو کو یاد کر — سجدے کا شوق جب سوئے محراب لے گیا

شوق نظارہ میں سرِ دیوارِ یار تک — آنکھوں کو میری اشک کا سیلاب لے گیا

اک بار دیکھنے نہ دیا اس کو بھر نظر — سو بار اُس تلک دلِ بیتاب لے گیا

جب رو دئے مقدرت میں تو سیلاب اشک کا — جوشش غبارِ خاطرِ احباب لے گیا

۳۷/۵

کس وقت خشک دیدۂ نمناک ہو گیا — کب گرد غم سے دامنِ دل پاک ہو گیا

جوں شانہ دستِ رس نہ ہوئی زلفِ یار تک   ہر چند سو جگہ سے یہ دل چاک ہوگیا
صید افگنی تو پھر ہے اُس شہسوار کی   جو آگیا سو بستۂ فتراک ہوگیا
اے شیخ ہم نہ کہتے تھے مجھ سے شراب پی   آخر تو سوکھ سوکھ کے مسواک ہوگیا
جوشش نہ پوچھ مجھ سے کچھ اس خاکداں کی بات — آیا جو کوئی یاں سو تہِ خاک ہوگیا

میں ہی نہ کچھ دیکھ ادھر رہ گیا ۳۸/۵ جس کی پڑی اُس پہ نظر رہ گیا
تیغِ نگہ نے نہ کیا کچھ قصور   داغ کی دل روک سپر رہ گیا
دیدہ و دل لے گئی سیلِ سرشک   حیف کہ سینے میں جگر رہ گیا
قتل کو آیا پہ مری بیکسی   دیکھ کے وہ ترک پسر رہ گیا
اُٹھ گئے جوشش سبھی اس بزم سے — تو ہی تراخاک بسر رہ گیا

بھول پڑا کیا جو ادھر آگیا ۳۹/۵ آج تو مدت پہ نظر آگیا
بھول گیا اپنے تئیں عشق میں   خوب ہی آیا میں جدھر آگیا
یار نے منہ پھیر لیا جس گھڑی   سامنے یہ خاک بسر آگیا
روز ہی ملتا ہے ستمگار سے   دل کو مرے زور ہنر آگیا
دیکھنے پائے نہ اُسے بھر نظر — ہوچکی شب وقتِ سحر آگیا

اشک کے ہمراہ دل تک بہ گیا ۴۰/۵ ایک یہ داغِ جدائی رہ گیا
وہ جو آزردہ ہے مجھ سے اس قدر   کوئی بدگو کچھ تو اس سے کہہ گیا
یار تیرے ظلم میں وہ لطف ہے   جو نہ تھا سہنے کے قابل سہہ گیا

جوں کتاں لاکھوں ہوئے دل چاک چاک — جس طرف جوشش دو رشک مہ گیا

اُس کا خدنگ دل سے جگر سے گزر گیا ۴۱ اک تیر تھا کہ صاف جگر سے گزر گیا
نالہ ہمارے دل کا صدای جرس کی طرح مشہور تو ہوا پہ اثر سے گزر گیا
دامان و آستیں سے میں روکوں کہاں تلک اب ضبطِ اشک دیدۂ تر سے گزر گیا
جوشش رہ طلب میں دلِ گرم رو مرا — ایسا گیا کہ اپنی نظر سے گزر گیا

رخسار پر ترے خط شب رنگ آگیا ۴۲ آئینے میں صفا نہ رہی زنگ آگیا
چلتی جو دیکھی تیغ نگہ اُس کی ہر طرف بے اختیار مرنے کا آہنگ آگیا
یارب وصالِ یار ہو اب یا وصال ہو — دستِ غم فراق سے میں تنگ آگیا

تجھ سے ظالم کو اپنا یار کیا ۴۳ ہم نے کیا جبر اختیار کیا
مثل سیماب بے قرار رہے ایک جا ہم نے کب قرار کیا
آنکھیں پتھرا گئیں اے سنگیں دل یاں تلک تیرا انتظار کیا
تو جو کہتا ہے جلد آؤں گا میں نے کیا تیرا اعتبار کیا
جیب تو کیا ہے ناصحو ہم نے چاک سینے کو غنچہ دار کیا
نظر آئے قیاس سے باہر دل کے زخموں کو جب شمار کیا
آتشِ عشق نے بہ رنگ سپند دانۂ دل کو بے قرار کیا
تو وفا سے نہ در گزر جوشش — اس نے گو جور اختیار کیا

صبح کی طرح جو گل چاک گریبان کیا ۴۴ داغ نے مہر درخشاں کو پشیمان کیا

سوختہ جانوں پہ کیا عشق نے احسان کیا — شمع کی طرح جلا بے سر و سامان کیا
جلوہ عالم میں جب اے مہرِ درخشان کیا — تو نے ہر ذرّے کو جوں لعلِ بدخشان کیا
فوج غمزہ نے کمر باندھی ہے کس پہ یہ سچ کہہ — گھر تو ہر گبر و مسلمان کا ویران کیا
کوہ و صحرا و بیابان کو ڈبو یا یک لخت — چشم تر تو نے تو اس مرتبہ طوفان کیا
اور کیا پاس مرے ہے جو کروں تجھ پہ نثار — دین و ایمان و دل و جاں کو تو قربان کیا
کیا جوشش ناخنِ غم سے گل و بلبل ہیں خفا — اس نے سینے کو مرے رشکِ گلستان کیا
بس ہوا محو تماشائے جمالِ رخِ دوست — مثل آئینہ مجھے عشق نے حیران کیا
جلوہ گر دل میں ہوا جب مری دہ رشکِ چمن — میں نے گھر بیٹھے ہوئے سیرِ گلستان کیا
سر اُٹھا سکتے نہیں یار خجالت سے ہم — اپنے فعلوں نے ہمیں سخت پشیمان کیا
زمزمہ سازیِ اغیار سے محظوظ رہا — ظرف جوشش کے نہ اُس گل نے کبھی کان کیا
تو نے جو ترک شیوۂ جور و جفا کیا — ٤٥ کیا آئی تیرے جی میں ستمگر یہ کیا کیا
کس نے کہا ہے تم سے جو بدظن ہوئے ہو تم — کس کے حضور ہم نے تمہارا گلہ کیا
غیروں سے تجھ کو رات رہیں گرم جوشیاں — میں شمع وار سامنے تیرے جلا کیا
دیکھا نہ تجھ کو اک نظر اے رشکِ ماہتاب — کوچے میں تیرے صبح تلک میں پھرا کیا
گل پھول بیٹھے تھے گل سارے باغ میں — مرجھا گئے جو بندِ قبا تو نے وا کیا
قابل اسی کے تھا کہ ہو سو ٹکڑے سنگِ دل — توڑا جو تو نے شیشۂ دل کو بھلا کیا
جوشش غزل سرائی سے تھا ذوق جن دنوں — طوطی کا ہونٹ نطق ہمارا اطلا کیا

دے کے دل چھپتانے سے ہوتا ہے کیا ۴۶/۵ ہونی تھی سو ہو چکی روتا ہے کیا
گلشن دنیا ہے مزرع یاس کا دانۂ امید یاں بوتا ہے کیا
چبھتی ہوگی پنکھڑی اے نازنیں سیج پر پھولوں کی تو سوتا ہے کیا
شیخ جانے کی نہیں بوے ریا خرقۂ سالوس کو دھوتا ہے کیا
اس قدر راتوں کو اے جوشش نہ رو نیند لوگوں کی عبث کھوتا ہے کیا

شہرت نہ تھی جب تیری کوئی اور کدھر تھا ۴۷/۵ میرا سر سودا زدہ تھا اور ترا در تھا
سرگشتہ ترے واسطے یہ خاک بسر تھا سچ کہہ دل گم گشتہ کہاں تھا تو کدھر تھا
کس لطف و کرم سے متوجہ وہ ادھر تھا جب آہ میں تاثیر تھی نالے میں اثر تھا
پڑتے ہی نظر یار ترے تیر مژہ پر سینے میں جو دیکھا تو نہ دل تھا نہ جگر تھا
روتے مجھے جو کل یاد کر اس کے لب خنداں جوشش مرے داماں میں بھرا لعل و گہر تھا

وہ زمانہ کیا ہوا جو مرے گریے میں اثر تھا ۴۸/۵ یہی چشم خوں فشاں تھی یہی دل یہی جگر تھا
نہ ملوں کبھی میں اس سے نہ دکھاؤں اپنی صورت مجھے آشنا نہ کرنا یہی مدعا اگر تھا
قسم خدا ہے تجھ کو ہمیں جن دنوں تھی الفت یہ خبر اپنے اس گلی میں کسی اور کا گزر تھا
نہ گرے تھے پارۂ دل نہ بہا تھا اشک خونیں نہ یہ لعل بے بہا تھا نہ یہ دانۂ گہر تھا
رہ عشق میں تو جوشش قدم طلب کے رکھتے یہی آہ راہبر تھی یہی اشک ہم سفر تھا

جب دل پہ وہ دلدار تھا خوش چشم تر تھا ۴۹/۶ یاروں ہی کا وہ یار تھا اغیار سے بیزار تھا
جس روز تیری یاد تھی بے تابی نہ فریاد تھی یہ بے نصیبی شاد تھی میں زیست سے بیزار تھا

وے دن بھی کیا اے جان تھے تم بر سرِ احسان تھے
ہم بزم ہم ہر آن تھے دشمن ذلیل و خوار تھا

جب تک کھڑے اے یار تھے ہم طالبِ دیدار تھے
با چشمِ تر خوں بار تھے کوچہ ترا گلزار تھا

آپس میں کل بہ گل رخاں مل کر کے بیٹھے تھے جہاں
یہ عاشقِ بے دل وہاں آنکھوں میں سب کی خار تھا

یادِ بنا گوشِ صنم جب تھی ہمیں روتے تھے ہم ——
دامن میں اپنے یک قلم جوشش دُرِ شہوار تھا

مارنا تلوار سے خوں خوار کیا درکار تھا ؟
جو ترا تیرِ نگہ تھا دل سے میرے پار تھا

لغزشِ پا نعش برداروں کی میرے دیکھ خلق
پوچھے ہے یہ کس کی چشمِ مست کا بیمار تھا

بوالہوس تو ٹل گیا تیور ہی بدلے دیکھ کر
یار کی تیغِ نگہ کا تو یہ پہلا وار تھا

سبزۂ خط کو منڈایا تو نے کیوں اے بے وفا
زخمِ دل پر تو بجائے مرہمِ زنگار تھا

تھا پرستاروں میں زلف و خط کے جب تک دل مرا
در پئے تسبیح کب تھا طالبِ زنار تھا

ہجر کی راتوں کا جوشش حال مجھ سے کچھ نہ پوچھ ——
خواب میں تھے میرے طالع اور میں بیدار تھا

قیس پھرتا جو رہا دشت میں دیوانہ تھا ؟
اُس کو لیلیٰ ہی کے دروازہ پہ مرجانا تھا

اتنا اظہارِ ستم آج عبث کرتے ہو
روزِ اوّل ہی تمہیں ہم نے تو پہچانا تھا

آہ اس سنگِ حوادث سے مرے پہلو میں
چور وہ شیشۂ دل ہے جو پری خانہ تھا

ناحق ایسا نہ ہوا خون دلوں کا پامال
اُس کی زلفوں کو بہ آہستگی سلجھانا تھا

مدعی سمجھوں ہوں جن جن کو میں اب تیرے لیے
دوست اپنے ہی تھے سب کیا کوئی بیگانہ تھا

ان دنوں عشق سے دل ٹوٹ گیا ہے ورنہ
مے الفت ہی سے لبریز یہ پیمانہ تھا

کیا ہوئے آہ وہ ایام کہ ہم اے ساقی
مست و مے خوار تھے آباد یہ مے خانہ تھا

مرتے ہی مرتے بچا ہے وہ تری دوری سے ــــ یار جوشش کی عیادت کو تجھے آنا تھا

اگر جنت یہی کچھ ہے تو کوئے یار بہتر تھا ۵۲/۸ ترے سائے سے طوبیٰ سایۂ دیوار بہتر تھا

اجل ہر وقت اب دست و گریباں مجھ سے رہتی ہے نہ ہونا ہی کسی کی چشم کا بیمار بہتر تھا

ادا فہماں بتاں کی جنبش ابرو تماشا ہے اگر چلتی ہی رہتی مجھ پہ یہ تلوار بہتر تھا

ترحم کی نگاہوں نے تو ہم کو ذبح کر ڈالا ترا چیں بر جبیں رہنا ہی اے خونخوار بہتر تھا

قریب مرگ پہنچایا ہم آغوشی کی حسرت نے ہمیں آئینہ ساں وہ دور سے دیدار بہتر تھا

نگہ غمزہ مژہ سب قتل کے حربے تھے ان میں سے جو ترک چشم کو بھاتا وہی ہتھیار بہتر تھا

لب ہر زخم سے قاتل صدا نکلے ہے یہ ہر دم کہ تیر ناز کا ہونا ہی دل سے پار بہتر تھا

بہ رنگ شمع جوشش رونق بزم فنا ہوتے ــــ در دل سے جو اٹھتا پردۂ پندار بہتر تھا

ثمر سے پاس نخل تیشۂ فرہاد رکھتا تھا ۵۳/۴ سدا امید آب تیشۂ فرہاد رکھتا تھا

گرایا تو نے آب تیشہ اس کے نخل قامت کو رگ ہر سنگ میں جا ریشۂ فرہاد رکھتا تھا

لگا تھا قصر شیریں ہاتھ جب پرویز کے دل میں کچھ اندیشہ نہ تھا اندیشۂ فرہاد رکھتا تھا

عجب صورت کا تھا کوہ تحمل بے ستوں جوشش ــــ کہ ہر سنگ اس کا پاس تیشۂ فرہاد رکھتا تھا

وہ نا آشنا نکلا جو آشنا تھا ۵۴/۴ اچنبھا ہے یہ کیا ہوا اور کیا تھا

دل گم شدہ کا مجھے کیوں نہ غم ہو وہ اپنا ہی تو تھا بھلا یا برا تھا

رہوں آہ محروم میں بندگی سے اسی واسطے مجھ کو پیدا کیا تھا

نہ ملیے گا انساں سے اے خضر تو نے یہی سوچ کر آب حیواں پیا تھا

طلسمِ جہاں جائے عبرت ہے جوشش ق میسّر جنھیں تخت و تاج و لوا تھا
انھوں کا یہ احوال ہے آنکھ سے اپنے —— جو دیکھا تو اک دم میں سب کچھ ہوا تھا

شب کسے آنا ادھر منظور تھا ۵۵/ہ خانۂ دل جلوہ گاہ نور تھا
تھی مدارات اُس کے تیروں کی مدام ساغرِ دل خوں سے جب معمور تھا
تیری مرضی گر نہ ہوتی بے وفا روکتا دربان کیا مقدور تھا
مہر کل منہ پر نہ اُس کے آسکا حسن پر اپنے بہت مغرور تھا
اتنی دلداری مری تھی کیا ضرور جان ہی لینا اگر منظور تھا
سامنے ہوتے ہی تیرے سنگدل شیشۂ دل میرا چکنا چور تھا
اپنے جوشش کی عیادت بھی نہ کی —— یہ مروت سے تمھاری دور تھا

جا کے دیکھا میں ارم میں تو وہ کیا تھا کہ نہ تھا ۵۶/ہ ایک کوچے کا ترے یاں مزہ تھا کہ نہ تھا
خون عشاق سے آسودہ کیا کیوں تو نے یار ہاتھوں میں ترے رنگ حنا تھا کہ نہ تھا
کل تری بزم میں حاضر تھے سبھی اے ظالم لیکن ایک یہ ہی گنہ گار ترا تھا کہ نہ تھا
ہو کے جوشش تو گرفتار مزہ کچھ پایا —— ہم نے تجھ سے جو کہا تھا سو بھلا تھا کہ نہ تھا

جن دنوں سینہ ہمارا جلوہ گاہ نور تھا ۵۷/ہ یہ تجلی خیز دل خجلت دہ صد طور تھا
کیوں نہ شاکی ہو نیاز عشق ناز حسن سے لے کے دل کو پھیر دینا کون سا دستور تھا
تھی میسر جام چشمی جب تک اُس مے نوش سے بے خودی کی مے سے میرا جام دل معمور تھا
مجھ پہ جو گزرا اثر سے سینے میں کیا آیا نہیں شہرۂ آفاق تھا یہ ماجرا مشہور تھا

لگ گئی کس کی نظر یارو صحبت کیا ہوئی
اس سے ہم مسرور رہتے تھے اور ہم سے وہ مسرور تھا

رات اس کی بزم میں داغ جگر پر اے طبیب
شمع کے مانند سوزاں مرہم کا نور تھا

غیر کو تلوار کیوں دی تونے اپنے ہاتھ سے —
قتل جوشش کا اگر ظالم تجھے منظور تھا

کیا ہوئے وہ دن کہ ملک دل خراب آباد تھا ۵۸/۴
درد تھا غم تھا الم تھا نالہ و فریاد تھا

قسمتوں سے قصر شیریں ہاتھ خسرو کے لگا
ورنہ کب تجھ سا وہ شیریں کار اے فرہاد تھا

جن دلوں منظور تھا اس بے وفا کو امتحاں
تھی ادھر طرح وفا اودھر ستم ایجاد تھا

جوشش خود رفتہ سے احوال شب کا کچھ نہ پوچھ —
اپنے تئیں بھولا تھا ولیکن اسے تو یاد تھا

یاں مدعی اپنا کسے اے یار نہ دیکھا ۵۹/۴
ہے کون جسے تیرا طلبگار نہ دیکھا

سوتوں کو جگایا مرے نالے نے عدم میں
پر طالع خوابیدہ کو بیدار نہ دیکھا

ظالم ترے ہر تیر دل اک کے پیکاں نظر آئے
چھاتی پہ کبھی مرہم زنگار نہ دیکھا

اک عمر ہوئی بیچتے اس دل کو ولیکن
تجھ سا تو کوئی ہم نے خریدار نہ دیکھا

بلبل کی بھی آنکھوں میں ہوا خار چمن میں
جس گل نے ترا گوشۂ دستار نہ دیکھا

کل بزم میں سب پہ نگہ لطف و کرم تھی
اک میری طرف تو نے ستمگار نہ دیکھا

جز چشم بتاں اے کدۂ دہر میں جوشش —
ہم نے تو کسی مست کو ہشیار نہ دیکھا

ہر جسم حباب دار کو دیکھا ۶۰/۷
ہستی کو نہ پائدار دیکھا

جوں شیشۂ ساعت اس جہاں میں
دو دل کو نہ بے غبار دیکھا

وہ مست غرور تو نہ بولا
سو بار اسے گو پکار دیکھا

مضطر نہیں بحر میں نقط دل — اس جی کو بھی بے قرار دیکھا
جوں شمع حرم کنشت دل میں — زینت جلوۂ روئے یار دیکھا
ہم مر بھی گئے پہ تو نہ آیا — بس ہم نے ترا قرار دیکھا
ہر آن ہے غرق بحر معنے — جوشش کا عجب شعار دیکھا

۶۱/۵

یار کو قاصد مرے جا کے اگر دیکھنا — میری طرف سے بھی تو اک نظر دیکھنا
لے کے ترا نقد جاں وہ ہوا مہر بلب — زر تو نظر آ گیا زور بھی کر دیکھنا
یار یہ کیا ناز ہے کون سا انداز ہے — جان ہی دے چھوڑنا ٹک بھی جدھر دیکھنا
چھوٹیں گے جوشش سبھی ساتھ نہ دے گا کوئی — کھینچیے گا جس گھڑی یاں سے سفر دیکھنا

۶۲/۹

تری زلف کا عقدہ جب وا ہوا — نئے سر سے اک فتنہ برپا ہوا
لگایا جبھی اس کی زلفوں کو ہاتھ — لگا کہنے کیا تجھ کو سودا ہوا
طلب کرتے بوسہ وہ دل لے گیا — عجب طرح کا یہ تماشا ہوا
نہ تڑپے نہ سسکے نہ دم لے سکے — تری تیغ ابرو کا مارا ہوا
ترے جوہر تیغ کا کیا قصور — نصیبوں میں جو کچھ لکھا تھا ہوا
وہ نامہرباں مہرباں ہو گیا — اچنبھا ہے یہ کیا تھا اور کیا ہوا
سنان مژہ سے ڈراتا ہی کیا — یہ سینہ تو ہے دیکھا بھالا ہوا
بس اے تیشۂ غم نہ کر کاوشیں — یہ دل کیا ہوا سنگ خارا ہوا
یہ دولت تری عشق جوشش کے تئیں — نہ تھا جو گوارا گوارا ہوا

غش آگیا دو سامنے میرے جہاں ہوا ۶۳/۱۰ مجھ کو وصال یار میسر کہاں ہوا

بے طاقت اس قدر یہ دل ناتواں ہوا — حرف تواں بھی اس کی زباں پر گراں ہوا

جی تک بھی دے چکا میں اسے بہر امتحاں — لیکن نہ صاف مجھ سے مرا بدگماں ہوا

سر پر کھڑا ہے کھینچے ہوئے تیغ کہکشاں — جلاد میری جان کا یہ آسماں ہوا

لطف و کرم پہ اُس کے مجھے کب ہے اعتماد — گو مہرباں بھی وہ بت نامہرباں ہوا

سُن کر خبر ہماری اسیری کی باغ میں — سنتے ہیں شاد شاد دل باغباں ہوا

اے چشم دیکھتا ہوں پریشاں ہیں طفل اشک — تاراج کس کے ہاتھ سے یہ کارواں ہوا

بلبل کے اشک سرخ سے گلشن میں باغباں — رشک بہار خار و خس آشیاں ہوا

کیوں کر نہ دل کو کھینچ رکھیں ابرو و مژہ — بچتا ہے جو مقابل تیر و کماں ہوا

جوشش کہیں خموش بھی ہو بس کہاں تلک — تو تو غزل سرا نہ ہوا قصہ خواں ہوا

حیرت دل سے ہیں اس واسطے خورسند ہوا ۶۴/۵ مثل آئینہ ترے آگے نظر بند ہوا

ڈھونڈتے ڈھونڈتے مدت پہ جو پایا بھی اُسے — ہم گلہ کیا کریں گے وہ ہی گلہ مند ہوا

تلخ کام آہ یہ ناکام نہ ہوتا ہرگز — تلخ کامی کا سبب تیرا شکر خند ہوا

تھک گئے ہاتھ دعا مانگتے کب تک یارب — آج دروازہ اجابت کا مگر بند ہوا

سُن کر اُس لب کی حلاوت کا بیاں اے جوشش — مصری پھیکی پڑی شرمندہ بہت قند ہوا

جب سے اُس شعلہ رو سے یار ہوا ۶۵/۶ دل مرا صورت شرار ہوا

جس گھڑی ہم سے وہ دوچار ہوا — دل سے تیر نگاہ پار ہوا

کیوں سبک ہوں چشمِ عالم میں — تیری خاطر پہ جیب میں بار ہوا
یاد ہیں آتشیں عذاروں کی — دل مرا رشکِ شعلہ زار ہوا
دی پیاپے گلابی ساقی نے — آج مستوں کا بیڑا پار ہوا
تیرے ہی واسطے اے خانہ خراب — اتنا جوشش ذلیل و خوار ہوا

کب ترے غمزدے دیوانے کا مسکن نہ رہا ۶۶/۷ کس گھڑی خانۂ زنجیر میں شیون نہ رہا
ہر سحر بادِ صبا دامنِ گل جھاڑے ہے — ایک دن میں ہاتھ میں اپنے ترا دامن نہ رہا
دلِ افسردہ عبث سینۂ پُر داغ میں ہے — دل جو پژمردہ ہو قابلِ گلشن نہ رہا
ساری خلقت کو دوانا کیا جن نے تم نے — صرفِ زنجیر ہوا دہر میں آہن نہ رہا
شکر صد شکر کہ اب کاوشِ مژگاں سے تری — چاک اس سینے کا منت کشِ سوزن نہ رہا
دل جلانے کا تماشا ہی دکھانا تجھ کو — حیف صد حیف مرے سینے میں روزن نہ رہا
دل ہی اک دشمنِ جانی تھا ہمارا جوشش — دوستی اس سے ہوئی اب کوئی دشمن نہ رہا

داماں بوسے تجھسے پشیمان ہی رہا ۶۷/۵ آنکھوں سے میرے اشک کا طغیان ہی رہا
مرنے کو یوں تو مر گئے پر اپنے ہاتھ سے — تو نے کیا نہ قتل یہ ارمان ہی رہا
میں سوزِ دل کے ہاتھ سے بزمِ جہاں میں — مانندِ شمع بے سر و سامان ہی رہا
آیا نہ یار مر گئے ہم انتظار میں — قول و قرار وعدہ و پیمان ہی رہا
اس گلشنِ جہان میں جو جوشش تمام عمر — مے خوار و مے پرست و غزل خوان ہی رہا

تیرِ مژگاں کا مرے دل میں کھٹکنا ہی رہا ۶۸/۴ جب تلک جیتا رہا میں یہ کھٹکتا ہی رہا

جستجو میں تیری کل اے مہروش ماہ تمام
شام سے تا صبح گلیوں میں بھٹکتا ہی رہا

جب تلک وہ شہسوار اترا نہ جولاں گہ میں آ
صید مرد دل فتراک میں اس کی لٹکتا ہی رہا

روے آزادی نہ دیکھا میں نے جوشش تا بہ مرگ
زلف محبوباں سے دل میرا اٹکتا ہی رہا

٦٩

اے جنوں نے گل رہا نے سرو گلشن میں رہا
طوق قمری کی طرح سے اپنی گردن میں رہا

مثل گل دست جنوں کے فیض سے اس باغ میں
جب تلک جیتے رہے ہم جیب دامن میں رہا

میری آہ گرم کی دہشت سے دونوں گل گئے
نے رہا کچھ سنگ میں باقی نہ آہن میں رہا

تم نے جس فن سے لیا تھا میرے دل کو وای بت
اب کہاں وہ فن تمہاری چشم پرفن میں رہا

شور تھا صید افگنی کا جس کی تا دشت حرم
مرتے مرتے بھی مرا اس صید افگن میں رہا

حلقۂ زلف بتاں میں ہو گیا جب سے اسیر
یہ دل ماتم زدہ ہر آن شیون میں رہا

دوست کہلا کر کے دشمن جان کا ہو جو کوئی
تو ہی کہہ پھر کیا تفاوت دوست دشمن میں رہا

حشر تک جوشش کسی کے حسن عالمگیر سے
سو طرح کا شور دیوانوں کے مدفن میں رہا

٧٠

سوز دروں نے کیا یہ دل و جاں جلا دیا
ہر استخواں کو شمع لگن ساں جلا دیا

دل سے جگر سے جلنے سے اے شمع تجھ بغیر
شعلے لگے نکلنے کو جب یاں جلا دیا

تو نے کیا سرشک خجل اس کے رو برو
نے آستیں نہ جیب نہ داماں جلا دیا

جب پہنچی کان تک مرے اے نے تری صدا
نالے نے میرے دو ہی نیستاں جلا دیا

تیرے لبوں کی گرمی شہرت نے لعل لب
پھونکا یمن کو اور بدخشاں جلا دیا

اے اشک واہ یہ دل وحشی کہاں رہے
تم نے ڈبو یا کوہ بیاباں جلا دیا

جوشش کل اس کی بزم میں قطروں نے اشک کے — مجھ کو یہ رنگِ سروِ چراغاں جلا دیا

زلفوں سے لے کے دل بھی اٹھی چشم کو دیا | جس نے جگر میں سوزنِ مژگاں چبھو دیا
اک تیری چشم تر نہ ہوئی وہ سنگ دل | جس نے ہمارا حال سنا اس نے رو دیا
راضی رہے رضا پہ نہ شاکی ہوئے کبھی | ہم نے کہا قبول ہمیں اس نے جو دیا
سیلِ سرشکِ چشم نے تیرے خیال میں | حرفِ دوئی کو دل کے سفینے سے دھو دیا
جنسِ وصالِ یار لگی ہاتھ تب مرے | جب نقدِ جاں کو راہِ محبت میں کھو دیا
جوشش تمام عالمِ آب آئے ہے نظر — روئے زمیں دیدۂ تر نے ڈبو دیا

دل کی تپش نے ان دنوں سونا بھلا دیا | ایدھر لگی ٹک آنکھ اودھر جگا دیا
لب یار جام کے مرے منہ سے لگا دیا | ساقی نے زہر ہی کا پیالہ پلا دیا
اے زلف یار سچ ہے کہ صحبت کا ہے اثر | مجھ کو بھی تو نے آپ سا آخر بنا دیا
ظلم و ستم کے نام سے تجھ کو تو ننگ تھا | یہ ظلم یہ ستم تجھے کس نے سکھا دیا
اے چرخ کچھ قصور تو مجھ سے ہوا نہیں | کیوں تو نے مجھ کو خاک میں لے کر ملا دیا
نے نام بھی کوئی تو نہ یاد آئیں ہم تجھے | اے یار تو نے اب ہمیں ایسا بھلا دیا
ساقی کسی ہی میں نہ رہی تابِ مے کشی | تیری نگاہِ مست نے ایسا چھکا دیا
جوشش میں کب ہوا کسی بدگو سے دو بدو — جو کچھ کہا کسی نے سنا اور اڑا دیا

گر لب پہ مرے نالۂ جاں کاہ نہ ہوتا | اس درد سے ہرگز کوئی آگاہ نہ ہوتا
تا حشر نہ خاک کس آرام سے رہتے | گر یہ دلِ مضطر مرے ہمراہ نہ ہوتا

کرتی نہ کرم مجھ پہ جو کاہیدگیِ عشق — نزدیک مرے کوہ بَرِ کاہ نہ ہوتا
بس بیٹھتا ہاتھ سے دل ہم بھی نہ دیتے — اے جانِ جہاں تجھ سا جو دلخواہ نہ ہوتا
بوسے کا اگر تجھ سے طلبگار نہ ہوتا ۴۴ ظالم یہ گنہگار گنہگار نہ ہوتا
ہوتا نہ اگر تشنۂ خونِ دلِ عاشق — وا تیر کا اُس کے لبِ سوفار نہ ہوتا
بچتے نہ کبھی اے غمِ تنہائی فرقت — گر مونس و غمخوار دلِ زار نہ ہوتا
جوشش اُسے اغیار جو غیرت نہ دلاتے — وہ یار مری شکل سے بیزار نہ ہوتا

بام پر پی کے وہ شراب آیا ۴۵ سوا نیزے پر آفتاب آیا
لطفِ بحرِ عدم میں ہے ورنہ — چشمِ نرگس لیے حباب آیا
پی کے مے بے حجاب کیا ہوگا — سو طرح کا اُسے حجاب آیا
جو ستم بے حساب کرتا تھا — آج وہ برسرِ حساب آیا
تاب کھایا جہاں کمر نے تری — رشتۂ جاں میں پیچ و تاب آیا
خواب میں جس کے آیا تو اے شوخ — پھر نہ آنکھوں میں اُس کی خواب آیا
ڈر سے ابرِ مژہ کے اے جوشش — معذرت کو تری سحاب آیا

ایسا دل ہاتھ ترے آئے گا کم لیتا جا ۴۶ تجھ کو دیتا ہوں یہ بے دام و درم لیتا جا
دل و ایمان و دل و جان جو تو مانگے تھا — دیتے جاتے ہیں اب ایک ایک کو ہم لیتا جا
تجھ سوا اور کو دیکھا ہو اگر ایک نظر — جیسی جیسی تجھے لینی ہو قسم لیتا جا
یہ کہا صانعِ قدرت نے بنا کر مجھ کو — نالہ و آہ و فغاں درد و الم لیتا جا

سالکِ راہِ فنا اتنی شتابی کیا ہے — کل مقاموں میں ٹھہرتا ہوا دم لیتا جا
سب ہی حاضر ہیں یہی گو ہے یہی میداں ہے — امتحاں عاشقوں کا اپنے صنم لیتا جا
سرکشی چھوڑ دے اس راہ گذر میں جوشش — خاکِ رہ ہو کے تو ہر اک کے قدم لیتا جا

بے تاب نے ترے کیا رہنے کو گھر بنایا ؞ سر دے دے مارنے کو دیوار و در بنایا
دندان و لب کو تیرے عاشق ہوا بنا کر — سنگ و صدف میں جس نے لعل و گہر بنایا
ہے خوب و زشت صورت آنکھوں میں اُن کی یکساں — آئینہ ساں جنھوں کو صاحب نظر بنایا
چالاک تھا اسی کو ہم نامہ بر بناتے — افسوس مرغِ دل کو بے بال و پر بنایا
پابند دامِ دنیا باہمت ہم نہ رکھتے — وابستگاں کی خاطر سیر و سفر بنایا
تابِ کمر کسے ہے بے تاب اس کو جوشش — اللہ نے اُسے کیا نازک کمر بنایا

جب سے ہے اس جبیں پہ چیں پیدا ؞ مہر معدوم اور کیں پیدا
غیر کا نام نقشِ دل مت کر — نام کرتا نہیں نگیں پیدا
درد اُٹھتا نہیں ہے پہلو سے — یہ ہوا تحفہ ہم نشیں پیدا
جن دنوں اشک بار تھیں آنکھیں — نہ زماں تھا نہ تھی زمیں پیدا
ہے وہ بے جرم منحرف مجھ سے — پھر تو کیا کر سکے گنہ پیدا
اس کی گفتار سے بنائے شکر — لبِ شیریں سے انگبیں پیدا

کہتا ہے ایک عالم انصاف کر ہمارا ؞ سنتا نہیں کسی کی بے داد گر ہمارا
اوروں کی عیب جوئی اپنا ہنر نہیں ہے — اپنی ہی عیب جوئی یہ ہے ہنر ہمارا

سرگشتہ اس جہاں میں جوں گردباد ہیں ہم   تھک کر جہاں کہ رہ گئے ہے وہ ہی گھر ہمارا
جاتی ہے کب قفس میں سر سے ہوائے گلشن   برباد تا نہ ہووے یہ مشتِ پر ہمارا
باد نسیم کو بھی آنے نہ دیویں ہرگز   گر ہو تری گلی میں ظالم گزر ہمارا
ملنا جو ہو تو مل لے جاتے ہیں ہم عدم کو   کاہے کو پھیر ہوگا آنا ادھر ہمارا
نظروں سے اُس کو اک دم ہونے نہ دیتے جدا ہم — مقدور ہووے جوشش کچھ بھی اگر ہمارا

ہر چند خوب صورت یاں نت نیا بنایا ۸۰/ع   لیکن تجھے خدا نے اپنا ہی سا بنایا
دریائے حسن میں تا ہووے ہلاک عالم   ابرو کا پل بھی دیکھو تلوار سا بنایا
جامِ جہاں نما گر اس کو کہوں بجا ہے   ایسا ہی ہاتھ آیا ہے دل بنا بنایا
ملکِ بقا کی شاہی قسمت میں ہے انھیں کی   اپنے تئیں جنھوں نے اہلِ فنا بنایا
نے دیر کے ہوں قابل نے لائقِ حرم ہوں — افسوس مجھ کو تو نے ایسا خدا بنایا

جہاں میں بادۂ عشرت پیا پیا نہ پیا ۸۱/ع   سلوک بخت نے ہم سے کیا کیا نہ کیا
نگاہِ لطف سے دیکھا یہی غنیمت ہے   سلام اُس نے ہمارا لیا لیا نہ لیا
عبث خفا ہے مرا دل ربا عبث ہی ملول   یہ دل بھی چیز ہے کوئی دیا دیا نہ دیا
خدا رکھے مرے تارِ سرشک کو قائم   کسی نے چاک گریباں سیا سیا نہ سیا
نہ چھوڑ نزع میں جوشش کو جلد ہو اے مرگ — مریضِ عشق کوئی دم جیا جیا نہ جیا

ہوا ریگِ رواں کی طرح جس جا گہ گزر اپنا ۸۲/۵   بجز آوارگی کوئی نہ تھا واں ہم سفر اپنا
لگا دی دل میں آگ، اے آہِ سوزاں کیا کیا تو نے   جلا دیتا ہے اپنے ہاتھ سے کوئی بھی گھر اپنا

شب فرقت ہی بے تابی دل ہے درد پہلو ہے — نظر آتا نہیں ہم کو تڑپنا تا سحر اپنا
نہ ہووے گی خبر جب تک تری تلوار ای ظالم — طبیبوں کی دوا سے جا چکا یہ درد سر اپنا
کماں ابرو مرا اب بھی نہ دیگا داد اے جوشش — نشانہ ناوک بیداد کرتا ہوں جگر اپنا

۵۳
اٹکھیلیوں سے چلنے کا تجھ کو مزہ ملا — تیری بلا سے خاک میں کوئی ملا ملا
اپنی خوشی دل سے ہوئے آپ شادی مرگ — ایسی ہی گرم جوشی سے وہ بد بلا ملا
کس منہ سے آشنائی کا لوں نام دہر میں — جو آشنا ملا سو یہاں بے وفا ملا
وہ بادشاہ حسن ہے اور میں گدائے عشق — ملنے کی کون طرح مگر دے خدا ملا
ظالم کرے ہے کوئی تغافل یہاں تلک — ہم خاک میں بھی مل گئے پر تو نہ آ ملا
بے خود ہو آئینے کی طرح دیکھ روی یار — اے خودنما خودی میں کسی کو خدا ملا
جوشش جلا جلا ہی اُسے کہتے یاں سُنا — جس جس سے روز عید کو یہ دل جلا ملا

۵۴
تعلقات جہاں سے خبر نہیں رکھتا — ہزار شکر کہ ہیں درد سر نہیں رکھتا
بتوں کے دل میں جگہ کی ہے نالہ نے نے — ہزار حیف یہ نالہ اثر نہیں رکھتا
خفا ہوں جان سے دل کھول کھول نالہ ہو — تری گلی میں کسی کا میں ڈر نہیں رکھتا
نہ ہے نصیب کہ دل دارے ہم اس دل کو — ہزار کہتے ہیں رکھنے کو پر نہیں رکھتا
دل و جگر کو تو پوچھے ہے کون اے جوشش — حضور اُس کے ہیں اپنی خبر نہیں رکھتا

۵۵
گزر ابد تلک جو کبھی تیرے مسیحا کرنا — کشتۂ تیغ تغافل کو بھی احیا کرنا
مجھ کو جس طرح کیا خلق میں رسوا تو نے — سامنے اُس کے بھی اے اشک نہ رسوا کرنا

دل میں اس عاشقِ غم گیں کے کئی عقدے ہیں — یار تو بندِ قبا اپنے ذرا وا کرنا
مانعِ گریہ مستانہ نہ ہو لے زاہد — مجھ کو منظور ہے تر دامنِ تقویٰ کرنا

دھو ڈالے اشک ہو کسی تدبیر کا لکھا — لیکن نہ مٹ سکے جو ہو تقدیر کا لکھا
کاغذ کو پیاک سر کو قلم کے کیا قلم — جب ہم نے وصف کچھ تری شمشیر کا لکھا
زخمِ جگر کے پانی سے تصویر تب کھنچی — جب مو قلم بنا کے پرِ تیر کا لکھا
آنکھوں کی سے سیاہی مژہ کا قلم بنا — رو رو کے حال اس دلِ دلگیر کا لکھا
کھایا نہ تیرا تیرِ نفس ترک سے بندھا — تھا یوں ہی کیا کریں ترے نخچیر کا لکھا
اس کو لکھا نہ جائیو گر کچھ شعور ہے — نسخہ جہاں کہیں کہ ہو اکسیر کا لکھا
شاید پڑھے ہے وہ سبقِ عشق ان دنوں — اب کے جو خط لکھا بڑی توقیر کا لکھا
اُس سے کہو صحیفۂ دل ہاتھ میں رکھے — تعویذ ہے یہ صاحبِ تاثیر کا لکھا

یہی کچھ تھا ہمارے صفحۂ تقدیر پہ لکھا — کہ نامہ اُس نے لکھا بھی تو چوبِ تیر پہ لکھا
یہ حلقہ زلف کا اُس کے نہیں رُوئے مخطط پر — کسی نے حاشیہ قرآن کی تفسیر کا لکھا
دوانا آرزوئے آستاں بوسی میں فرما ہے — صبا جا اُس کے در کے حلقۂ زنجیر پہ لکھ آ
نہنگِ بحرِ خوں خواری و برقِ خرمنِ جاں ہے — بجائے قبضہ ہے اُس ترک کی شمشیر پہ لکھا
خطِ آزادگی بندے کا تم بندے خدا کے ہو — فرنگی زادے نے لے کر خطِ تقدیر پہ لکھا
اب اس مفتی بچے نے آہ فتویٰ قتل کا میرے — خفا ہو کر کے ناحق مجھ سے بے تقصیر پہ لکھا
کیا رسوا اسے عشقِ خرد دشمن نے اے جوشش — یہ دیوانہ کوئی تھا قابلِ تشہیر پہ لکھا

تنہا نہ عشق میں یہ دلِ ناتواں جلا ۸۸
مانندِ نخلِ شمع ہر اک استخواں جلا

نے دل رہا نہ چشم رہی نہ جگر رہا
اے اشک تیرے ہاتھ سے کیا کیا مکاں جلا

بلبل نہ باغباں سے ہو بدظن کہ باغ میں
تیری ہی آہ سے یہ ترا آشیاں جلا

کس طرح سرگزشتِ جدائی بیاں کروں
دی آہِ شعلہ بار نے میری زباں جلا

سیلِ سرشک و آہِ شرربار سے مری
جوشش زمین بہ گئی اور آسماں جلا

اس ادا کا ہوں تری دیوانہ ۸۹
دیکھنا مجھ کو اور چھپ جانا

کیوں نہ صد چاک ہوئے دل میرا
ہاتھ ڈالے ہے زلف پر شانہ

شعلہ رو تجھ پہ کیوں نہ ہوں صدقے
شمع پر جل مرے ہے پروانہ

ہوں وہ دیوانہ ناصحو جس کو
ننگ ہے چاک جیب سلوانا

یار غیروں سے اس قدر کا ربط
اور عاشق کو دیکھ شرمانا

آج ہے جاں بہ لب ترا جوشش
جی میں آئے ترے تو آجانا

تیری مژہ کے سامنے کس کو ہے یارا ۹۰
بچتا نہیں اس تیغِ سیہ تاب کا مارا

عالم میں سبھی قصۂ پارینہ کو بھولے
مذکور تمہارا ہی ہے یا ذکر ہمارا

شعلے نے ترے حسن کے یہ آگ لگا دی
اقلیمِ دل آباد تھا سو جل گیا سارا

ہے کام مرا چاشنیِ مرگ سے محظوظ
کافر ہوں جو تجھ بن ہو مجھے زیست گوارا

کیا کام ہے اس تیر و کماں تیغ و سناں کا
کافی ہے مرے قتل کو بس ایک اشارہ

کوسِ لمن الملک سبھی مارتے تھے کل
دیکھو آج نہ جم ہے نہ سکندر نہ دارا

درویش ہوں جوشش کوئی گر کیا مجھ سے خفا ہو — یاں ہر کس و ناکس کی مساوی ہے مدارا

اس دل صاف سے رہتا ہے عبث یار خفا — ۹۱/۶ — آئینے سے کہیں ہوتے ہیں طرح دار خفا

اے طبیبو نہ معالج ہو نہ تدبیر کرو — زندگی سے ہے بہت یہ دل بیمار خفا

آہ دل میں نے دیا اُس کو گنہ گار ہوا — دیکھ صورت مری ہوتا ہے وہ دلدار خفا

کیوں نہ محظوظ ہو بہ لخت جگر سے مژگاں — گل کی صحبت سے بھی ہوتا ہے کہیں خار خفا

چھوڑوں کس واسطے میں اُس کی گلی کا رہنا — یار تو خوش ہے بلا سے ہوئے اغیار خفا

اُس کی رنجش کا عبث خوف تجھے ہے جوشش — ہو چکا ہے وہ اسی طرح کئی بار خفا

سامنے اُس کے رہ نہیں سکتا — ۹۲/۵ — چپ رہوں یہ بھی ہو نہیں سکتا

سنگ و آہن گداز ہوتے ہیں — اُس کا دل نرم ہو نہیں سکتا

آگ سے طفل اشک ڈرتا ہے — دل کے داغوں کو دھو نہیں سکتا

جس طرح سو گئے مرے طالع — اُس طرح کوئی سو نہیں سکتا

مثل فرہاد عشق میں جوشش — جان کوئی مفت کھو نہیں سکتا

کوئی اس غم کدے میں اپنی غم خواری نہیں کرتا — ۹۳/۷ — دیا ہے ایک کو دل وہ بھی دلداری نہیں کرتا

نشان مرگ ہے سر سے سفید اے پیر نا بالغ — عبث بیٹھا ہے تو چلنے کی تیاری نہیں کرتا

ہمیں منظور تھی سعی رہ عشق میں لیکن — ہمارا اختر طالع مددگاری نہیں کرتا

عبث شکوہ ہے چشم تر سے میری جیب داماں کو — یہ زخم خوں چکاں کس روز گلکاری نہیں کرتا

.. .. جب ان نے کہ بوسہ دیجیے لیکن — اُدھر گر کوئی حق نمک خواری نہیں کرتا

دل آزار اُس کو کہنا کفر ہے کیشِ محبت میں ۔۔ وہ دل داری کا مالک ہے دل آزاری نہیں کرتا
طرف پر غیر کی جب اُس نے باندھی ہے کمر جوشش ۔۔ بلا سے گر کوئی میری طرف داری نہیں کرتا

۹۴/۵

ان دنوں وہ ادھر نہیں آتا ۔۔ اپنا جینا نظر نہیں آتا
اُس کی وعدہ خلافیاں دیکھو ۔۔ آنے کہتا ہے پر نہیں آتا
گھر بہ گھر تو پڑا پھرے ہے تو ۔۔ آہ کیوں میرے گھر نہیں آتا
قاصد اُس بے وفا سے یوں کہنا ۔۔ لکھ تو کچھ بھیج گر نہیں آتا
کس لیے جوشش اتنی نالہ کشی ۔۔ کچھ اثر تو نظر نہیں آتا

۹۵/۵

اگر منظور ہووے عشق دل کو پاک کر دینا ۔۔ تو اسبابِ تعلق کو جلا کر خاک کر دینا
جنونِ فہمیدہ معنی ہیں تجھے گر دست قدرت ہو ۔۔ گریبانِ تعلق بے تامل چاک کر دینا
تجلّی تیری یارب برق عقل و ہوش ہے لیکن ۔۔ مجھے تو روشناسِ شعلۂ ادراک کر دینا
یہ مشتِ استخواں باقی ہے اب اے چشم خوں گریہ ۔۔ اسے بھی بحرِ غم کا تو خس و خاشاک کر دینا
اگر جوشش نہ رونا ہو تجھے دردِ محبّت سے ۔۔ الٰہی خشک اُس کا دیدۂ نم ناک کر دینا

۹۶/۵

ناصحوں کی بات کا مانے نہ دیوانہ بُرا ۔۔ پر نصیحت ہر گھڑی کی اور سمجھانا بُرا
بر سرِ جنگ آئے تم اور روٹھ کر ہم سے چلے ۔۔ اُس طرح آنا بھلا تھا اس طرح جانا بُرا
گلشنِ الفت میں یارب غنچۂ دل کا مرے ۔۔ سوکھ جانا خوب تھا لیکن یہ کھلانا بُرا
گرد اُس کی رات دن پھرتا ہے کیوں اے محتسب ۔۔ گر ترے نزدیک ٹھہرا ہے یہ مے خانہ بُرا
جوشش اُس بے رحم سے اتنا تو اب پوچھے کوئی ۔۔ غیر کا شکوہ کیا تھا تو نے کیوں مانا بُرا

دیکھیے روزِ جزا ہوئے ہے کیا حال اپنا ۹۷ زلف آسا ہے سیہ نامۂ اعمال اپنا
نالہ و آہ و فغاں سوزشِ دل داغِ جگر — جی میں ہے سونپ دوں جوشش کو یہ جنجال اپنا

پہلو میں جب سے بیٹھا ہے پیکان دوسرا ۹۸ خوش ہوں کہ گھر میں آیا ہے مہمان دوسرا
ہر طرف پھینکتے ہو جو کافر نگاہ کو — مارو گے آج کوئی مسلمان دوسرا
اک جیب تھا سو دستِ جنوں دھجیاں ہوا — لاؤں کہاں سے اب میں گریبان دوسرا
غربت زدوں کی نالہ رکھتا نہ باغباں — کر لیں گے دیدہ کوئی گلستان دوسرا
آپس میں ہم دو دل کے نکالیں گے خفگیاں — آئے ہمارے اُس کے نہ درمیان دوسرا
بہنے لگا ہے ان دنوں ناسورِ زخمِ دل — پیدا ہوا ہے دیدۂ گریان دوسرا
سنبل کو رشکِ زلف کو خوباں کی ہے حسد — جوشش سا کوئی نہ ہوگا پریشان دوسرا

جب سے ہوا ہے مجھ سے وہ گل پیرہن جدا ۹۹ کھٹکے ہے گل نظر میں جدا اور چمن جدا
شیشے سے دل کے سنگِ حوادث گراں بکے — بازارِ عشق کا نظر آیا چلن جدا
کوئی کسی کو پوچھے ہے کب راہِ عشق میں — رہرو جدا خراب ہے اور راہزن جدا
محرابِ ابرو اور یہ زنارِ زلف دیکھ — سر پیٹتا ہے شیخ جدا برہمن جدا
دریائے حسن دشمنِ دل تھا ہی عشق میں — گاہک ہوا ہے جان کا چاہِ ذقن جدا
رہتا ہے تجھ کو معنی و الفاظ کا تلاش — جوشش ترا تو سب سے ہے طورِ سخن جدا

یہ دل کب سرزنش سے عشق کی اے مہرباں ٹوٹا ۱۰۰ یہاں تک سر کو ٹکرایا کہ سنگِ آستاں ٹوٹا
یہاں تک کھائے ہیں سنگِ حوادث دستِ گردوں سے — لگا دل کانپنے پہلو میں کوئی تارا جہاں ٹوٹا

ہوئی ہے چشمِ بیمار اُس کی تیر افگن پہ یہ ہے — جہاں لغزش ہوئی ہاتھوں کو واں تیر کماں ٹوٹا

ہجومِ ابرِ غم میں اُس کے رعد نالہ جب کڑکا — اِدھر پھٹ گئی زمیں صدمے سے اُدھر آسماں ٹوٹا

لگا دے بے تامّل منہ سے اب شیشہ کہ مرتے ہیں — نشہ تیری سیہ مستوں کا اے پیرِ مغاں ٹوٹا

جفا کاری کا اُس کی شور تھا عالم میں اے ظالم — ولیکن دیکھ کر تجھ کو غرورِ آسماں ٹوٹا

کیا تشہیر مجھ کو عشق نے جس وقت اے جوشش — تماشا دیکھنے کو میرے اک عالم یہاں ٹوٹا

۱۰۱/۷ جادو کیا نگہ نے پلکوں نے بان مارا — اُس چشمِ پر فسوں نے مجھ کو ندان مارا

عارض سے خط نکلتے قسمی ہوا انتظام سے — قاتل نے سیفِ قرآں رکھ درمیان مارا

اک تو مجھے غمِ دل عشقِ بتاں میں تھا ہی — تس پر بکا بکا کر ناصح نے جان مارا

سر پیٹتے ہیں اپنا کیا شیخ کیا برہمن — مطرب پسر نے سب کو نے لے کے جان مارا

مرنے کا غم نہیں کچھ افسوس ہے تو یہ ہے — تو نے نہ اپنے ہاتھوں اے بدگمان مارا

مقتل میں دیکھ مجھ کو کہتی ہے خلق جوشش — کس ترکِ سنگ دل نے ایسا جوان مارا

۱۰۲/۵ مجھ سا فتادہ ہو جو ہم آغوشِ نقشِ پا — اُڑ جائے دیکھتے ہی اُسے ہوشِ نقشِ پا

رکھتا ہے رہ گزر میں تمہی یار زیرِ لب — صد حرفِ آرزو لبِ خاموشِ نقشِ پا

افتادگاں جہاں میں سبک دوش ہیں سدا — باور نہیں تو دیکھ لے تو دوشِ نقشِ پا

سنتے نہیں ہیں خاک نشیں حرفِ ہرزہ گرد — پہنچے صدا پائے نہ تا گوشِ نقشِ پا

جوشش ملے وہ خاک نشیں سے جو خاک ہو — دیکھا نہ جز غبارِ رہِ ہم آغوشِ نقشِ پا

۱۰۳/۸ ہے یہی زمزمۂ مرغِ سحر آخرِ شب — آہ مت سو ہو سونا ہے خطر آخرِ شب

دزد چالاک نسیمِ سحری ہے کیوں کر — شمع کے سر پہ رہے طرّۂ زر آخرِ شب
زیرِ گلبن نہیں گل برگ پڑے وقتِ سحر — چشمِ بلبل سے گرے لختِ جگر آخرِ شب
تخت پر یوں ہی کا دیکھا کرے مرتے مرتے — ہووے کوچے میں ترے جس کا گزر آخرِ شب
رات آدھی ابھی باقی ہے سبھی بول اٹھے — دیکھ بالوں کو ترے تا بہ کمر آخرِ شب
دل کشا باغ ہے اقلیمِ فنا کا رستہ — لطف یہ کھلتا ہے یہاں سیر و سفر آخرِ شب
مہر بیں مہر نہیں گل میں نہیں بوے وفا — اوس کیوں آتی ہے با دیدۂ تر آخرِ شب
اُس کے افشاں کا یہ عالم ہے سحر کو منہ پر — جوں ستارے کئی آتے ہیں نظر آخرِ شب

۱۰۴ ہ

بے تاب ہی رہتا ہوں تری یاد میں ہر شب — گزرے ہے مری نالہ و فریاد میں ہر شب
جلتے ہیں سدا دل میں یوں داغ جگر کے — جوں شمع جلے خانۂ آباد میں ہر شب
جاتی کبھی ہیرا در کبھی دو خواب میں آتا — صحبت تھی عجب شیریں و فرہاد میں ہر شب
کوچے میں ترے روئیے دل کھول کے ظالم — آتا ہے یہی اپنے دلِ ناشاد میں ہر شب
جوشش غزل تازہ کہے کیوں نہ وہ ہر روز — رہتا ہو جو مضمون کے ایجاد میں ہر شب

۱۰۵ ب

نہ کام باغ سے ہے نہ بہار سے مطلب — رکھوں ہوں اپنے دلِ داغدار سے مطلب
دل و جگر نہ مرا ہوئے رزقِ مار و مور — یہی ہے مجھ کو خط و زلفِ یار سے مطلب
مرا غبار بہا دیوے لوحِ ہستی سے — یہی ہے اس مژۂ اشکبار سے مطلب
حصولِ پند کہ رسواے عشق کو ناصح — نہ کام ننگ سے کچھ ہے نہ عار سے مطلب
گلی میں اس کی رہے خاک و خوں ہی میں تا حشر — شہیدِ عشق کو ہے کیا مزار سے مطلب

درختِ خشک ہوں اِس باغِ دہر میں جوشش —
غرض نہ برگ سے مجھ کو نہ بار سے مطلب

۱۰۶ / ۵
بیجیے رندی کا پیشہ شیشہ ہے شراب
کیجیے اک گھونٹ شیشہ شیشہ شیشے ہے شراب

شیشہ خالی نہ دیکھا ساقیا کچھ غم نہیں
تاک کے ریشہ بہ ریشہ شیشہ شیشے ہے شراب

جلوۂ مستانہ سے شیریں کے ہر اک سنگ میں
غور سے ٹک دیکھ تیشہ شیشہ شیشے ہے شراب

اُس شکار افگن کی چشمِ مست سے آمے کشو
ہو گیا مے خانہ بیشہ شیشہ شیشے ہے شراب

مصرعِ ثروت نے جوشش مست و دیوانہ کیا
"دشت دشت و بیشہ بیشہ شیشہ شیشے ہے شراب"

۱۰۷ / ۷
ہم آپ مست ہوں کب دیکھتا ہوں سوئے شراب
دماغ کو مرے برہم کرے ہے بوئے شراب

عبث چھپاتے ہو تم مجھ سے صحبتِ شب کو
تمہارے منہ سے تو آتی ہے آج بوئے شراب

دل برشتہ و خونِ جگر سے ہوں محظوظ
نہ ہے کباب کی خواہش نہ آرزوئے شراب

نشہ نہ ہوئے اگر خم کو منہ لگا دیویں
ہمارے آگے تو کیا چیز ہے سبوئے شراب

شکستِ جام و سبو ہوا گر تجھے منظور
تو شیخ سر سے مرے مار تو سبوئے شراب

رکھے ہے عالمِ ہستی بس اور کیفیت
ٹک اس کے منہ سے سنے کوئی گفتگوئے شراب

جو اُس کی چشم کا ہے جرعہ نوش اے جوشش —
کرے نہ ساقیِ دوراں سے آرزوئے شراب

۱۰۸ / ۷
جو اُس کا جلوہ ہو جوں آفتاب در تہِ آب
نہ آئے مردمِ آبی کو خواب در تہِ آب

پیے شراب لبِ جو کبھی جو وہ خوش چشم
عجب نہیں کہ ہو ماہی کباب در تہِ آب

سبک رواں کو نہیں چین بحرِ دنیا میں
ہمیشہ ریگ کو ہے اضطراب در تہِ آب

وفورِ اشک نے میرے ڈبو یا آنکھوں کو
نہ دیکھا ہوئے تو دیکھو حباب در تہِ آب

وطن میں آبرو پیدا کرے ہے اہلِ صفا — ملے ہے موتی کے دانے کو آب در تہِ آب

سرشکِ چشم سے ڈر ہے کہ یہ صحیفۂ دل — خراب ہووے نہ مثلِ کتاب در تہِ آب

غریقِ بحرِ ہوس کب نکل سکے جوشش — نہ اچھلے بیٹھے جو مستِ شراب در تہِ آب

خفا ہو اُس نے لکھا مجھ کو پھر جواب شتاب — ۱۰۹ کہ خط لکھا نہ کرے بے ادب شتاب شتاب

ترے سخن کو سُن اے شیخ کیوں نہ غافل ہوں — ہوائے سرد سے آتا ہے سب کو خواب شتاب

غمِ زمانہ سے آیا ہوں تنگ اے ساقی — لگا دے مُنہ سے مرے شیشۂ شراب شتاب

دعا نہ مانگوں کبھی میں جنابِ اقدس سے — الٰہی ہو یہ دعا میری مستجاب شتاب

ترقی چاہیو مت اشک چشم میں رہ کر — کہ جوشش سیل سے ہوئے ہے گھر خراب شتاب

یہ سر نیاز ہے اے تیغ یار دریغ نہ کر — میں چاہتا ہوں کہ ہو جائے کامیاب شتاب

صلہ ہی دیوے گی جوشش و ہمتِ بسمل — کہ لایا ہے یہ غزل کہہ کے در جواب شتاب

تھم جائے دیکھ کر تجھے جوئے چمن میں آب — ۱۱۰ حسرت سے سرو و گل کے بھر آئے دہن میں آب

اُس لعلِ لب کے منہ پہ جو آجائے ٹک کہیں — نے رنگ ہی رہے نہ عقیقِ یمن میں آب

حاصل ہوئی نہ عشق میں اُس کے گدازگی — آئی ہے دل کی آگ ہی ہو کر بدن میں آب

بارانگاہِ گرم کا تیرے سے جو دفن ہو — تربت زمیں کا جذب ہوائے کفن میں آب

یہ تب کے سائے اعضا میں ڈالے ہیں آبلے — یہ آگ ہے بھری نہیں داغِ کہن میں آب

جو کچھ کہ تیرے دانتوں میں ہے لعل لب بھرے — کاہے کو اس طرح کی ہے دُرِّ عدن میں آب

یہ زلف و خال ہے رسن و دلو باغِ حسن — گل رو ہے جب تلک تری چاہِ ذقن میں آب

جوشش تو کیا ہے یاں صدفِ دل میں خلق کے — دیوے ہے آگ جس کے ہو دُرِّ سخن میں آب

۱۱۱/۳

عیش سے بی بہرہ ہیں اور درد و غم سے بی نصیب — خلق ہوتے ہیں جہاں میں کوئی ہم سے بے نصیب

آپ چل سکتے نہیں اور غیر کے ہیں رہ نما — ہم نے تو دیکھے نہیں نقشِ قدم سے بے نصیب

شیخ جو تیری طرح ہے اپنے دل سے بے خبر — گو حرم میں ہو یہ ہے طوفِ حرم سے بے نصیب

۱۱۲/۵

کہتے کہتے صفت تھکتی ہے زبانِ عندلیب — کان دھر سنتا نہیں گل داستانِ عندلیب

باغباں یہ مژدہ تو ہے مبارک ہو تجھے — آتشِ گل نے جلایا آشیانِ عندلیب

دردناک آوازہ اس کی کیوں نہ ہو مانندِ نَے — سوز سے معمور ہے ہر استخوانِ عندلیب

جورِ گل تو اک طرف لے باغباں اس فصل میں — لے چکا سو بار تو بھی امتحانِ عندلیب

ہر گھڑی رہتے ہیں اس کے دیدۂ تر خوں فشاں — کیوں نہ ہو گلزار ہی جوشش مکانِ عندلیب

۱۱۳/۵

اپنی بصارت کہاں اور کہاں روئے دوست — ہو نہ اگر توتیا خاکِ رہِ کوئے دوست

شیخ مجھے کام کیا مسجد و محراب سے — سجدہ گہِ عاشقاں ہے خمِ ابروئے دوست

ناصحِ ناداں نہ پوچھ مجھ سے مرا ماجرا — چشم ہے تیری طرف دل ہے مرا سوئے دوست

اس کے اسیروں کا ہو کیوں نہ معطر دماغ — نافۂ تاتار ہے حلقۂ گیسوئے دوست

شیشۂ دل سے مرے کیوں ہے اسے احتراز — تند ہے مثلِ شراب جوشش اگر خوئے دوست

۱۱۴/۴

ملنے کو تو ملیں گے تجھے یوں ہزار دوست — لیکن نہ ہاتھ آئے گا کوئی مجھ سا یار دوست

صیدِ حرم کو شوق ہے اُس کے خدنگ کا — جب سے دو شستہ ہوا ہے شکارِ دوست

نفرت کریں گے تجھ سے ترے دوست دار بھی — بے طرح دیکھتا ہوں میں تیرے شعار دوست

رکھتا ہے تیرے چہرۂ گل رنگ پر نظر ــــ مانند مے کشاں نہیں جوشش بہار دوست

شراب شوق سے ہے سبز توبۂ تاک کی صورت ۱۱۵/۵ نہ ہو زار ہو تو زرد خشک ہے مسواک کی صورت

اگر رکھتی نہ رتبہ خاکساری سب کی آنکھوں میں ــ تو سرمہ سنگ ہی رہتا نہ ہوتا خاک کی صورت

قلم رونے لگے کاغذ گریباں چاک کر ڈالے ــ اگر کھینچے مصوّر اس دلِ غمناک کی صورت

خفا ہو بخیۂ خورشید سے صبح قیامت بھی ــ اگر دیکھے کبھی مجھ سے گریباں چاک کی صورت

بس اب موقوف کر رونا کہ سیلِ اشک میں جوش ــ لگے خارِ مژہ بہنے خس و خاشاک کی صورت

کن نے دیکھی نہ تمہارے کفِ پا کی صورت ۱۱۶/۸ کس کا دل خوش نہ ہوا برگِ حنا کی صورت

زندگانی پہ بجھے فتح مبارک اے مرگ ــ اب بُری لگنے لگی مجھ کو دوا کی صورت

کامیاب اُس لبِ جاں بخش سے ہوں میں اے خضر ــ کب خوش آتی ہے مجھے آبِ بقا کی صورت

کیوں نہ دربان ترے شور کریں دیکھ مجھے ــ سگ کو فریاد ہیں لاتی ہے گدا کی صورت

جس کے سینے پہ لگا اُن نے نہ مانگا پانی ــ ہے ترا تیر نگہ تیرِ قضا کی صورت

عشق میں سیم تنوں کے نہ رہی زر کی ہوس ــ کی ہے پیدا مرے چہرے نے طلا کی صورت

اُس کے چہرے پہ ہوا سبزۂ خط جب پیدا ــ ہو گئی اور ہی کچھ ناز و ادا کی صورت

راہ پائے نہ اگر دل میں خودی ای جوشش ــــ نظر آجائے ابھی تجھ کو خدا کی صورت

نہ شکل شیشہ آتی ہی نظر نے جام کی صورت ۱۱۷/۴ رہی زیرِ فلک پھر کون سی آرام کی صورت

چھپاتے ہیں سبھی صیاد اور یہ مرا نو خط ــ دلوں کو صید کرتا ہے دکھا کر دام کی صورت

مژہ نے تیری ایسی یار اس کے ساتھ کاوش کی ــ مشبّک ہو گیا دل پر دہ بادام کی صورت

اُسے نامہ لکھا ہم نے تو مرغِ درح کو سونپا — کہ تا دیکھے کبوتر بھی نہ اُسکے بام کی صورت

سُنے جان ملک اپنی پرستارِ محبت ۱۱۷/۱۵ لائے نہ زباں پر کبھی اسرارِ محبت

کیا خاک کوئی ہووے خریدارِ محبت دیکھوے ہے جلا گرمیِ بازارِ محبت

مانگے ہے دعا نت یہی بیمارِ محبت آزار خدا دیوے تو آزارِ محبت

کیوں کر نہ کنارہ کروں میں آہ و فغاں سے منظور نہیں ہے مجھے اظہارِ محبت

مُنکر جو بہ جد ہی مجھے دیکھا تو یہ بولا انکار سے پایا گیا اقرارِ محبت

کب اس کو کوئی گلشن و گلزار لگے ہے یہ سینہ پہ داغ ہے گلزارِ محبت

کیا سلطنتِ دین ہوئی کیا شاہیِ دنیا طالب نہیں دونوں کا طلبگارِ محبت

قدر ان کی تو آنکھوں میں ہے حسنِ نظر دیکھی ہیں اشک کے قطرے درِ شہوارِ محبت

منہ زرد ہے لب خشک ہیں اور آنکھوں میں آنسو ظاہر ہے مرے چہرے سے آثارِ محبت

جو قیدی ہے وہ چھوٹے گا اک دن پہ رہے گا تا حشر گرفتارِ گرفتارِ محبت

اک گل نہ چنے گا وہ کبھی باغِ وفا سے پہلو میں چبھا جس کے نہ ہو خارِ محبت

جو ہے کہیے سزا اُس کی سزاوار ہے سب کے ہے تو یہ گنہ گار گنہ گارِ محبت

جو آنکھوں میں پھرتا ہے پھری آنکھوں کے آگے آسان خدا کر دے یہ دشوارِ محبت

رکھتے ہیں وہاں نوں یہ سدا مہرِ خموشی وے لوگ جنھیں آتی ہے گفتارِ محبت

دل درد و غمِ عشق سے جو شش ہو مصفا — صیقل گرِ آئینہ ہے زنگارِ محبت

نہ ہوتے ہم خریدارِ محبت ۱۱۵/۶ نہ ہوتا گرم بازارِ محبت

نہ ہو دشمن کو بھی ای دوست دارو — برا ہوتا ہے آزارِ محبت
دلِ دیوانہ دست انداز ہو — بہت دشوار ہے کارِ محبت
عبث تدبیر کرتے ہو طبیبو — نہیں جینے کا بیمارِ محبت
ترشح سے ترے اے ابرِ مژگاں — ہوا سرسبز گلزارِ محبت
ہوا کیا کام اب دیر و حرم سے — ہوا جوشش پرستارِ محبت

۱۱۹/۵

کہتے ہیں دل کو اہلِ دلاں جاۓ معرفت — کیوں کر کیا ہی کوزے میں دریاۓ معرفت
قسمت میں عقل ہوئے تو ہوئے عقلِ کاملہ — سودا اگر خدا جو دیوے تو سودائے معرفت
اے شیخ آئے دامِ شریعت میں کس طرح — جو کوئی ہوئے آہوئے صحرائے معرفت
مجھ کو نہیں مجاز و حقیقت کا امتیاز — رکھتا ہوں میں تو نشۂ صہباۓ معرفت
دیکھوں کبھی نہ روئے دوئی احولوں کی طرح — دیوے خدا جو دیدۂ بیناۓ معرفت

۱۲۰/۵

مجھے دل ہی کے آستانے کی دولت — لگی ہاتھ سارے زمانے کی دولت
گرہ باندھی غنچوں نے طرزِ تبسم — چمن میں ترے مسکرانے کی دولت
ہوئے ہم بھی مشہور دیوانہ پن میں — ترے ہاتھ کے سنگ کھانے کی دولت
نہ تھا دام ہستی سے کچھ کام ہم کو — پھنسے آکر اس آب و دانے کی دولت

۱۲۱/۸

مطلق نہیں احوال کے اظہار کی طاقت — کیا طاق ہوئی اس دلِ بیمار کی طاقت
دوں پروریٔ چرخ سمجھ اس کو وگرنہ — ہم پہلوئے گل ہو یہ نہ تھی خار کی طاقت
غیرت نہیں آتی کہ ترے سامنے ظالم — بحثیں ترے عاشق سے یہ اغیار کی طاقت

کیا تاب جو کوئی دیکھے ترا روے درخشاں — ہاں کس کو ہے خورشید کے دیدار کی طاقت
کرتا ہے کوئی بھی اُٹھے آزاد قفس سے — صیاد نہ ہو جسے رفتار کی طاقت
بھر آنکھ تری چشم سیہ مست کو دیکھے — ہم نے تو نہ دیکھی کسی مے خوار کی طاقت
کیا بخشیے کیا کیجیے تکرار کسی سے — نہ بخشش کی قدرت ہے نہ تکرار کی طاقت
جوشش نہ کہے کون کہے حال ہمارا — کس کو ہے ترے سامنے گفتار کی طاقت

١٢٢/٨

رکھ ناز سے نہ آنکھ پہ اپنے جو پشت دست — خار مژہ سے ہووے گی رنجور پشت دست
ٹک مار دیکھ گل پہ اے مغرور پشت دست — ہوتی ہے سو جگہ سے ابھی چور پشت دست
رنگ حنا کف کا دکھاتا نہ وہ کبھی — لیکن تری صفا سے ہے مجبور پشت دست
ہر پشت پا پہ رکھنے تو دیتا زری مجھے — گر مارنا ہی تھا تجھے منظور پشت دست
پونچھے ہے اشک گرم کو تیرے فراق میں — ہے آبلوں سے خوشۂ انگور پشت دست
غیروں کے آگے پھر سماجت تری ہے — رکھتا ہوں رو کے دست پہ مجبور پشت دست
اس ناز اس ادا میں تو سودا ہے جان کا — نے مار پشت پا نہ بہ ایں زور پشت دست
کس طرح جاؤں باغ میں جوشش کہ ہر کلی — دکھلا کے کہتی ہے مجھے "رہ دور" پشت دست

١٢٣/٥

اشک گرم آنکھوں سے تا صبح رہی جاری رات — آہ انگاروں پہ لوٹا کیے ہم ساری رات
زخمی تیغ تغافل کا خدا حافظ ہے — ہاتھ ملتے ہیں سبھی آج کہ ہے بھاری رات
دل بیمار کا میرے ہوا احوال تباہ — یاد آئی جو تری چشم کی بیماری رات
ایک دم بھی مرے پہلو سے نہ سرکے ظالم — خوب کی درد الم نے مری غمخواری رات

بھولے سے ایک نظر اُس کو کہیں دیکھا تھا — نقدِ جاں اُن نے لیا مجھ سے گنہ گاری رات

۱۲۴/۷ تم تو رہتے ہو مرے درپئے آزار عبث — دم بہ دم باندھے پھرا کرتے ہو تلوار عبث
اے مسیحائے زماں کب تو کرم کرتا ہے — تجھ سے رکھتا ہے توقع دلِ بیمار عبث
بت نے سجدے کیے اس ترک کو بت خانے میں — برہمن تیری گلے میں ہے یہ زنار عبث
سیلِ خوں اس کو ٹھہرنے کوئی دے ہے جرّاح — زخم پر دل کے نہ رکھ مرہمِ زنگار عبث
بار کافی ہے مجھے اک نگہِ تیز تری — کھینچتا ہے تو مرے قتل کو تلوار عبث
پردۂ چشم سے اے اشک نکل کر باہر — راز دل کو مرے کرتا ہے تو اظہار عبث
کل ہی کی بات ہے جوشش نے پلا چھوڑی ہے — آج مے پینے سے پھر کرتے ہو انکار عبث

۱۲۵/۸ غیروں کو دیکھ دیکھ تری انجمن کے بیچ — جلتا ہوں مثلِ شمع سدا پیرہن کے بیچ
مطلق نہیں رہی گل و بلبل میں دوستی — جب سے وہ گل عذار گیا ہے چمن کے بیچ
اُس زلفِ پر شکن کو نہ اے شانہ جھاڑیو — اُلجھے ہوئے ہیں سیکڑوں دل ہر شکن کے بیچ
آزادگی نصیب نہ اُس کو ہوئی کبھی — جو کوئی پھنس گیا تری چاہِ ذقن کے بیچ
موقوف دیکھنے ہی پہ ہے کیا بیاں کروں — ناصح جو کچھ بہار ہے دیوانہ پن کے بیچ
جس طرح شمع جلتی ہے فانوس میں مدام — جلتا رہے گا یہ دلِ سوزاں کفن کے بیچ
جب دیکھتے ہیں خنجرِ خوں خوار کی طرف — خوں مارتا ہے جوش ہمارے بدن کے بیچ
جوشش ترا کلام بھی کیا دردناک ہے — لگتی ہے چوٹ دل کو تری ہر سخن کے بیچ

۱۲۶ جو نہ گزرا نہ ہوا نوح کے طوفان کے بیچ — دیکھ تو آج مرے اشک کے طغیان کے بیچ

نے دو کعبے میں ہے اے شیخ نہ مے خانے میں — ہم نے دیکھا ہے جسے حضرتِ انسان کے بیچ

شورِ بلبل ہے گلستان میں اور خندۂ گل — کیا مزہ صبح کو ہے چاکِ گریبان کے بیچ

لہو جاری ہے سدا آبلۂ پا سے مری — رشکِ گل کیوں نہ ہو ہر خار بیابان کے بیچ

خواب میں بھی نہیں جمعیتِ خاطر اس کو — جو گرفتار ہے اُس زلفِ پریشان کے بیچ

آہ اس اشک کے سیلاب میں بہتے بہتے — آ لگے خارِ مژہ ساحلِ داماں کے بیچ

مصرعِ ابروے خوباں کے مقابل جوشش — ایک مصرع بھی نہ دیکھا تری دیوان کے بیچ

۱۲۷/۹

اُس کے بحرِ حُسن میں ابرو ہی جوں شمشیرِ موج — طرۂ طرار ہی مخلت دہِ زنجیرِ موج

رہ روانِ عشق کی مانع نہیں حرص و ہوا — کب خس و خاشاک ہو سکتا ہے دامن گیرِ موج

اہلِ صورت سے نہ ہوئے صاحبِ معنے کا کام — تشنہ کو سیراب کر سکتی نہیں تصویرِ موج

بے قراری کی ہے کیفیت یہاں آرام نہیں — ساتھ ساحل کے یہی ہے ہر گھڑی تقریرِ موج

موج زن ہو گر لبِ دریا مرا سیلابِ اشک — ہوئے ہر چشمِ تماشائی میں کم تو قیرِ موج

بحرِ بے پایان بے تابی میں کرتی ہے شنا — کیوں نہ ہو لغزش میں پائے خامۂ تحریرِ موج

ہم کنارہ آرام سے ہوتے نہ دیکھا ایک دم — ٹک بتا تو اے نسیم ایسی ہے کیا تقصیرِ موج

مضطرب کیوں کر نہ ہر دم بحرِ ہستی میں رہے — جب ہوا کے ہاتھ سے پانی پہ ہو تعمیرِ موج

سیرِ دریا سے کھلی جوشش نہ اس دل کی گرہ — ہو گئے فرسودہ ناحق ناخنِ تدبیرِ موج

۱۲۸/۹

اُس زلفِ گرہ گیر کو ٹک دیکھے اگر موج — شرمندہ ہو گرداب اِدھر اور اُدھر موج

اس رنگ کے ڈورے تری آنکھوں میں ہیں جب سے — ساغر میں خجل ہے مے گلرنگ کی ہر موج

دیکھا کسی عادت گرِ آرام کو ورنہ — جاتی ہے چلی مضطرب الحال کدھر موج
اے سرد لبِ جو یہ قدم بوس کو تیرے — ہوئیں نہ حباب آتے ہی با دیدۂ تر موج
جس دن سے گیا اشک کے ہمراہ دلِ مضطر — دوڑوں ہوں اسی طرف میں دیکھوں ہوں جہاں ہر موج
آئینہ میں جو کچھ ہے تری عکس کا جلوہ — پانی میں کہاں مارے ہے یوں عکسِ قمر موج
عماں نہ ہم چشم ہو آنسو کا ہمارے — ہر موج میں اس بحر کی مارے ہے گہر موج
اس طرح ترے عشق میں ہے یہ دلِ مضطر — جس طرح سے دریا میں ہے بے خوف و خطر موج
جوشش دلِ بے تاب کو اپنے نہ دکھانا —— اس بحر سے باندھے گی ابھی رختِ سفر موج

۱۲۹ ح

عاشق کی دل پسند ہو کیوں کر قمر کی طرح — رکھتا نہیں چمک وہ مری سیم بر کی طرح
اے رشکِ آفتاب شتاب آ کہ داغِ دل — اب آتش طلب ہے چراغِ سحر کی طرح
خورشید جس طرح سے شفق میں نمود ہو — ویسے ہی طور دل میں ہے داغِ جگر کی طرح
مثلِ حریمِ دل ہے نہ کعبہ نہ بت کدہ — ٹک دیکھیے جو غور سے اہلِ نظر کی طرح
باغِ جہاں میں ہوں پہ کسی کام کا نہیں — ہوں قابلِ تبر شجرِ بے ثمر کی طرح
سرگوشی بتاں کا نہ دم مار صاف دل — سوراخ ہو جگر میں نہ جب تک گہر کی طرح
ٹکرایا سر کو ہجر میں جوشش یہاں تلک —— کچھ اور ہو گئی مرے دیوار و در کی طرح

۱۳۰ ح

کچھ کہی جاتی نہیں مژگانِ دلبر کی طرح — ڈوب جاتی ہے رگِ جاں میں وہ نشتر کی طرح
عشق نے مجھ کو جلا کر خاک کر ڈالا تو کیا — داغِ دل کے جوں کے توں دہکے ہیں اخگر کی طرح
اُس کے وہ مژگانِ برگردیدہ جب یاد آ گئے — پھر گئے میرے گلے پر آہ خنجر کی طرح

اتنے کاہیدہ ہوئے اِن نوخطوں کے عشق میں
رگ نمایاں ہیں ہماری تن پہ سطر کی طرح

خونِ دل یاقوت آسا جس کسی کا قوت ہے
آب و دانہ کا نہیں محتاج گوہر کی طرح

جب سے آیا ہے نظر وہ شعلہ رو جوشش مجھے
آگ میں بستا ہے جی میرا سمندر کی طرح

۱۳۱

نہ ملتی کیوں [illegible] ساقی سے ہوں برائے قدح
بغل میں ہے دلِ پرخوں مرا بجائے قدح

عزیز کیوں نہ رکھے چشمِ یار دل کو مرے
مدام ہاتھ میں مستوں ہی کے ہے جائے قدح

مشابہ اس دلِ گردش زدہ کے اے ساقی
ہوئی ہے کب کہ دہر میں بنائے قدح

رکھے ہے گردن و چشمِ بتاں سے ربط یہ دل
نہ آشنائے صراحی نہ آشنائے قدح

جو کچھ رکھے ہے تری چشمِ مست کیفیت
نظر پڑی نہ کسی میں مجھے سوائے قدح

لگائیو لبِ گوں سے ٹک سمجھ کر اسے
مجھے یہ ڈر ہے کہیں مست ہو نہ جائے قدح

کسی کی مجھ سے یہاں التجا نہ ہو جوشش
جو التجا بھی کروں میں تو التجائے قدح

۱۳۲

گو دھجیاں کر اپنا گریباں اُڑائے صبح
پر میرے جیبِ چاک کی خوبی نہ پائے صبح

اُس مہروش کا دید میسر اُنھیں کو ہے
پیدا ہوئی ہے دل میں جنھوں کے صفائے صبح

رو بیٹھے رہو گے کب تئیں تم رات کم رہی
دھڑکے ہے دل ہمارا کہیں ہو نہ جائے صبح

جلتا رہا ہوں شمع صفت بزمِ یار میں
لے ابتدائے صبح سے تا انتہائے صبح

مانندِ شمع اہلِ دلاں اس جہان میں
دیتے ہیں اپنی جان تلک رونمائے صبح

خونِ دل اور لختِ جگر ٹھہری ہے غذا
آذوقہ ہے دو شام کا یہ ناشتائے صبح

خورشید رو کے فیضِ تصور سے عشق میں
شامِ شبِ فراق ہے آنکھوں میں جائے صبح

شرمندہ مہر و ماہ ہے رخسار یار سے ـــــ کس طرح منفعل نہ ہو جوشش صفائے صبح

کرے ہے جیب کو جیسا یہ چشم گریاں سرخ ۱۳۳ شفق سے ہو نہ سکے صبح کا گریباں سرخ

ہمیں تو رونے نے آخر یہ رنگ دکھلایا سفید ہو گئیں آنکھیں ہوا گریباں سرخ

کدھر گئیں وہ تری خوں فشانیاں ای چشم نہ آستین ہے رنگیں نہ جیب و داماں سرخ

پہنچتی کب ہے تری انگلیوں کی خوبی کو ہزار ہوئے ہے اے یار شاخ مرجاں سرخ

غلط ہے یہ ترے مقتول کا ہو چہرہ زرد علی الدوام ہے رنگ رخ شہیداں سرخ

جگر سے تیر مرے صاف اس قدر نکلے کہ ایک کا بھی لہو سے ہوا نہ پیکاں سرخ

میں وہ شہید ہوں جوشش کہ میرے قاتل کا ـــــ ہوا نہ خوں سے مرے دست و تیغ و داماں سرخ

در شیریں لب نہ ہوئے گا کبھو تلخ ۱۳۴ نہیں ہونے کی اس کی گفتگو تلخ

ہم ایسی دوستی سے باز آئے نہ ہو ہر بات میں اے تندخو تلخ

محبت کو ہے کم ظرفی سے نقصان بگڑ جائے ہے مے گر ہو کدو تلخ

نہایت میں خجل ہوتا ہوں ظالم نہ بولا کر کسی کے رو برو تلخ

تصدق ہوں میں اس کی گفتگو کے ـــــ نہ بولا اپنے جوشش سے کبھو تلخ

مہ کو سو چشمۂ خورشید سے دھوئے خورشید ۱۳۵ بیش حسن اس کا کسی طرح نہ ہوئے خورشید

مہر اگر دیکھے تجھے آنکھوں میں اس کی ای ماہ سوئیاں خط شعاعی سے چبھوئے خورشید

شام دیکھے نہ اگر اس مہ تاباں کی جھلک لوہو کے آنسو دں ہر صبح نہ روئے خورشید

دست برد فلکی سے جو نہ ہوئے غافل اپنی دستار سر شام نہ کھوئے خورشید

کشتی مے کو ہوا لگنے نہ دے ابر مطیر — تیری اس زورق زریں کو ڈبوئے خورشید
دور میں تیرے پھرے کیوں نہ وہ بالا بالا — آبرو اپنی ترے سامنے کھوئے خورشید
مطمئن دورِ فلک سے وہ نہیں اے جوشش — اس کے گہوارے میں کس طرح سے سوئے خورشید

جو مری یہ مژہ اشکبار ہے موجود ۱۳۶ — تو جس مکان میں جا ہوں بہار ہے موجود
کسی کا دل نہیں جوں شمع سوز سے خالی — جگر میں سنگ کے بھی سوز شرار ہے موجود
خجل کیا مجھے اس بے کسی نے ساقی سے — گلابی ہاتھ سے رکھتے خمار ہے موجود
فلک نے باغ جہاں میں کسے نہ دی ایذا — بغل میں غنچہ و گل کے بھی خار ہے موجود
تپ فراق کی ایذا تجھے دکھاؤں میں — مری بغل میں دل داغدار ہے موجود
ہمیں ہی چشم بصیرت نہیں کہ ہم دیکھیں — وگرنہ سب میں وہ پروردگار ہے موجود
کرے ہوا سے زمانہ مخالفت جوشش — اڑا دے اس کو یہ مشت غبار ہے موجود

نقد وفا سے تو ہمیں اے یار کر خرید ۱۳۷ — کہلا ہیں تیرے بندوں میں تا ہم بھی زرخرید
جب سے ہوا ہے یار ہمارا وفا طلب — جنس وفا کی ہونے لگی گھر بہ گھر خرید
کیا جانتے ہیں بے نظراں قدر دردِ دل — اس جنس کو تو کرتے ہیں اہل نظر خرید
آنسو مرے گہر ہیں پر اے آستین یار — تیرے بغیر کون کرے یہ گہر خرید
سودا کروں ہوں یار تری اک نگاہ پر — منظور ہو جو تجھے مرے دل کی اگر خرید
کیوں کر بکیں نہ دین اور ایمان و جان و دل — کرتا ہے ان ہی چیزوں کو وہ سیمبر خرید
جوشش عبث ہے شکوۂ جور و جفائے یار — تو نے کیا ہے آپ سے یہ دردِ سر خرید

ہے مرے دل کا داغ سرخ و سفید ۱۳۸/۵ جوں سحر کا چراغ سرخ و سفید
انقلاب زمانہ گر چاہے نکلے بیضے سے زاغ سرخ و سفید
ہیں یہ لخت دل اور قطرۂ اشک مثل گل ہائے باغ سرخ و سفید
دیکھ کر مجھ کو غصے سے جوں لہر ہوا وہ بد دماغ سرخ و سفید
شیخ جی بزم بادہ میں جوشش — پی کے ہوں گے ایاغ سرخ و سفید

قبا کا اپنی تو کھولے اگر بند ۱۳۹/۱۰ ابھی ہو جاتے ہیں باغوں کے در بند
گئے تھے جتنے نظارے کو اس کے کیا نظروں ہی میں سب کو نظر بند
گل و لالہ ہوئے پامال حیرت چمن میں دیکھ تیرا سرخ سربند
پڑی اس پر زبس گرد یتیمی ہوا اس واسطے آب گہر بند
پر پرواز رہتے طائر دل نہیں اڑ سکتا مثل مرغ پر بند
ملے جو تو کبھی اس کے لبوں سے جدا ہوں گے ترے اے نیشکر بند
گلے ملتے کسی نے گل کو دیکھا نہ ہوگا تجھ سا کوئی نٹ کھٹ نظر بند
رسائی ہو جو دست نارسا کو ترا بند کمر ہو جوں کمر بند
کشادہ کار اس سے چشم مت رکھ — جو کوئی باتیں کرے آنکھوں کو کر بند

ہر بے زبان اہل زباں سے ہے سربلند ۱۴۰/۶ گر یہ نہیں تو شعلے سے کیوں ہے شرر بلند
جس لطف سے دو زینے پہ چڑھتا ہے شام کو ہوتے نہ دیکھا مہر کو وقت سحر بلند
وہ جانتا ہے سایۂ بال ہما کو پست اے بے شعور ہوتی ہے جس کی نظر بلند

افتادگی کے رتبے سے رکھتے نہیں خبر — یہ پست ہمتاں جو بناتے ہیں گھر بلند
خو گر فتادگی سے ہو مانند نقشِ پا — رکھتا ہے راہِ عشق میں ہمت اگر بلند
جوشش بیاں تو بے ہنری ٹھہری ہے ہنر — کیا خاک ہوئے رتبۂ اہلِ ہنر بلند

۱۴۱/۵

ہم ہی کرتے نہیں زلفوں کو تری یار پسند — شیخ صاحب کو بھی آتا ہے یہ زنّار پسند
سبزۂ خط رہے اس چہرۂ گل رنگ سے دور — زخمِ دل کو نہیں یہ مرہمِ زنگار پسند
جاؤں کعبے کو میں کس طرح سے اے واعظِ شہر — آگیا مجھ کو تو اب خانۂ خمّار پسند
گو کہ سو رنگ گلستان میں دکھلائے بہار — نہ کریں گل کو ترے طالبِ دیدار پسند
جو کوئی درد سے ٹک چاشنی رکھتا ہوگا — اُسی کو آئیں گے جوشش مرے اشعار پسند

۱۴۲/۳

یا رب کہیں جلد آئے قاصد — بے تاب ہے دل برائے قاصد
پھرتا نہیں اُس گلی سے شاید — کچھ اور ہے مدعائے قاصد
جوشش ہی کی طرح باؤلا ہو — گر ساتھ اُس کے جلائے قاصد

۱۴۳/۷

لکھا خط اُسے لے قلم اور کاغذ — جلے عشق سوزاں سے ہم اور کاغذ
نہ رکھ دیدۂ تر پہ مکتوب اُس کا — مخالف ہیں آپس میں نم اور کاغذ
خدا سے بھی ڈر لکھ نہ احوال دل کا — دو دانے یہ سوزِ رقم اور کاغذ
لکھا صفحۂ دل پہ مکتوب تجھ کو — نہ تھا تیرے لائق صنم اور کاغذ
مرے دل کو اے چشم نامے کا اُس کے — خوش آتا ہے حسنِ رقم اور کاغذ
ذرا دیر سے جو تھم جائیں آنسو — رہے ہاتھ میں کوئی دم اور کاغذ

جو کچھ صفحۂ دل میں اپنے ہے جوشش — رکھے ہے یہ خوبی تو کم او نہ کاغذ

۱۴۴/۵

بے درد طبیب مت دوا کر — ٹک درد سے دل کو آشنا کر

گر عقل ہے کچھ تو مثلِ فرہاد — مت کام بگاڑ یو بنا کر

ہے دل میں یہ سوزِ دل سے پوچھوں — کیوں خاک کیا مجھے جلا کر

بس کر یہ خیال آفرینی — اُس کے ہی خیال میں رہا کر

جوشش جو لقائے حق ہو درکار — اپنے تئیں پہلے تو فنا کر

۱۴۵/۶

اہلِ جہاں کے ملنے سے ہم احتراز کر — بیٹھے ہیں گوشہ گیر ہو اس دل سے ساز کر

صورت اُسی کی ہے متجلّی ہر ایک میں — دیکھے جو کوئی چشمِ حقیقت کو باز کر

سجدہ جسے کریں ہیں وہ ہر سو ہے جلوہ گر — جیدھر ترا مزاج ہوا ودھر نماز کر

گو آسمان پہ بھی اُڑا تو تو کیا ہوا — میں کون ہوں کہاں ہوں یہ بھی امتیاز کر

کل ایک پل بھی تو نہ تھا اُس کے رو بہ رو — اے اشک کیا ملا تجھے افشائے راز کر

جوشش ہو جب تلک کہ حقیقت سے تجھ کو راہ — تب تک برائے شغل تو سیرِ مجاز کر

۱۴۶/۹

لائی ہے تجھ تلک اجل اے یار کھینچ کر — تو روک کیا ہے کس لیئے تلوار کھینچ کر

ہاتھوں کو میرے خوف نے بے کار کر دیا — کیوں کر بٹھاؤں دامنِ دلدار کھینچ کر

یہ کیا غضب ہے دست بہ قبضہ ہو رہ گئے — جی یوں ہی چاہتا ہے تو اک وار کھینچ کر

کھائے ہے پیچ و تاب کمربند کی طرح — باندھے ہے ٹک کمر جو مرا یار کھینچ کر

جی چاہتا ہے دشت و بیاباں کی سیر کر — وحشت یہاں سے لے ہی چل اک بار کھینچ کر

بہتر او نام عشق نہ لیوے گا پھر کوئی
تصویر میری بیچ نہ بازار کھینچ کر

رستم کا سوکھ جائے لہو خوف سے اگر
تو سامنے ہو خنجر خونخوار کھینچ کر

ہی عشق نے کشش مری قد خمیدہ کو
لیوے ہے جوں کمان خسر بدا کھینچ کر

ہو سخن عبث ہی عشق میں امید زندگی —
جینا کوئی بچا ہے یہ آزار کھینچ کر

۱۴۷/۵

اہل ہمت شاد ہوتے ہیں گدا کو دیکھ کر
تو خفا ہوتا ہے کیوں اس بے نوا کو دیکھ کر

خون دل سے پھر یوں نفرت کرے ہی اس کی چشم
جس طرح بیمار یہ حظ ہو دوا کو دیکھ کر

وہ کسی کے سامنے پیتا ہی ہوگا اس گھڑی
اس لیے روتا ہوں میں ابر و ہوا کو دیکھ کر

بے ادائی ہم سے نہ جانو ہے مت کر ہیچ پا
ہو گئے کب کے ادا اس کی ادا کو دیکھ کر

آب حیواں پر نہ بھولا خضر بہ لب تر ہیں —
مر ہی جاوے گا تو اس آب بقا کو دیکھ کر

۱۴۸/۵

منت نا پذیر اے آہ سحر گاہی نہ کر
پر جو تجھ سے ہو سکے اس میں تو کوتاہی نہ کر

تو گرفتاری پہ میری کر نظر اے اشک چشم
یک بہ یک اس کی گلی میں مجھ کو رسوا ہی نہ کر

منزل اول ہی میں رہ جائے گی تھک کر کہیں
رہروان عشق کی لے عقل ہم راہی نہ کر

گاہ گاہ ہے تجھ بھی جا یا کر کہ ہو راحت نصیب
آتش دل رات دن پہلو میں سلگا ہی نہ کر

ملتجی آ کر فقیروں کے ہوئے ہیں بادشاہ —
فقر سے خوش رہا ہو خواہش شاہی نہ کر

۱۴۹

بار بار اس کی طرف دیکھا نہ کر
ناحق اپنی جان کا سودا نہ کر

تا نہ ہوئے تاج سر داغ جنوں
سلطنت کا عشق کی دعوی نہ کر

آہ غیر اس کی بغل میں بیٹھ کر
یوں کہے مجھ کو کہ یاں آیا نہ کر

اپنا دشمن ہوا گر کچھ ہے شعور — غیر ہے تو دشمنی پیدا نہ کر

آج ہی تو چل کے اُس کو دیکھ لے — انتظارِ وعدۂ فردا نہ کر

جب تلک جوشش ملے یک مشتِ جو — آسیائے چرخ کا سودا نہ کر

۱۵۰/۵

آہ و فغاں سے اپنی زباں آشنا نہ کر — عاشق اگر ہے شکوۂ جور و جفا نہ کر

کیوں اس جلے بلے سے کری ہے مخالفت — اے شمع بزمِ یار میں ہر شب جلا نہ کر

رہنے دے کوئے یار میں تا پائمال ہو — برباد مشتِ خاک کو میری صبا نہ کر

کیوں اپنے تئیں ذلیل تو کرتا ہے اے طبیب — میں تو مریضِ عشق ہوں میری دوا نہ کر

اک روز مار ڈالے گا جوشش وہ تند خو — اے بے شعور اس سے بہت لگ چلا نہ کر

۱۵۱/۵

اے چرخ بے کسی پہ ہماری نظر نہ کر — جو کچھ کہ تجھ سے ہو سکے تو درگزر نہ کر

اُس حسنِ صندلی کی ثنا اور تیرا منہ — دیوانہ کیوں ہوا ہے تو یہ دردِ سر نہ کر

غیرت یہ مقتضی ہے کہ اے غنچہ باغ میں — مرجھا ہی جا پہ منتِ بادِ سحر نہ کر

پہونچا دے اُس گلی میں اگر تجھ سے ہو سکے — اس خاک کو نسیمِ سحر در بدر نہ کر

جوشش کسی کی کون سنے ہے جہان میں — چلنا ہے چل یہاں سے کسی کو خبر نہ کر

۱۵۲/۴

فصلِ گل آئی ہے تو بابِ قفس باز نہ کر — لیک صیاد خیالِ پرِ پرواز نہ کر

کھول کر بندِ قبا غنچۂ گل کو اے گل — عندلیبانِ چمن میں نظر انداز نہ کر

ہیزمِ تر کو کبھی آگ میں جلتے دیکھا — اے دلِ افسردہ عبث سوز سے تو ساز نہ کر

میں تو ہوں اہلِ نیاز اور ہے تو مایۂ ناز — کہوں کس طرح کہ ناز اے بتِ طناز نہ کر

پامالی ہی مری عین سرافرازی ہے — مجھ کو اوروں کی طرح سے تو سرافراز نہ کر
تا دمِ مرگ یہ انجام نہ ہوگا جوشش — قصۂ دردِ الم بیہودہ آغاز نہ کر

۱۵۳ صد آفریں ہے یارِ تغافل شعار پر — بھیجا نہ شمع و گل بھی ہمارے مزار پر
تیرے ہی ڈر سے کچھ نہیں کہتا رقیب کو — ورنہ میں ایک بھاری ہوں پیارے ہزار پر
آتی ہے جوشش اگر تجھے ظالم صدائے آہ — چھڑکے ہے تو نمک جو دلِ داغ دار پر
پر خوں بہ رنگِ ساغرِ لالہ ہے ان دنوں — داغِ جگر ہمارا ہے کیا ہی بہار پر
کیا ہے عجب جو اس رخ حیرت فزا کو دیکھ — تھم جائے اشک اس مژۂ اشکبار پر
محفوظ کوئے یار میں رہتی ہے ہر سحر — کرتی ہے کب صبا کرم اس خاکسار پر
جوشش نہ آئی ہاتھ کبھی تا دمِ وفات — دل اپنا لوٹتا ہی رہا زلفِ یار پر

۱۵۴ ہم تو مرتے ہیں اس گدائی پر — تھوکتے کب ہیں بادشاہی پر
وصل میں بھی یہی خدائی تھی — منحصر کیا ہے اس جدائی پر
یار دیویں ہی گے دغا اغیار — بھول مت اُن کی آشنائی پر
تو نے اک وعدہ بھی وفا نہ کیا — آفریں تیری بے وفائی پر
دیکھ زلفِ رسا کو روتا ہوں — اپنے ہاتھوں کی نارسائی پر
کوئی کہہ دے اُس آفتِ دیں سے — شیخ نازاں ہے پارسائی پر
بے نظیر اس کو مت کہہ اے جوشش — بات کھل جائے گی خدائی پر

۱۵۵ چھا جائے گر دودِ دل تنگ ہوا پر — ہوئے نہ سفید ابرِ سیہ رنگ ہوا پر

بے تابی دل تنگ مجھے کرتی ہے ہر دم | اڑتی ہوئی دیکھوں ہوں تری چنگ ہوا پر
ہر آہ کے ہمراہ دلِ سخت کے ٹکڑے | مستانہ چلے جاتے ہیں جوں سنگ ہوا پر
ہیں تیغہ بانکی تری پرداز ہیں گویا | مرغانِ خوش آہنگ ہم آہنگ ہوا پر
نسراک تلک تیری رسائی ہو یہ معلوم | میں خاک نشیں اور ترا شبرنگ ہوا پر
ہوتا کبھی دل میں جو گزر حرص و ہوا کا | اڑتا نہ سلیمان کا اورنگ ہوا پر
کیا ہم سے رقیب اڑتے ہیں چورنگ گراں کا | تونے تو بہت کاٹے ہیں چورنگ ہوا پر
رقاصِ فلک ناچے ہے سنتا ہے اے جوشش — | یہ رعد نہ ہو بجتی ہے مردنگ ہوا پر

۱۵۶
گر ٹک متوجہ ہو وہ مے نوش فلک پر | ہو جائیں فرشتے بھی بے ہوش فلک پر
کیوں کر نہ ہو ہر دانۂ شررِ خرمنِ دل کا | ہے آہ مری برق سے ہم دوش فلک پر
حیران ہوں لبِ بام نقاب ان نے لی منہ پر | یا ماہ ہوا ابر میں روپوش فلک پر
گر ایک نظر اس بتِ رقاص کو دیکھے | زہرہ کو ہو رقص اپنا فراموش فلک پر
ہم دم بھی مری چشم سو ہیں زیر زمیں کیوں | کس طرح نہ ہو ابر سیہ پوش فلک پر
اک دم میں دکھا دے خمِ گردوں کو تماشا — | جوشش جو ہو مجھ سا کوئی مے نوش فلک پر

۱۵۷
کیا کیا ستم نہ تو نے کیے میری جان پر | آیا نہ حرفِ شکوہ کبھی اس زبان پر
رنگیں نہ ہو جو خونِ دلِ داغ دار سے | تلوار سے تری نہ جھڑے پھول سان پر
یہ تیر آہِ سنگ سے گزرا تو کیا ہوا | جب کارگر نہیں دلِ نامہرباں پر
میں وہ سیاہ بخت ہوں امکان ہی نہیں | سایہ فگن ہما ہو مری استخوان پر

کہتا ہوں سر گزشت بس رو رو بہ نائے شمع ٹک کان رکھیو یار مری داستان پہ
نالے نے میرے سنگ دلوں کو رُلا دیا افسوس ہے کہ جوں نہ پھری تیری کان پہ
اُس ترکِ تند خو سے طلب گار بوسہ ہوں اے جوشش آج کھیلا ہوں میں اپنی جان پہ

زلف اُس کی جو کھل پڑی منہ پر ۱۵۸ شام تھی صبح کی گھڑی منہ پر
ہم نے منہ پر نگاہ کی اُس کے اُن نے تلوار ہی جڑی منہ پر
گلہ آئینہ حرف اُس کے حضور کون لائے گھڑی گھڑی منہ پر
ہیں مسلسل یہ اشک کے قطرات یا کہ موتی کی ہے لڑی منہ پر
ابرِ مژگاں حریفِ طوفاں ہے آنہ برسات کی جھڑی منہ پر
شرط انداز ہے اگر آئے بات چھوٹی ہو یا بڑی منہ پر
اِن دنوں یار بے طرح جوشش ہاتھ پھیرے ہے ہر گھڑی منہ پر

نہ ڈر قاصد گرا کر اشکِ بے تاثیر کاغذ پر ۱۵۹ ہمیشہ شعلہ زن ہے آتشِ تصویر کاغذ پر
وہ جب خط کو لگا تھا پھاڑنے قاصد یہ کہتا تھا کرے تقصیر لکھنے والا ہو تعزیر کاغذ پر
اُٹھائے فیض کامل سے وہی جو کوئی قابل ہو طلا ہوتا نہیں رکھ دیکھیے اکسیر کاغذ پر
قلم جلنے لگے ہے آگ لگ اُٹھتی ہی کاغذ میں کروں کس طرح سوزِ دل کو میں تحریر کاغذ پر
گنہ گاروں میں ہوں ٹکڑے ہی ٹکڑے کر مجھے لیکن لگا دے در پہ ٹک لکھ کر مری تقصیر کاغذ پہ
سوادِ خط نہیں سیمیں بدن رخسار پہ تیرے لکھی ہے سورۂ والشمس کی تفسیر کاغذ پہ
جگر کس کا ہی جو اس کو پڑھے یا دیکھے ای جوشش لکھا بھی حال دل کا ہم نے بر تقدیر کاغذ پہ

ہے تنِ کاہیدہ رشکِ سایۂ مژگانِ مور ۱۶۰/۷ کیا تعجب ہے اگر ہوئے نہ زیبِ خوانِ مور

ناتوانوں کو توانائی نہ ہو یارب نصیب — بال و پر ہوتا ہے آخر کو وبالِ جانِ مور

زلف کے ہو سامنے کیوں کر خطِ رخسارِ یار — مارے دعوے ہم چشمی نہیں شایانِ مور

کیا سر و ساماں سے مطلب بے سر و ساماں کو ہو — بے سر و سامان ہے اے دل سر و سامانِ مور

ہے قناعت پیشہ محتاجِ کس و ناکس نہیں — دیکھ ہر خرمن ہے خوانِ نعمتِ الوانِ مور

بے در و دربان نہیں ہیں خاکسارانِ جہاں — مور کا گھر ہے حقیقت میں در و دربانِ مور

خاکساری موجبِ افزونیِ ہمت ہے یاں — دیکھ لے جوشش سلیماں سا ہوا مہمانِ مور

رخ پہ چاہے تھا کہ دل کو کرے تسخیر بہ زور ۱۶۱/۹ زلف نے ڈال ہی دی پاؤں میں زنجیر بہ زور

نطق کرتی ہے ترے سامنے طوطی اس طرح — جس طرح صاحبِ لکنت کرے تقریر بہ زور

یہ طلبگارِ جفا اس سے خفا تھا لیکن — لگ گئی آج گلے سے تری شمشیر بہ زور

توڑنا پھر بھی ہے منظور جو یہ دل شکناں — خانۂ دل کو مرے کرتے ہیں تعمیر بہ زور

دیکھتا کیا ہے کھڑا کھینچ کمر سے تلوار — لائی ہے سامنے تیرے مجھے تقدیر بہ زور

بے کسی پھر نہ کبھی آئیو آڑے ہرگز — کی معاف آج تو اُن نے تری تقصیر بہ زور

ملکِ دل جس کا ٹک آباد نظر آتا ہے — لوٹ لیتا ہے ترا حسنِ جہاں گیر بہ زور

اُس کی نظروں پہ چڑھے صیدِ زبوں کا کس طرح — جو کوئی صیدِ حرم کو کرے نخچیر بہ زور

اُس کے دل میں تو اثر کچھ نہیں کرتی جوشش — آہ کو اپنی کہیں صاحبِ تاثیر بہ زور

شیخ جی تم نہ کہو خوف و رجا سے بہتر ۱۶۲/۱ خانۂ دل تو ہے اس خانۂ خدا سے بہتر

یار کے ہونٹوں کی تعریف نہ کچھ مجھ سے پوچھ — اے خضر ہیں یہ ترے آبِ بقا سے بہتر
طعنہ زن کفر پہ ہوتا ہے عبث ای زاہد — بت پرستی ہے تری زہدِ ریا سے بہتر
ہو نہ اس بحر میں پابند تو مانندِ حباب — دل اُٹھاتا ہے یہاں حرص و ہوا سے بہتر
دلِ سودا زدۂ عشق کی خاطر جوشش — کون زنجیر ہے اُس زلفِ دوتا سے بہتر

۱۶۳ پیدا ہوا ہے دل میں نئے سر سے درد پھر — کیوں کر نہ ہوئے آہ مرا رنگ زرد پھر
کیا ہو گیا ہے دیدہ و دل کو جو ان دنوں — ہے وہ ہی اشکِ گرم وہی آہ سرد پھر
کے دن کی زندگی ہے قناعت کر اختیار — دنیا کی جستجو میں نہ اے ہرزہ گرد پھر
دیوانے چھوڑ اُس کی گلی کو کدھر چلا — مجنوں کی طرح تو نہ ہو صحرا نورد پھر
مت پایمال کر مرے مشتِ غبار کو — دامن ترا نہ چھوڑے گی ظالم یہ گرد پھر
سرکارِ عشق میں اسی ظالم کے ہاتھ سے — پہنچی ہے صاد کو مرے چہری کی فرد پھر
جوشش کی گفتگو جو پسند آئی ہو تجھے — میں پڑھ سناؤں کوئی غزل کوئی فرد پھر

۱۶۴/۵ غنچے کو دیکھ دل نہ لے احسانِ روزگار — کھاتا ہے خونِ دل جو ہو مہمانِ روزگار
دل ہے سو داغ داغ جگر ہے سو چاک چاک — کیا کیا بیان کیجیے احسانِ روزگار
اے زلفِ یار تجھ سے بھی آشفتہ تر ہوں میں — مجھ سا نہ کوئی ہوگا پریشانِ روزگار
دیکھا تو ایک گل میں بھی بوے وفا نہیں — کی ہم نے خوب سیرِ گلستانِ روزگار
مل سب سے خرد ہو جو بزرگی کی ہے ہوس — جوشش نہ ہو تو مثلِ بزرگانِ روزگار

۱۶۵/۱۱ کیوں حیا سے تو نکلتا نہیں گھر سے باہر — دید خورشید ہے مقدورِ بشر سے باہر

نقشِ دل جب سے ہوا نام ترا شکلِ نگیں — گھر میں رہتا ہوں و لیکن میں ہوں گھر سے باہر
سیکڑوں تیر ترازو ہیں ترے غمزے کے — ایک دو ہوں تو نکالوں میں جگر سے باہر
اشکِ چشم آگے ترے خشک ہوا جاتا ہے — ہاں یہ لڑکا ہے نکلتا نہیں ڈر سے باہر
آہ بے تابیِ دل سوزِ جگر کے ہاتھوں — قطرۂ اشک نکلتے ہیں شرر سے باہر
ہر طرف تیرا ہی جلوہ ہے قفس میں صیاد — سخت حیران ہوں میں نکلوں کدھر سے باہر
ایمنِ عشق کا مت قصد کر اے طائرِ دل — شعلے نکلے ہیں وہاں شاخِ شجر سے باہر

عیب جو اہلِ ہنر ہوئے یہ امکاں نہیں — عیب جوئی تو ہے آئینِ ہنر سے باہر
گننے میں آئیں جو دو چار ہوں لالے کی طرح — داغ اس دل میں تو ہیں حدِ نظر سے باہر
کیوں نہ آنکھوں میں جگہ اُس کی ہو جوں مردمِ چشم — پاؤں بھی جس نے رکھا ہوئے نہ گھر سے باہر
مل گئے خاک میں یاں قافلے لاکھوں جوشش — چل سکے ہے کوئی اس راہ گزر سے باہر

اے طبیبو تمھاری کیا تقصیر — ١٦٦ — درد میرا نہیں علاج پذیر
راست رو بھاگتے ہیں کج رو سے — کیا رہے خانۂ کماں میں تیر
چشمِ تحقیق سے اگر دیکھو — ایک ہی سے ہیں کچھ امیر و فقیر
گھر فقیروں کا بھی تماشا ہے — جا بجا موج زن ہے جوئے حصیر
ناتواں تیرے کیوں نہ ہوں ممتاز — ماہِ نو کو نہ جانے کوئی حقیر
ہاتھ آئی ہے جس کے دولتِ فقر — اُس کے نزدیک خاک ہے اکسیر
آگ پانی میں لگ اٹھے جوشش — سوزشِ دل اگر کروں تحریر

١٦٧/٧
کی ہے ترے دیوانے نے تقصیر سی تقصیر — دے پاؤں میں تو زلف کی زنجیر سی زنجیر
سو ٹکڑے کرے ایک اشارے میں دلوں کے — وہ ابروئے خم دار ہے شمشیر سی شمشیر
تقدیر مناسب نہ ہوئی یار دگر نہ — کی تھی ترے ملنے کی ہیں تدبیر سی تدبیر
اے شیخ ستایا ہے بہت دختر رز کو — محشر میں تری ہوئے گی تعزیر سی تعزیر
اک عمر کیا سیر مرقع کو جہاں کے — آئی نہ نظر کوئی تری تصویر سی تصویر
خوبان جہاں رکھتے ہیں کیا کیا لب و لہجہ — پر ایک میں ہو تری تقریر سی تقریر
چاہا کہ ملے خاک میں لیکن نہیں ملتا — ہے جسم کی جوشش کوئی تعمیر سی تعمیر

١٦٨/٣
جہاں میں کس طرح سب ہوں برابر — نہیں ہیں انگلیاں پانچوں برابر
خفا ہو کر لگا کہنے اٹھا دے — جو اس کے بیٹھے بھی جوں توں برابر
خط اس کے منہ پہ یوں آتا چلا ہے — چلے ہیں مور جوں لاکھوں برابر

١٦٩/٥
ہر چند مثل خضر یہاں ہو قرار عمر — بے داغ عشق عین خزاں ہے بہار عمر
گھبرا کے مر ہی جاتے ہوس میں یہ غافلاں — ہوتا اگر جہان میں کچھ اعتبار عمر
یاں ذی حیات جتنے ہیں بے اختیار ہیں — مختار ہی کے ہاتھ میں ہے اختیار عمر
ہر چند صرف کیجیے اوقات عیش میں — پر ہے غم و الم ہی پر آخر مدار عمر
جوشش کرے ہے سعی تو کر راہ عشق میں — یہ کار و بار ورنہ ہوی ہے انتشار عمر

١٧٠/٢
حدیث مستی و رندی پہ گر ہو گوش خاکستر — بنے ہر ایک گلخن بزم نای و نوش خاکستر
جلایا آتش دوری نے تیری یاں تلک ہم کو — تن خاکی ہمارا ہو گیا ہم دوش خاکستر

بہ نیرنگی یہ جلوہ اس چمن میں کیوں ہو اس کو کہ ہے داغِ پرِ طاؤس ہم آغوشِ خاکستر

ترے دل سوختوں کی زندگی ہی خاکساری میں رہے اخگر جو اخگر پر نہ ہو سرپوشِ خاکستر

خموشی عین گویائی ہے دیکھو آتش کدے میں جا زباں شعلے سی رکھتا ہی لبِ خاموشِ خاکستر

ضرر کب پہنچے ہے دستِ توانا سے ضعیفوں کو کہ ہر دم سرکشیِ شعلہ سے ہے جوشِ خاکستر

نہیں دیکھا ہے ٹاٹ دیکھی جو اس کے خاکساروں کو — ابھی اُڑ جائے جوشش دیکھتے ہی ہوشِ خاکستر

لطف و اشفاق ترا مجھ کو تو کیا ہے درکار ۱۷۱ میں ستم کش ہوں مجھے جور و جفا ہے درکار

کام کیا دیر و حرم سے مجھے دیوانہ ہوں اک مکاں رہنے کو اوروں سے جدا ہی درکار

پنکھڑی گل کی تو شرمندہ ہے اب ہی ظالم کفِ پا کو ترے کیا رنگِ حنا ہے درکار

نہ مدد بخت سے چاہوں نہ کروں منتِ چرخ میں ہوں عاشق مجھے اس کی ہی رضا ہے درکار

ایک بیمار تری چشم کے ہیں مرگ طلب ورنہ ہو جس کو مرض اس کو شفا ہے درکار

آہِ سرد و مژۂ اشک فشاں دے یارب میں ہوں مے خوار مجھے ابر و ہوا ہے درکار

آتشِ عشق سے کر دل کو گداز اے جوشش — مثلِ آئینہ اگر تجھ کو صفا ہے درکار

رہتا ہے خوف مجھ کو مری جان بیشتر ۱۷۲ رکھتا ہے حرفِ غیر پہ تو کان بیشتر

رنج و ملال قسمتِ سرگشتگاں میں ہے رہتے ہیں روتے صاحبِ عرفان بیشتر

ممکن نہیں کہ خاطرِ عشاق جمع ہو رہتی ہے زلف اس کی پریشان بیشتر

طوفانِ اشک کیوں نہ ہو فصلِ بہار میں کرتی ہے سیل ان دنوں طغیان بیشتر

جوشش رقیب کیوں نہ رہیں اس کے گرد و پیش — ہوتے ہیں خارِ گل کے نگہبان بیشتر

۱۷۳
بے مے و معشوق جب گھر آئے ابر — کس طرح سے پھر نہ کہیے ہائے ابر
دود تنبا کو ہے یوں اس زلف پر — جس طرح سے ابر پر آجائے ابر
مغفرت سے معصیت بھاگے ہے یوں — جوں ہوائے تند سے اُڑ جائے ابر
کشتیِ مے کا ہے ساقی ناخدا — ہے ہوا پر موج زن دریائے ابر
جوشش اپنے کلبۂ احزان میں — گر کرم فرمائے برق اور آئے ابر
گرمیِ نالہ سے ہو بے تاب برق — اور دودِ آہ سے گھبرائے ابر

۱۷۴
ہو اگر ہاتھ مرا چاکِ گریباں سے دور — یا الٰہی رہے اُس گوشۂ داماں سے دور
دل جلوں کو نہیں اسبابِ تعلق سے غرض — ہے سرِ شمع خیالِ سر و ساماں سے دور
حسن اس کا ہے ترقی میں دل اپنا مہجور — موسمِ گل میں یہ بلبل ہے گلستاں سے دور
دامنِ کوہ و بیاباں ہو ابھی رشکِ چمن — آستیں ہوئے اگر دیدۂ گریاں سے دور
تیرے ہاتھوں سے توقع ہے یہی جوشش کو — زخمِ دل کا نہ رہے فیضِ نمکداں سے دور

۱۷۵
نہ کر آزردہ یار کی خاطر — اس دلِ داغ دار کی خاطر
بے مروت ہمیں عزیز ہوئی — تیری خاطر ہزار کی خاطر
آئے گا سنگ آستانۂ یار — اپنی لوحِ مزار کی خاطر
اشک مت کر سفید آنکھوں کو — رہنے دے انتظار کی خاطر
لے دم وا پسیں زرا دم لے — اس کے بوس و کنار کی خاطر
بگڑی ہے میری اس کی اے جوشش — ابھی دار و مدار کی خاطر

۱۷۶/۵

زلفوں میں کیوں نہ ہو یہ دلِ زار بے قرار — شب کو زیادہ ہوتے ہیں بیمار بے قرار

آرام ایک دم نہ میسر ہو خلق کو — گر ہم سے اِس جہان میں ہوں چار بے قرار

تونے تو اب کمانِ تغافل چڑھائی آہ — کیوں کر نہ ہو یہ صید گرفتار بے قرار

مثلِ چکور ہر گھڑی ہر دم اے مہ جبیں — رہتے ہیں تیرے طالبِ دیدار بے قرار

جوشش چمن میں کیا گُل و کیا سرو کیا سمن — دیکھ اُس کو ہو گئے ہیں سبھی اک بار بے قرار

۱۷۷/٦

زیارت گاہِ عالم ہے ترا در — درِ کعبہ سے کیا کم ہے ترا در

اُٹھا مت دے مجھے میں نزع میں ہوں — مرا مامن کوئی دم ہے ترا در

قدم واں ٹک نہیں سکتا کسی کا — غرض تیرا ہی مقدم ہے ترا در

میں تجھ سے رات کے رونے کا احوال — کہوں کیا دیکھ لے نم ہے ترا در

بھلا کیا اور در کے ہو رہیں گے — ستم گر چھوڑ کر ہم ہے ترا در

گدا تیرا ہی جوشش اس کے نزدیک — بجائے مسندِ جم ہے ترا در

۱۷۸/٦

دلِ صاف اپنا داغوں سے مکدّر ہو گیا آخر — حجابِ جوہرِ آئینہ جوہر ہو گیا آخر

جدائی میں تری سیمابِ آتش دیدہ کے مانند — ہجومِ بیقراری سے یہ مضطر ہو گیا آخر

محیطِ عشق کو دل میں جائے امن سمجھا تھا — ولے دستِ شناسیّہ سکندر ہو گیا آخر

صفا پردر سے فیضِ اہلِ صفا کو پہنچ رہتا ہے — صدف میں قطرے کو دیکھا نہ گوہر ہو گیا آخر

گرفتاری عجب کچھ ہے کہ یہ وارستہ دل اوّل — موقّر تھا جن آنکھوں میں محقّر ہو گیا آخر

بتاں کی آتشِ دوری میں ہنستے ہنستے اے جوشش — دلِ سوزاں مرا شتابِ سمندر ہو گیا آخر

۱۷۹ میں مرگیا پہ ہے وہی آہ و فغاں ہنوز | نالاں ہیں نے کی طرح مرے استخواں ہنوز

ہیں زخم بے شمار یہ کیا دل ہے کیا جگر | مشتاقِ زخمِ تازہ ہے یہ نیم جاں ہنوز

تو میری سرگزشت سے گھبرا گیا ابھی | باقی ہے تجھ سے کہنے کو اک داستاں ہنوز

دل لے چکے ہو جان بھی حاضر ہے لیجیے | منظور تم کو ہوئے اگر امتحاں ہنوز

اے بخت سجدہ گاہ دو عالم ہوئی تو کیا | اپنی جبیں سے دور ہے وہ آستاں ہنوز

ہر ایک ناتوان توانا ہوا اسگر | بے طاقت و تواں ہے ترا ناتواں ہنوز

جوشش اگرچہ خاک میں ہم مل گئے ولے ــــ دیتا نہیں یہ چرخِ ستم گر اماں ہنوز

۱۸۰ دیدار کی ترے نہ گئی آرزو ہنوز | ہم مرگئے پر آنکھوں میں پھرتا ہے تو ہنوز

صد پارہ ہوگیا یہ گریبان گل کی طرح | چاکِ جگر سے دور ہے دستِ رفو ہنوز

جاتا نہیں مزاج سے اُس کے خیالِ حسن | خط آچکا پر آئینہ ہے رو بہ رو ہنوز

ہم جستجوے یار میں پہنچے قریبِ مرگ | پر ہے وہی تلاش وہی جستجو ہنوز

شیریں مقال جتنے ہیں جوشش جہان میں ق | ہر چند ہونٹ چاٹتے ہیں رو بہ رو ہنوز

لیکن ہزار حیف کہ نزدیکِ یار کے ــــ کرسی نشیں نہیں ہے مری گفتگو ہنوز

۱۸۱ ہے اُس کے دل میں صنعِ الٰہی کا ڈر ہنوز | لرزاں جو مہر نکلے ہے یاں ہر سحر ہنوز

جوں شمع صرفِ شعلۂ داغِ جگر ہوئے | دیکھا نہ اشک و آہ نے روے اثر ہنوز

عالم کو دیکھتا ہوں کہ سر سے گزر گیا | لیکن وہ کھولتا نہیں اپنی کمر ہنوز

ڈھایا بنائے چشم کو سیلِ سرشک نے | پر حال کی مرے نہیں اُس کو خبر ہنوز

آئی گئی بہار چمن سے ہزار بار — تڑپے ہے دام ہی میں یہ بے بال و پر ہنوز
پھولے پھلے سبھی شجر اس باغ میں مگر — لایا نہ نخل آہ ہمارا ثمر ہنوز
کیا فائدہ جو نالۂ شب گیر کیجیے — مقبول تو ہوئی نہ دعائے سحر ہنوز
میں مر گیا ہوں عشق میں کس ہرزہ گرد کے — اُڑتی پھرے ہے خاک مری دربدر ہنوز
جوشش سر اُس کی راہِ فنا میں دیا تو کیا ——— جاتا نہیں ہے سر سے مرے دردِ سر ہنوز

۱۸۲/۱۰

ہمارے حال پہ اُس کی نظر نہیں ہرگز — کسی کے دل کی کسی کو خبر نہیں ہرگز
وہ ہے تو غنچہ دہن پر دہن نہیں رکھتا — وہ مو کمر ہے پر اُس کے کمر نہیں ہرگز
ادا و ناز و کرشمہ سبھی ہیں اُس کی طرف — سوائے آہ و فغاں کوئی ادھر نہیں ہرگز
ڈروں نہ تیغِ نگہ سے نہ تیرِ مژگاں سے — میں بے جگر ہوں مرے تو جگر نہیں ہرگز
بہ رنگِ سرو مری آہ کیوں نہ سرکش ہو — یہ وہ شجر ہے کہ جس کے ثمر نہیں ہرگز
ہوا ہوں خاک ولیکن ہوں ایک ہی در کا — یہ مشتِ خاک مری دربدر نہیں ہرگز
یہاں جو رات ہے صبح اُس کے ساتھ ہے لیکن — شبِ فراق کو میری سحر نہیں ہرگز
یہ دردِ دل تو مرا اور بھی دوچند ہوا — طبیب تیری دوا میں اثر نہیں ہرگز
صبا بھی دور کھڑی اپنے ہاتھ ملتی ہے — تری گلی میں کسی کا گزر نہیں ہرگز
ہوا ہے خلق جو اس شعلہ زار میں جوشش ——— قیام اُس کو بہ رنگِ شرر نہیں ہرگز

۱۸۳

کیوں نہ اشکِ تہِ مژگاں ہو اثر سے لبریز — ہووے ہے شعلۂ خس پوش شرر سے لبریز
اپنے پروردہ سے کب فیض اُٹھاتا ہے کوئی — نہ ہوا ایک صدف آبِ گہر سے لبریز

گو کہ ساقی نہ پیالہ دے لبالب مے سے — ساغرِ چشم تو ہے خونِ جگر سے لبریز

بادۂ شوق ترے لب کا نہ اک بوند گرا — جامِ دل کو ہیں کیا ایسے ہنر سے لبریز

تلخ کام آہ یہ ناکام ہے جب تک نہ ملے — اُس کا پیمانہ لبِ شہد و شکر سے لبریز

دیکھ ٹک آکے تماشائے چمن ای گل رو — نہریں ہیں چاروں طرف دیدۂ تر سے لبریز

کیوں ہوا اس بحر کو یہ جوش و خروش ای جوشش — کاسے گرداب کے ہیں دیدۂ تر سے لبریز

دل میں یوں رہتے ہیں اُس کے تیر کے پیکان عزیز ۱۸۴ — خانۂ اہلِ کرم میں جوں رہیں مہمان عزیز

دردِ جو رکھتا ہے اُس کو ہے دوا کی آرزو — ایک تیرے دردمند دل کو نہیں درمان عزیز

شیوۂ آزادگی رکھتے ہیں جو ہیں دل جلے — شمع کو ممکن نہیں ہوئے سرو سامان عزیز

دشمنِ جانی ہمارا واقعی تو ہے پہ ہم — جان سے بھی جانتے ہیں تجھ کو اے جانان عزیز

مصرعِ بسمل پر جوشش ایک مرتے ہیں ہمیں — "ورنہ یاں کس کو نہیں ہے اپنی اپنی جان عزیز"

ترے عارض پہ خط نکلا ہی کیا سبز ۱۸۵ — کوئی سبزہ نہیں اس طرح کا سبز

ترے ہاتھوں سے مل لائی حنا رنگ — وگرنہ فی الحقیقت تھی حنا سبز

گریباں چاک کر ڈالا گلوں نے — گلے میں دیکھ کر تیرے قبا سبز

کیا کیا کام اے زہرِ غم ہجر — بہ رنگِ درد میرا ہو چلا سبز

برسنے کو برس اے ابرِ مژگاں — نہ ہوگا نخلِ میری آہ کا سبز

خیالِ قامتِ جاناں ہیں ہر آہ — بہ رنگِ سرو ہے سر تا بہ پا سبز

قبا ہر رنگ کی ہے خوش نما لیک — اسے پھبتی ہے جوشش سرخ یا سبز

۱۸۶/۵

ہیں داغ مرے جزو بدن جوں پرِ طاؤس
مخلوق ہوں اس دہر میں ہم پیکرِ طاؤس

اُس روئے مخطط پہ ہیں یوں زلف کے حلقے
قرآن پہ جس طرح رکھے ہوں پرِ طاؤس

سر پر ترے یہ طرۂ زر زر دپہ سجے ہے
پامال حسد کیوں نہ ہو تاج سرِ طاؤس

رکھتے ہیں جو یہ جلوۂ نیرنگ ای جوشش
کیا آگ دبی ہے تہِ خاکسترِ طاؤس

۱۸۷/۶

زلف رکھ دل کو نہ چشمِ سیہِ یار کے پاس
کوئی رکھتا نہیں بیمار کو بیمار کے پاس

صیقلِ عشق سے دل صاف اگر ہو جائے
مثل آئینہ رہا کیجیے اُس یار کے پاس

دانۂ اشک کی تسبیح ہے اور زلف کی یاد
نے ہوں اس سبحے کنے نزدیک نہ زنار کے پاس

ہجر میں ہوش و خرد تاب و تواں ایک نہیں
جز گرفتاریِ دل تیرے گرفتار کے پاس

رونمائی تجھے کیا دیوے گا اے مایۂ حسن
نقدِ جاں بھی نہیں اس طالبِ دیدار کے پاس

آرزو دل میں ہماری ہے یہی ای جوشش
یہ غزل پڑھتے کبھی بیٹھ کے اُس یار کے پاس

۱۸۸/۵

کیا کریں گے یاد لے صیاد آرامِ قفس
حکم دے پروانہ کا کاٹ تا سرِ بامِ قفس

اے ستم ایجاد تیری زلف و خط کے روبرو
کوئی لے سکتا ہے نامِ دام یا نامِ قفس

جان کا ہونا ہے سودا ابر صحرا ہے باغ باں
مجھ کو اس صبح چمن سے خوب تھی شامِ قفس

کانٹے سے چبھتے ہیں میری دل میں خارِ آشیاں
یاد جب آتا ہے گل چیں مجھ کو آرامِ قفس

ہاتھ میں صیاد کے جاتے ہی جوشش ہو گئے
نے قفس کے در کو دیکھا ہم نے نے بامِ قفس

۱۸۹/۷

کبھی نہ دے گئے اک زخم یادگار افسوس
چلی نہ مجھ پہ تری تیغ آبدار افسوس

ہوا یہ حال مرا عشق میں کہ دشمن بھی
ملیں ہیں دست تاسف کریں ہیں یار افسوس

سبھوں سے تجھ کو ہوئی بے تکلّفی لیکن
اُٹھا نہ ہم سے تکلف ترا ہزار افسوس

بہ سانِ شانہ ہوا چاک چاک دل لیکن
لگی نہ ہاتھ تری زلف تابدار افسوس

نسیم کی طرح روز اُٹھ کے خاطر خواہ
نصیب میں نہ ہوئی سیر کوئے یار افسوس

کریں ہیں منع مجھے یار تیرے ملنے سے
ہوئے ہیں دشمنِ جانی یہ دوستدار افسوس

بہ ایں فصاحت و خوبی جہاں میں اے جوشش —
ہمارے شعر نے پایا نہ اشتہار افسوس

۱۹۰/۷
ہے دل مرا اے دل بر ہم شیشہ و ہم آتش
چومے ہے قدم آ کر ہم شیشہ و ہم آتش

دل شیشہ جگر اخگر تن خاک کی ڈھیری ہے
ہے یاں تہِ خاکستر ہم شیشہ و ہم آتش

یہ پیرِ مغاں کا تو اک ادنیٰ تصرف ہے
مے خواروں کے ہے گھر گھر ہم شیشہ و ہم آتش

صنعت گرئ صانع ہے موجبِ حیرانی
ہر سنگ کے ہے اندر ہم شیشہ و ہم آتش

تجھ حسن کے جلوے سے ہر ایک حبابِ جو
آیا ہے نظر اکثر ہم شیشہ و ہم آتش

جس وقت پیے مے تو منہ کو ترے سادہ رو
بے جا نہیں کہیے گر ہم شیشہ و ہم آتش

اب دیکھے ہے آئینہ وہ مہروش اے جوشش —
یک جا ہے تماشا کر ہم شیشہ و ہم آتش

۱۹۱/۵
سینے میں غمِ عشق نے کی مشتعل آتش
اے اشک بجھا تا کہ لگی متصل آتش

یوں مہرِ دوراں سے دل افسردہ ہوا ہے
پانی کے چھڑکنے سے ہو جوں مضمحل آتش

گرمی ترے ملنے کی جلا دیوے ہے اُس کو
اتنا بھی تو پروانے سے مت گرم مل آتش

ہیں طور کے جیسا یہ ترے حسن کے جلوے
کس طرح ترے آگے نہ ہووے خجل آتش

جوشش عذر اولیٰ ہے محبت کے شرر سے —
دیوے ہے جلا شہر کے شہر ایک تل آتش

دل ہے کہاں سینۂ سوزاں میں قرینِ آتش ۱۹۳/۴ آتش اس کا ہے مکاں یہ ہی مکینِ آتش

ناتوانوں سے مدد پہنچے ہے یوں سرکش کو خس و خاشاک ہے جس طرح معینِ آتش

نالۂ گرم اگر دل سے مرے سر کھینچے خشک و تر ہوئے ابھی زیرِ نگینِ آتش

کیجے کس واسطے منّت کشیِ آبِ سرشک دل سوزاں تو ہے مدّت سے رہینِ آتش

شعلہ رویوں نے جلایا ہے جسے مثلِ شرر اے سمندر ہے وہی صدر نشینِ آتش

تا نہ امداد طلب ابر مژہ سے ہو مرے دلِ آتش سے نہ دھوئے کوئی کینِ آتش

کہہ تو کس واسطے جوشش یہ تردد یہ تلاش ——— تجھ سے سرسبز نہ ہوئے گی زمینِ آتش

اگر داغ جگر اپنا دکھاؤں آب ہو آتش ۱۹۳/۵ وگر رونے لگوں میں ہر میں نایاب ہو آتش

تجھے کس طرح کہیے آتشیں رخسار اے ظالم اگر دیکھے تری صورت ابھی بیتاب ہو آتش

کنارہ کب کرے اے شعلۂ آہ و فغاں تجھ سے سمندر وار جس کی زیست کا اسباب ہو آتش

اگر باطن میں ہم رنگی نہ ہو روشن ضمیروں کو تو کیوں آتش سے ملتے ہی شرابِ ناب ہو آتش

بغیر اُس کے جو گلشن میں کروں میں قصدِ مے نوشی ——— تو میرے سر پہ جوشش پرتو مہتاب ہو آتش

ہوئے نہ میرے دل سے لبِ یار فراموش ۱۹۳/۵ کرتا ہے نمک کوئی نمک خوار فراموش

قاصد تو اُسے دیکھ کے سب بھول لیو لیکن مت کیجیو حالِ دلِ بیمار فراموش

صیّاد رہا کر نہ عبث کنجِ قفس سے اب ہو گئی ہم کو رہ گلزار فراموش

اے ترک تری زلف کو دیکھے جو برہمن ہو اپنے گلے کا اُسے زنّار فراموش

قاتل وہ مسلّم ہے پہ جی دھڑکے ہے جوشش ——— ہو جائے نہ اُس کو یہ گنہ گار فراموش

۱۹۵
کیوں کر نہ گرد باد کو ہووے ہوائے رقص — سچ تو یہ ہے کہ دامنِ صحرا ہی جائے رقص
مشغول وجد رہ روِ راہِ فنا ہے تو — دیکھا نہیں شرر کو ہے کیا مبتلائے رقص
جب سے نظر پڑا ہے وہ رقاصِ دل فریب — بھاتا نہیں ہے مجھ کو یہاں کچھ سوائے رقص
بے رقص تجھ کو چین نہیں ایک آن بھی — پیرِ فلک تجھی سے ہے شاید بنائے رقص
ق
بزمِ جہاں میں خیل مریدوں کے ساتھ لے — پھرتے ہو مست، تو بہت تم برائے رقص
دیکھو گے اپنا حال جو کچھ ہوگا شیخ جی — باہر جو تال سم سے پڑا آج پائے رقص
جوشش ہی چرخ دشمنِ عیش ایک بد گماں — سر پیٹتے نہ دیوے کسی کو جائے رقص

۱۹۶
نے دولت آرزو ہی نہ دنیا نہ دیں غرض — یارب میں بے غرض ہوں مجھے کچھ نہیں غرض
بے عشوہ بے کرشمہ و بے ناز و بے ادا — عالم کے دل کو لے گیا وہ نازنیں غرض
اس طرح کا نہ ہوگا کوئی باغ دل کشا — کوچے کو تیرے چھوڑ کے جاؤں کہیں غرض
اپنے ہی آستانۂ دل پر ہے جبہہ سا — رکھتا نہیں کسی سے یہ گوشہ نشیں غرض
رہتا ہوں اس کمر کے تصور میں دم بہ دم — مجھ سا نہ کوئی ہووے گا باریک بیں غرض
اتنا نہ کھائیں خونِ جگر فکرِ شعر میں — ہوئے نہ شاعروں کو اگر آفریں غرض
جوشش بہ زور لایا ہوں میں زیرِ پائے فکر — تھی آسمان سے بھی پرے یہ زمیں غرض

۱۹۷
اگر عارض ہو اس آئینہ رو کا سبزہ زارِ خط — خجالت سبزۂ آبِ رواں کو دے بہارِ خط
منڈائے روز اٹھ کیوں کر نہ وہ روئے مخطط کو — کہ اس نازک بدن سے اٹھ نہیں سکتا ہے بارِ خط
بس ہوں آشفتۂ زلف و جگر دیوانۂ رخ ہے — یہ دل ہے داغ دارِ خال و جاں ہی بے قرارِ خط

اگر وہ گل بدن جائے کبھی گلگشت گلشن کو — بلا گردان ہو سنبل زلف پر پیچاں نثار خط

جلا دیتا ہے اس آئینہ رو کے منہ کو اے جوشش —— غبار خاطر عشاق ہو کیوں کر غبار خط

۱۹۸

صاف طینت سے کریں ہیں شعلہ رو کم اختلاط — آب و آتش میں نہیں ہوتا ہے باہم اختلاط

اشک کے قطرے ہیں کیوں میرے مژہ سے مختلط — خار سے دیکھا نہیں رکھتی ہو شبنم اختلاط

غنچۂ گل سے صبا کو اس طرح کب ربط ہے — دم کو ہے جس طرح دل کے ساتھ ہر دم اختلاط

کھو دیا ہے گو تری خط نے صفائے حسن لیک — تجھ سے اس عالم پہ بھی رکھے ہے عالم اختلاط

بلبلوں کی طرح ہر گل سے نہیں کرتے ہیں ربط — غنچۂ دل ہی سے رکھتے ہیں سدا ہم اختلاط

یہ نہیں ہونے کا جوشش تا نہ چھڑکے وہ نمک —— زخم دل سے میرے کیوں کرتا ہے مرہم اختلاط

۱۹۹

منظور ہو جو سینۂ سوزاں کی احتیاط — جوشش کر اپنے دیدۂ گریاں کی احتیاط

میرے دل و جگر کو تو رہتی ہے دم بدم — منظور اس کے تیر کے پیکاں کی احتیاط

ناصح کہا بھی مان کسی کا نہ کر رفو — مجھ سے نہ ہو سکے گی گریباں کی احتیاط

بے احتیاط چھوڑ نہ دے اپنے حسن کو — لازم ہے باغبان کو گلستاں کی احتیاط

کہہ دیجو کوہ سے بھی کہ آتی ہے سیل اشک — صحرا نے کی ہے اپنے بھی داماں کی احتیاط

ہم سے غریب خاک میں جوشش ملے ملے —— کرتا ہے کون گور غریباں کی احتیاط

۲۰۰

ہمارے اس کے جو آپس میں تھے ربط — کہاں باقی ہیں وے اخلاص وے ربط

کبھی دل مانگتے ہو تم کبھی جان — جفا کیشاں زہے خلطہ زہے ربط

بگڑ جاتا ہے وہ تو بات کہتے — کوئی اس تند خو سے کیا کرے ربط

کہے دیتا ہوں اے ناصح خبردار ۔ بہت مت بول میرے آ گئے بے ربط
ملا کر اُس سے گر ہے ربط منظور ۔ نہیں ہوتا کسی سے بے ملے ربط
وہی شاعر مسلّم ہے اے جوشش ۔ جو اک کو دوسرے مصرع سے دے ربط

۲۰۲ نہ اُس کے لطف سے خوش نے کرم سے محظوظ ہے ۔ عجب یہ دل ہے کہ جور و ستم سے ہے محظوظ
کوئی دم اور ہی رہنے دے شستِ شوم گر ۔ مرا لہو تری تیغ دو دم سے ہے محظوظ
کوئی ہے عیش سے محظوظ کوئی طرب سے خوش ۔ یہ دردمند ترا درد و غم سے ہے محظوظ
ہوئی ہے جس کی یہاں چشمِ دل کو بینائی ۔ وہ کب مشاہدۂ جامِ جم سے ہے محظوظ
طوافِ دل سے ہے بے بہرہ جو کوئی اے شیخ ۔ تری طرح وہی طوفِ حرم سے ہے محظوظ
چمن سے اس کو غرض کیا ہے اے نسیمِ سحر ۔ یہ مشتِ خاک تو کوئے صنم سے ہے محظوظ
جو کوئی درد سے ہے آشنا وہی جوشش ۔ ہمارے شعر سے خوش اور ہم سے ہے محظوظ

۲۰۳ کر سیرِ باغِ دل جو ہم آہنگ ہے وسیع ۔ ان گلشنوں کی طرح نہیں تنگ ہے وسیع
رکھے ہے مست یادِ خطِ پشتِ لب مدام ۔ کب اتنا عرصۂ نشۂ بنگ ہے وسیع
دیکھا ہے ہم نے خوب سا دامانِ کوہ کو ۔ دامانِ دل کا وہ نہیں ہم سنگ ہے وسیع
وحشت سرائے قیس سے دیکھا جو غور کر ۔ دشتِ جنوں مرا کئی فرسنگ ہے وسیع
ظالم تو اپنے گھر سے نکالے ہے کیوں مجھے ۔ ملکِ خدا نہیں ہے میاں تنگ ہے وسیع
جوشش بہار وسعتِ ملکِ عدم کہاں ۔ ہستی تو ہے وسیع پہ بے رنگ ہے وسیع

۲۰۴ اب عیادت کو مری تونے جو کی ہے تصدیع ۔ اک ذری بیٹھ کہ بس ایک ذری ہے تصدیع

سرمہ ساچشم کا بیمار ہوا ہیں جب سے — بول سکتا نہیں کچھ آہ بھی ہے تصدیع

لاکھ تدبیر کرو پر وہ ہوا ہی چاہے — جس کی قسمت میں بیاں جس نے لکھی ہے تصدیع

نالہ و آہ و فغاں وصل میں بھی کم نہ ہوئے — تھی جو کچھ ہجر میں تصدیع وہی ہے تصدیع

داغ دل زخم جگر اپنے ترقی پر ہیں — ٹک خبر لے مری ان روزوں بڑی ہے تصدیع

درد پہلو ہے کبھی اور کبھی سوزش دل — بے طرح ان دنوں کچھ ہونے لگی ہے تصدیع

ہوئے آرام طلب راہ طلب میں جب سے — ہم کو تصدیع جدی دل کو جدی ہے تصدیع

دیکھتا ہوں میں زمانے میں تو اک عالم کو — ق کبھی آرام بھی ہے اور کبھی ہے تصدیع

لیکن احوال پہ جوشش کے جو کرتا ہوں نظر — کبھی آرام نہیں اس کو نری ہے تصدیع

کروں نہ دولت دنیا کی زینہار طمع — ۲۰۴ دکھائے گو کہ یہ میرے تئیں ہزار طمع

بہ رنگ شمع ہے اس سوز عشق سے مجھ کو — دل برشتہ غرض چشم اشک بار طمع

اگرچہ نزع میں ہوں میں پر ایک بوسے کی — مجھے ترے لب جاں بخش سے ہے یار طمع

یہ کون زہد ہے زاہد یہ کون تقویٰ ہے — زباں پہ بے طمعی دل میں بے شمار طمع

وہ چشم مست تری خون دل کی ہے مشتاق — رکھے ہے جوں مے گل گوں کی مے گسار طمع

وہ کیوں نہ سبزۂ خط چاہے اپنے عارض پر — کہ باغ بان کو ہے باغ سے بہار طمع

خدا نہ دیوے کسی چیز کی طمع جوشش — ہمارے دل میں یہ آتی ہے بار بار طمع

ہوئے میرا مہ تاباں جو تماشائی شمع — ۲۰۵ کھائے بر ہم ابھی یہ انجمن آرائی شمع

ایک پروانے کو گرتے نہ سنبھالا اس نے — آستیں میں ہی رہا پنجۂ گیرائی شمع

چشم کس طرح نہ روشن رہے تا مرگ اُس کی — خاک پروانہ کی ہی سرمۂ بینائیِ شمع
سمجھیں ہیں اہلِ نظر رتبۂ تنہائی کو — دیکھے کیا چشم لگن جلوۂ تنہائیِ شمع
بھول ہی جائے اُسے اپنی تجلّی جوشش — محفلِ دل کی اگر طور کو دکھلائے شمع

۲۰۶
۸

ہر شب جو کھیلتی ہے یاں اپنی جان پر شمع — عاشق ہوئی ہے شاید اُس بدگمان پر شمع
منصور وار کیوں کر سر سے نہ دار نکلے — لاتی ہے رازِ دل کو اپنی زبان پر شمع
پروانہ بے جگر ہے جو اُس پہ جا گری ہے — ورنہ سنانِ خوں ریز ہے شمع دان پر شمع
سوز و گداز اپنا سارا بیاں نہ ہوئے — لاکھوں جلیں بجھیں گو ہر داستان پر شمع
سنگِ مزار پر اس سرگشتہ کے جو آتی — تیغِ زبان آتی تیری نہ سان پر شمع
ہے بار یاب ہر شب تو بزمِ مہوشاں میں — تو ہی دماغ تیرا ہے آسمان پر شمع
پروانہ تیرے آگے پرواز کر سکے گا — آیا مزاج تیرا گر امتحان پر شمع
سوزِ کلام جوشش برقِ ہر انجمن ہے — نازاں نہ رہیو ہرگز اپنی زبان پر شمع

۲۰۷
۸

ہوئے ہیں دل خمِ ابرو میں تیری جاناں جمع — کہ جیسے مسجدِ کعبہ میں ہوں مسلماں جمع
نہ کر خیال کہ مژگاں ہیں اُس کی اے ناداں — یہ مے کدے کے ہیں در پر سیاہ مستاں جمع
کمانِ ابرو و تیرِ نگاہ و تیغِ مژہ — ہمارے قتل کو اُس نے کیا یہ ساماں جمع
گلوں کو بھرتا ہے دامن میں جس طرح گلچیں — کرے ہے اشک کے قطروں کو میرے داماں جمع
ہمارا دل نہ ہو کس طرح رشکِ مقناطیس — کہ اُس کے تیروں کے آکر ہوئے ہیں پیکاں جمع
ہمیشہ دستِ جنوں دھجیاں اُڑاتا ہے — کہاں سے اُس کے لیے میں کروں گریباں جمع

گرہ نہ دیوے گا جب تک تو زلفِ ابتر کو — کبھی نہ ہوگی مری خاطرِ پریشاں جمع
یہ چاند ماتھے پر اس کے نہ ہوئے ای جوشش —— ہوئے ہیں مہرِ درخشاں و ماہِ تاباں جمع

۲۰۸/ہ
رکھتا نہیں ہیں لالہ صفت دل میں چار داغ — طاؤس وار جز و بدن ہیں ہزار داغ
جوں ماہتابِ عشق میں اُس آفتاب کے — چھاتی سے میری پھوٹ کے نکلا ہی پار داغ
ہر چند اب وہ سوزِ محبت نہیں مگر — سینے میں رہ گئے ہیں کئی یادگار داغ
سجدے کا یہ نشاں نہ ہو ماتھے پہ شیخ کے — رکھتا ہے وہ بھی تیری غلامی کا یار داغ
نے کوئی لالہ پہنچے ہے اُس کو نہ کوئی گل —— جوشش رکھے ہے دل میں عجب کچھ بہار داغ

۲۰۹/ہ
خوف کیا ہی گو صبا ہو دست اندازِ چراغ — داغِ دل میرا نہیں جلتا بہ اندازِ چراغ
سوختہ جانوں کے لیے دور ہے آہ و فغاں — کب کسی کے کان تک پہنچے ہے آوازِ چراغ
خالی اسبابِ فنا سے بزمِ ہستی میں نہیں — دیکھیے گر غور سے انجام و آغازِ چراغ
دل سیہ دل کا ہو روشن دل سے روشن کیا عجب — ہوئے گھر تاریک روشن ہے یہ اعجازِ چراغ
اے دلِ افسردہ سازش کر تو سوزِ عشق سے — دیکھ تو ٹک سوز کے ہے ساتھ کیا سازِ چراغ
تا سحر گرد اُس کے تھا آخر کو جل کر رہ گیا — مثلِ پروانہ نہ دیکھا کوئی دم سازِ چراغ
دل سیہ تیرا ہی جوشش قدرِ داغِ عشق کر —— خانۂ تاریک میں ہوتا ہے اعزازِ چراغ

۲۱۰/ہ
رات بے تابانہ ہو کر صدقہ فرقِ چراغ — دل جلا پروانہ آخر ہو گیا غرقِ چراغ
لعل کے آویزے ہیں کانوں میں اُس کے جلوہ گر — رکھتی ہے صبحِ بناگوشِ بتاں شرقِ چراغ
وصل کی شب داغِ دل جلتا جو تھا سو بجھ گیا — دامنِ زرتار اُس کا ہو گیا برقِ چراغ

دن کو آ کر دیکھ اس کو رات دن جلتا ہے یہ
ہوئے گا معلوم تب اس داغ سے فرقِ چراغ

ماہ رو کو تیرے جوشش انجمن میں دیکھتے
رات پھیکا پڑ گیا سب زرق اور برقِ چراغ

۲۱۱/۳

کروں میں دیدہ سے قطعِ نظر دروغ دروغ
اُٹھا کے آنکھ نہ دیکھوں اُدھر دروغ دروغ

سوائے راست تو باتیں نہ کر دروغ دروغ
کہ راست راست ہے اے بے خبر دروغ دروغ

کہے ہے کون کہ دیکھی ہے میں کمر اُس کی
نظر پڑی کسے اُس کی کمر دروغ دروغ

۲۱۲/۷

اس دلِ صد چاک میں یوں جلوہ گر ہے اُس کا داغ
جیسے قندیلِ مشبّک میں چمکتا ہو چراغ

یار کے ہم راہ کیوں کر کیجیے سیرِ چمن
اُس سے آزردہ ہو گل اور مجھ سے بلبل بے دماغ

وصل میں بھی شمع رو کے مثلِ پروانہ مجھے
آہ اس بے تابیِ دل سے نہیں ملتا دماغ

ساقیِ گل فام جب غیروں کو پیہم جام دے
لالہ ساں لب ریزِ خوں کیوں کر نہ ہو میرا ایاغ

نے ملے ہے زلف میں نے ٹھہرے ہے کاکل کے بیچ
گم ہوا ہے دل ہمارا لیجیے کیسے سراغ

گرچہ اے رشکِ چمن تھے دل گرفتہ غنچہ ساں
دیکھتے ہی منہ کو تیرے ہو گئے ہم باغ باغ

کم نگاہی تھی ہی تس پر ستم لگایا غیر کو
وہ مثل ہے اپنی جوشش داغ بر بالائے داغ

۲۱۳/۵

زخمی جگر کے دل میں ہے کیا آرزوئے تیغ
سو ٹکڑے ہو گیا ہے یہ دیکھے ہے سوئے تیغ

قاتل کھڑے ہیں گرد تری لاکھوں تشنہ لب
قسمت میں کس کے دیکھیے ہے آبِ جوئے تیغ

ہر بات میں رقیب نہ کھا تیغ کی قسم
نامرد کو یہ چاہیے ہرگز نہ چھوئے تیغ

قاتل مرے بدن میں تو اک قطرہ خوں نہیں
ہر دم لہو سے کس کے ہے آلودہ روئے تیغ

جوشش وہ مار کر مجھے رو دیا یہاں تلک
ہوئی اُس کے آبِ چشم ہی سے شست و شوئے تیغ

اس کے رخسار پر کہاں ہے زلف ۲۱۵ شعلۂ حسن کا دھواں ہے زلف
دام خط کا فریب کیا کھائے — طائر دل کا آشیاں ہے زلف
مجھ سے مت پوچھ اس سے پوچھ اے ترک — حال کی میرے ترجماں ہے زلف
وصف اس کا ہو مختصر کیوں کر — ایک طومار داستاں ہے زلف
ہم ہی قیدی نہیں ہوئے اے شیخ — دام ہر پیر و ہر جواں ہے زلف
گم ہوا جب سے یہ دل وحشی — چشم دایہ سے بدگماں ہے زلف
اپنے جوشش کو کشمکش میں نہ رکھ — صد ضعیف اور ناتواں ہے زلف

شاید گذر ہوا ہے ترا آج سوئے زلف ۲۱۵ آتی ہے اے نسیم سحر تجھ سے بوئے زلف
ظاہر ہے پیچ و تاب سے اس درد آہ کے — دل میں بھری ہوئی ہے تری آرزوئے زلف
مجھ پر اسیر ہوتے ہی یہ عقدہ کھل گیا — کہتے ہیں جس کو دام بلا ہیں یہ موئے زلف
اے خضر تجھ سے عمر طلب کرتے بہر سیر — دور دراز ہوتی نہ گر راہ کوئے زلف
کیوں کر گلاب و مشک کی آئے نہ بو کہ ہے — روئے عرق فشاں ہی تری شست و شوئے زلف
آشفتہ حال ہم سے تو جوشش ہوئے خجل — سنبل کی کیا مجال جو ہو روبروئے زلف

مائل ہوں کب پناہ کی تدبیر کی طرف ۲۱۶ دیکھوں ہوں جوں نشانہ ترے تیر کی طرف
گرد بکھنا ہو رہی چمن پھر بھی اے صبا — جانا نہ اس کی زلف گرہ گیر کی طرف
تیرے ہی در کی خاک کی نت آرزو رہی — آیا کبھی خیال نہ اکسیر کی طرف
جب موسم بہار کی سنتا ہوں میں خبر — روتا ہوں دیکھ دیکھ کے زنجیر کی طرف

لاکھوں ہی گھر کو خاک میں لے کر ملا دیا
آیا مزاج دہر نہ تعمیر کی طرف

زخمی پڑے سسکتے ہیں پر چھوڑتے نہیں
حسرت سے دیکھنا تری شمشیر کی طرف

جوشش کو آرزوے اثر میں کیا تمام —
آخر اسی کی نالۂ شبگیر کی طرف

٢١

کیوں کہوں قامت کو تیری اے بت رعنا الف
اور کچھ خوبی نہیں رکھتا ہو اک سیدھا الف

جیسا ہی اُس برہمن زادی کے قشقے کا الف
لکھ نہیں سکتا ہی کوئی خوش نویس ایسا الف

جب سے دی تعلیم گریہ اوستادِ عشق نے
تختۂ سینہ پہ طفلِ اشک نے کھینچا الف

وصف بینی میں یہ کیا مصرع زباں پر آگیا
اُس کی بینی ہے بلند اور اُس سے چھوٹا ہی الف

گرد ہی نقش و نگارِ چین اُن کے روبرو
ہیں ردائے فقر پر اس طرح کے زیبا الف

قتل کو عاشق کے انگشت اشارت کر بلند
تیری انگشت اشارت ہی شہادت کا الف

سرکشی کرتا ہی یوں ہر آن میرا نفس شوم
جس طرح سے دم بہ دم ہو جاتا ہی گھوڑا الف

اتنے پر بھی ذات واحد سے ہیں غافل ناقصاں —
کھینچ رہا ہے موئے تن سے تن پہ ہر نایا الف

٢١٨

کرتا ہے کون مجھ سے گنہ گار کی طرف
سب بولتے ہیں اُس بتِ خونخوار کی طرف

حسرت بھری نگاہ سے ہر گل چمن کے بیچ
دیکھے ہے تیرے گوشۂ دستار کی طرف

تیری طرح صبا نہیں جانے کے ہم کبھی
اس کی گلی کو چھوڑ کے گلزار کی طرف

کرنا جو قتل ہو تجھے قاتل تو کر گزر
کیا بار بار دیکھے ہے تلوار کی طرف

زاہد نہ پھر کبھی سوے محراب رو کرے
دیکھے جو تیری ابروے خمدار کی طرف

اے یار تیرا طالبِ دیدار مر چلا
ٹک دیکھ اپنے طالبِ دیدار کی طرف

جوشش نکالے فصیح جو ادبی کے شعر میں — دیکھا نہ اپنی خوبیٔ گفتار کی طرف

۲۱۹
۵

وہ شگفتہ دل جو تھا یک عمر گلشن کا حریف — ہو گیا داغوں کی دولت آہ گلخن کا حریف
گرد اُس رخسار کے زلفِ سیہ ہے حلقہ زن — کیوں نہ حلقہ اُس کا ہو ہوئے مہ کے خرمن کا حریف
صبحِ محشر دامنِ کہسار دونوں ہیں تجمل — کون ہو سکتا ہے میری جیب و دامن کا حریف
جب تری شمعِ تجلی نے منور کر دیا — خانۂ دل ہو گیا وادیٔ ایمن کا حریف
شاعری کا فن بھی جوشش زورِ فن ہے کچھ نہ پوچھ — ہر کس و ناکس نظر آتا ہے اس فن کا حریف

۲۲۰
۵

کیا شمع ہے مبتلائے عاشق — روتی ہے کھڑی برائے عاشق
کرتے تو ہو تیغ آزمائی — ایسا نہ ہو مر ہی جائے عاشق
گلزارِ جہاں میں غنچہ آسا — ہے خونِ جگر غذائے عاشق
اُس تیغِ نگہ کے سامنے سے — تا مر نہ مٹے نہ جائے عاشق
جوشش وہ یار گوشِ دل سے — سنتا نہیں ماجرائے عاشق

۲۲۱
۸

ہنگامۂ یک محشر رکھتا ہے سرِ عاشق — خورشید قیامت ہے داغِ جگرِ عاشق
رہتا ہے تصور میں اُس آئینہ طلعت کے — کیوں کر نہ ہو آئینہ دیوار و درِ عاشق
خوبانِ جہاں ظالم گھیرے ہیں تری در کو — ممکن نہیں اب ہووے تجھ تک گزرِ عاشق
جلوے سے ترے چشمِ خورشید جھپکتی ہے — ٹھہرے ترے عارض پر کیوں کر نظرِ عاشق
ہیں دولتِ ہجر سے منہ زرد و سپید آنکھیں — قارون بھی نہ رکھتا تھا یہ سیم و زرِ عاشق
یہ دن کسی دشمن کو اللہ نہ دکھلائے — جس طرح گزرتی ہے شام و سحرِ عاشق

گردن زدنی کون اور تلوار چلے کس پر — انصاف یہی ہے اے بیدادگر عاشق

پھل مارتے اے چشمۂ کہسار ترے دامن کو — صد تختۂ گل بخشے یہ چشمِ تر عاشق

۲۲۱ کس طرح کم ہوئے یہ سودائے عشق — ہے سرِ شوریدہ میرا جائے عشق

کیوں نہ ہو ہر موج اس کی شعلہ خیز — سیلِ اشکِ چشم ہے دریائے عشق

کام کیا دشت و بیاباں سے مجھے — ہاتھ آیا دامنِ صحرائے عشق

دین و دنیا کی خبر مجھ کو نہیں — پی گیا ہے نشۂ صہبائے عشق

کیوں نہ دیوانہ ہو وحشی کی طرح — جس کو تیرے سامنے یاں ہو جائے عشق

۲۲۲ چمن کی سیر کا کیا خاک ہو شوق — نہ وہ دن ہی رہا ہے اب نہ وہ شوق

کسی کی بات سنتا ہو اگر وہ — فقیروں کا بھی اُس سے جا کہو شوق

تو اس کو دیکھیں اور رو یا کریں ہم — رہیں گے مرتے مرتے بھی یہ دو شوق

سنیں گے سب کی اے وحشت ولیکن — کریں گے وہ ہی ہوگا اپنا جو شوق

۲۲۳ مارا ہوا تمہارا تو عالم ہے زیرِ خاک — مجھ سا ستم رسیدہ کوئی کم ہے زیرِ خاک

آلودہ ہے وہ سر سے عرق تاکہ گرد سے — دیکھا نہ ہو تو دیکھ لو شبنم ہے زیرِ خاک

غلماں ہیں دست بستہ و خدمت میں حورِ عین — عاشق ترا سدا خوش و خرم ہے زیرِ خاک

ٹکڑے ہوا ہے جو کوئی یاں زیرِ تیغِ عشق — تا حشر اس کی لاش مسلّم ہے زیرِ خاک

۲۲۴ رہنے نہ دے گی یہ مژۂ اشکبار خشک — گو ہو نہ دل کی آگ سے جیب و کنار خشک

تیرے قدم جو سوئے چمن چھو کبھی ہوں — ہو جائیں سبز ہاتھ ابھی میرے بار خشک

خوں خوار تیرے پنجۂ رنگیں کو دیکھتے
مرجاں کا خون ہو گیا سب ایک بار خشک

ابر و ہوا ہووے ہو چمن ہو وہ گل نہ ہو
کافر ہے جس کو بھاتی ہو ایسی بہار خشک

تر دامنی تمہاری نہ جائے گی شیخ جی
گرمیِ زہد خشک سے کیجیے ہزار خشک

وہ آتشیں عذار جو کل باغ میں گیا
منہ دیکھتے ہی ہو گئے گل ایک بار خشک

جوشش دلوں میں بوئے محبت نہیں رہی
شیشوں میں ہو گئی ہے مے خوش گوار خشک

۲۲۶

اُس کے دیار میں نہیں ملتا نشانِ اشک
بھٹکا پھرے ہے آہ کدھر کاروانِ اشک

دُرِّ نجف ہی اُس کو سمجھتے ہیں مردماں
کس آب و تاب سے ہے مژہ درمیانِ اشک

حاصل ہوئی یہ آتشِ غم سے گدازگی
پانی ہو بہ گئے جگر و دل بسانِ اشک

باغِ جہاں سے چون گلِ عشرت کہاں کھوں
ہے دامن و کنار تو جوشش مکانِ اشک

۲۲۷

گو سونپے مجھ کو گردشِ افلاک زیرِ خاک
کچھ غم نہیں ہے ہو گئی اک خاک زیرِ خاک

جیتے ہی جی نہ چاک گریباں رہا ہرا
جیبِ کفن بھی دیکھ تو ہے چاک زیرِ خاک

جو خاک میں ملا دو ہوا خاک کیا عجب
ناپاک ہم سے ہوئیں اگر پاک زیرِ خاک

آئینہ وار پائے گا کچھ اور ہی جلا
جائے گا جب یہ دیدۂ نمناک زیرِ خاک

خم خانۂ جہان کو ہم خالی کر چلے
مے سے لگی رہے گی سدا تاک زیرِ خاک

اے شیخ کیا ڈرائے ہے حق ہے عذابِ قبر
لیکن جفا کش اُس کا ہے بے باک زیرِ خاک

یک بار خفتگانِ عدم چونک اُٹھیں گے یار
نالہ کرے گا جب ترا غمناک زیرِ خاک

نے جالینوس ہے نہ فلاطوں نہ بو علی
لیٹے ہیں کیا کیا صاحبِ ادراک زیرِ خاک

تریاک سے تو بہت ہی خوگر ہو شیخ جی — توڑے گی ہاتھ پاؤں کو تریاک زیرِ خاک
جوشش عیش ہو دل میں تری خوف باز پرس — حامی ہے تیرا صاحبِ لولاک زیرِ خاک

۲۲۸

ہم رہے اک عمر مہمانِ فلک — بے نمک آیا نظر خوانِ فلک
یہ زمانہ گر نہ ہو ظالم پرست — ہو نہ اس رفعت پر ایوانِ فلک
گو نہ لے جائے جفا جو سے مرے — ظلم کے میدان میں چوگانِ فلک
دی ہمیں سرگشتگی دل بستگی — آہ کیا کیا کچھ ہیں احسانِ فلک
دے اجل کے منہ میں اے جوشش اُسے — جا چھپے جو زیرِ دامانِ فلک

۲۲۹

یہ دم بہ دم کا روٹھنا اے یار کب تلک — اس ناز کا رہوں میں خریدار کب تلک
تقصیر کی ہر ایک کے تعزیر ہو چکی — منہ دیکھتا رہے یہ گنہگار کب تلک
اب تو مجھے نہ صبر نہ دل کو قرار ہے — یارب میسر آئے گا دیدار کب تلک
آخر کرم کرے ہی گا احوال پر مرے — اس طرح سے رہے گا وہ بیزار کب تلک
اے صبحِ وصل جلد کہیں ہو کبھی جلوہ گر — امید پر رہے کوئی بیدار کب تلک
در پے تو اپنے آٹھ پہر ہوں پہ دیکھیے — اُٹھتا ہے دل سے پردۂ پندار کب تلک
جوشش یہ چرخِ فتنہ سر انجام دیکھیے — رہتا ہے میرے درپئے آزار کب تلک

۲۳۰

تیرے عشاقوں میں ہر اہلِ جگر ایک سے ایک — میرے جی دینے کی پوچھے ہے خبر ایک سے ایک
آگ دی عشق نے جس دن سے ہمارے دل میں — آہ کے ساتھ نکلتے ہیں شرر ایک سے ایک
منفعل ہیں لب و دنداں سے تمہارے ہر ایک — گرچہ اس دہر میں ہیں لعل و گہر ایک سے ایک

یارب قبول اگر ہوئے تو ہے عزّ و شرف ق ہے مری عرض تری بزم میں ہر ایک سے ایک
جس گھڑی آئے یہ سودازدہ محفل میں تری — ماریں چشمک نہ کبھی دیکھ ادھر ایک سے ایک
لاف کیا مارے ہے تو اپنے ہنر کا جوشش — ہیں زمانے میں پڑے اہل ہنر ایک سے ایک

ہے آفتاب اور مرے دل کا داغ ایک ۲۳۱/ہ دیکھا تو بزم عشق میں ہے یہ چراغ ایک
وحدت ہی سے ظہور ہے کثرت کا دیکھ لے ہیں پھول سو طرح کے ولیکن ہے باغ ایک
جس دن سے وہ خیال میں تیری کمر کے ہے عنقا کا اور دل کا مرے ہے سراغ ایک
انصاف سے بعید ہے ساقیِ روزگار اوروں کو جام سیکڑوں مجھ کو ایاغ ایک
لائیں کہاں سے تیری سی فکرِ بلند ہم — جوشش نہیں ہر ایک کا دل اور دماغ ایک

یاد کر تیرے لبِ میگوں کا اے جاناں نمک ۲۳۲/ک ڈال دیتے ہیں مے گل رنگ میں مستاں نمک
کیوں نہ گل کو دیکھ کر گلزار میں آئے ہنسی مدتوں کھایا ہے تیرا اے لبِ خنداں نمک
اے مرے کانِ ملاحت کر نہ مرہم کی تلاش یہ تو وہ داغِ جگر ہے جس کا ہے درماں نمک
آتشِ دوری میں اس مے خوار کی اے سوزِ عشق بھن چکا ہے چاہتا ہے یہ دلِ بریاں نمک
یہ تو وہ زخمِ جگر ہے آہ جس کو دیکھ کر مرہمِ زنگار حیراں ہوئے اور گریاں نمک
تیرا لب جاں بخش ہے اور وہ نمکدارِ حیات تیرے آگے کیا رکھے ہے چشمۂ حیواں نمک
ہونٹ اب تک چاٹتا ہے دیکھ جوشش زخمِ دل — آہ کیا رکھتا تھا اُس کے تیر کا پیکاں نمک

یوں ہے عارض پہ خطِ زلفِ پریشاں نزدیک ۲۳۳/ک جوں کسی باغ میں ہو سنبل و ریحاں نزدیک
کیا گلہ بوسے کا اس غنچہ دہن سے جو کبھی ہنستے ہنستے بھی نہ لایا لبِ خنداں نزدیک

جتنا ہم چاہتے ہیں چاہتے ہیں سنتے ہو — خواہ تم دور رہو خواہ رہو میاں نزدیک
اشک گل گوں کی بہ دولت تری دیوانوں سے — ہو گیا دور بیاباں دگلستاں نزدیک
دور افتادوں کو دکھلائے اگر گوے بتاں — تیری شفقت سے ہے ای گردش دوراں نزدیک
کیا کہوں ضعف بہت دور کھینچا ہی ای جنوں — ورنہ ہاتھوں سے مرے تھا یہ گریباں نزدیک
دانہ اشک ان آنکھوں میں جو دیکھے تو شش — پھر صدف کے نہ پھٹکے قطرۂ نیساں نزدیک
گر بھڑک اٹھے ہماری جان غم پرور سے آگ ۲۳۵ ہے — پانی لے دوڑیں بجھانے کو سبھی گھر گھر سے آگ
تو زبس سرگرم قتل عاشقاں ہی کیا عجب — جوں زبان شعلہ گر نکلے ترے خنجر سے آگ
کنج گلخن کو مجھے سونپا جلا کر عشق نے — تا ابد نکلے گی میری مشت خاکستر سے آگ
سخت جاں تا ہوں نہ باہم ہو نہ آفت کا ظہور — بے ملے چقماق کے نکلے ہے کب پتھر سے آگ
مدعی ناتواں کو ناتواں مت کر خیال — نیستاں میں شعلہ ور ہوتی ہی اک اخگر سے آگ
یوں دل صد چاک سے ہے ربط سوز عشق کو — مختلط جس طرح رہتی ہے سدا مجمر سے آگ
کس طرح جوشش شرر افشاں نہ ہو مثل اناں — مضطرب ہو کر نکلتی ہی دل مضطر سے آگ
وہ بھری ہے مرے جگر میں آگ ۲۳۶ ہے — دے سمندر کے بال و پر میں آگ
شعلہ رو ہے ترے تصور میں — شمع ساں میری چشم تر میں آگ
کیوں جلاتا ہے خانۂ دل کو — کوئی دیتا ہے اپنے گھر میں آگ
جل رہا ہوں میں دیدۂ تر سے — پانی بھی ہے مری نظر میں آگ
حال پر میرے اس کا دل جلتا — نہیں اس آہ بے اثر میں آگ

جانا پروانہ اس کی محفل میں — شمع کے لگ رہی ہے سر میں آگ

چشم آتش نشاں سے لے جوشش — ہے بھری سارے رہ گذر میں آگ

۲۲۶

چشم تر لب خشک ہیں اور دل پریشاں زرد رنگ — آہ کیا کیا تجھ کو دکھلائے ہیں تیرے درد رنگ

گرم جولاں جس گھڑی تو ہوئے ہے ای شہسوار — عاشقوں کا پھیرے اڑتا ہے بہ سان گرد رنگ

اس دل سنگیں میں ہو موثر یہ ممکن ہی نہیں — گو شرر کا سا کرے پیدا یہ آہ سرد رنگ

گنجفے کی طرح پر ہم کیوں نہ ہوکا ہر جہاں — اور ہی صورت سے دکھلائی ہے یاں ہر فرد رنگ

۲۲۷

چہرے کا میری کیوں نہ مشابہ ہو زر سے رنگ — پیدا کیا ہے میں نے یہ کس درد سر سے رنگ

جتنے سفر ہیں سبزہ کریں رنگ کو مگر — ہو گئے سفید ملک فنا کے سفر سے رنگ

ہے آب و تاب زلف بتا گوش یار سے — جوں دود آہ بگڑے ہے فیض اثر سے رنگ

دکھلا بہار لالہ و گل چشم اشک بار — دامان کوہسار کو خون جگر سے رنگ

کاوش کرے نہ مجھ سے یہ اپنی مژہ سے کہہ — ہوگا جنوں کا اڑ رہی اس نیشتر سے رنگ

جوشش ہمارے اشک کے قطرے ہیں ایسے گرم — اڑ جائے جس کے سامنے زرد گہر سے رنگ

۲۲۸

کیوں نہ ہوں ہم نفساں اپنے دل تنگ سے تنگ — ان دلوں اس نے نکالے ہیں عجب ڈھنگ سے ڈھنگ

یہ دل سخت مرا سنگ دلوں سے توڑا — کچھ اچنبھا نہیں ہے ٹوٹے اگر سنگ سے سنگ

جنگ میں لا تو چکا اہل دلوں سے دل کو — چھوڑتا کیوں نہیں مطلب ہے اب جنگ سے جنگ

ہم سے بے ننگوں سے آزردہ ہو کس طرح — صاحب ننگ سدا کرتے ہیں بے ننگ سے ننگ

صاف ہو مل بیٹھنا تجھ کو تو جوشش آیا ہے — آہ کس رنگ سے ہر گز ہیں بیں ہو رنگا رنگ سے رنگ

خبط کیوں کر نہ کرے شیخ تجھے نشۂ بنگ — ہوتے دیکھی نہ موافق کسے جب بھنگ سے بھنگ
میں اُسے اُٹھنے نہ دیتا تھا وہ اُٹھ چلتا تھا — میرے اور اُس کے رہی رات غرض جنگ سے جنگ
قابل باغ نہ ہوتی کبھی سنبل جوشش — دام گر لیتی نہ اُس کاکلِ شب رنگ سے رنگ

۲۳۹

ہر چند میرا دل نہیں اے بد دماغ سنگ — لیکن ہے تیری سختگیِ دل سے داغ سنگ
بے یار دے بہار گلستانِ دہر میں — اے محتسب ہے شیشے کا میرے ایاغ سنگ
داغوں سے پھل گیا ہوں میں اس کو کیا ہے غم — کھاتا نہیں درخت ثمردار باغ سنگ
جز آستانِ یار کہاں پائے جا سے امن — ڈھونڈے اگر جہان میں لے کر چراغ سنگ
بازار احتساب ہے کیا گرم ان دنوں — لیتا پھرے ہے شیشۂ مے کا سراغ سنگ
شہرت جنوں کی کوچہ و بازار رہ گئی — اب مارتے ہیں لڑکے مجھے با فراغ سنگ
کیوں کر لگے رقیب کو یاں سنگِ حادثہ — جوشش کسی کے ہاتھ کا کھائے نہ زاغ سنگ

۲۴۰

اشک سے ہوئی نہ افسردہ دل تنگ میں آگ — گو کہ پانی میں ہے سنگ پہ ہے سنگ میں آگ
زاہد خشک ڈرے کیوں نہ قدح خواری سے — ہے تو پانی پہ بھری ہے گلی رنگ میں آگ
گر بھی سوز گلو ہے تو لگے گی مطرب — آج میرے دف دے ڈھولک و مردنگ میں آگ

۲۴۱

معدوم ہوں بہی تھی صدا آرزوے دل — کیا خاک اس گلی میں کروں جستجوے دل
کرتے تو ہو رفو یہ سنا اے رفوگراں — مشکل رفوے جیب نہ ہو یہ رفوے دل
مدت کشش جگر ہوا اب اے چشم خوں فشاں — خالی ہوا بغل میں ہمارا سبوے دل
از بس کہ داغ دار ہے داغِ فراق سے — اے اشک چھوڑیو نہ کبھی شست و شوے دل

جوشش ہم اپنے بخت کو خوب آزما چکے ـــــ ممکن نہیں بر آئے کبھی آرزوے دل

کہتے ہیں سب سن کے آہِ سردِ دل   درد بے درماں ہے تیرا دردِ دل

تو بھی کچھ لایا عدم سے اے جگر   ہے یہ دردِ غم تو رہ آوردِ دل

زخم کی ہے آرزو اے تیغِ عشق   داغِ دل تو بے نمک ہے پروردِ دل

مت نشانہ ڈھونڈ تیر افگن مرے   رکھ نشانے کی جگہ یہ فردِ دل

ہوئے رو زردشہ فیض عشق سے   سرخ جوں خورشید ہے زردِ دل

عشق کے میدان میں چوگانِ زلف   چاہیے باقی نہ چھوڑے گردِ دل

عشق بازی ہم نے کی بازی سمجھ ـــــ پڑ گئی ششدر میں جوشش نردِ دل

روشن ہے آفتاب کے مانند داغِ دل   روزِ جزا تلک نہ بجھے گا چراغِ دل

اپنی خبر تو آپ کو ملتی نہیں وہاں   کوچے میں اس کے لیجیے کیونکر سراغِ دل

مطلق نہیں لیے ہوس گلشنِ ارم   کی جس نے ایک دم بھی یہاں سیرِ باغِ دل

معدوم ہے جہاں میں دست کشادہ کار   ممکن نہیں کہ ہاتھ لگے یاں فراغِ دل

پہنچی ہے اس کی زلف کی بو گیا مشام میں   جو ہو گیا ہے ان دنوں بر ہم دماغِ دل

ساقی شتاب آ کہ ہے شوق سے تری   لب ریز ہو رہا ہے یہ میرا ایاغِ دل

جوشش رہا نہ پنبہ و مرہم جہان میں ـــــ لیکن اسی طرح ہیں تر و تازہ داغِ دل

زلف کا بستہ ملا ہوا ہے دل   مبتلاے بلا ہوا ہے دل

گاہ ہنستا ہے گاہ روتا ہے   ان دنوں تجھ کو کیا ہوا ہے دل

کچھ نہ پوچھو آتشِ جدائی کی
دیکھ لے یہ جلا ہوا ہی دل

چاکِ سینہ تو کس شمار میں ہے
سو جگہ سے پھٹا ہوا ہی دل

خاک سمجھے گا سوزِ دل کو مرے
جس کا جوشش بھرا ہوا ہی دل

۲۴۵

ے بھی کہیں شتاب جو لینا ہو یار دل
کب تک اس آرزو میں رہے بے قرار دل

جگنو ہو جیسے طرح شبِ ہلدا میں جلوہ گر
چمکا کرے ہے زلف میں یہ داغ دار دل

خاطر پہ اس کی ہو نہ گراں بیٹھنا مرا
تکلیفِ آہ دے نہ اگر بار بار دل

رونا ادب سے دور تو ہے تیرے روبرو
پر چاہتا ہے رونے کو بے اختیار دل

زلفوں میں اس کی دانۂ تسبیح کی طرح
جوشش گتھے ہوئے نظر آئے ہزار دل

۲۴۶

نہیں معلوم وہ کب سے گیا دل
ابھی میری بغل میں تھا مرا دل

بھرے تھے گل ہی جس دامن میں گلچیں
سو اب لختِ جگر ہے اس میں یا دل

ابھی کر بیٹھتے ہم ترکِ دنیا
جو دولت پر ہمارا ڈوبتا دل

پریشاں رات دن رہتا ہے شاید
کسی کی زلف کا ہے مبتلا دل

چمن میں دیکھتے اس گل بدن کو
شگفتہ مثلِ غنچہ ہو گیا دل

نصیبوں کی کہاں تک کیجیے خوبی ق
جو اس کے پاس جوشش لے گیا دل

تو وہ منہ پھیر کر جھنجھلا کے بولا ـــــ
اٹھا بھی تحفگی رکھتا ہے کیا دل

۲۴۷

منتِ کشِ چمن نہ ہوں بلبل برائے گل
رکھتا ہوں اپنے ہاتھ میں گل میں بجائے گل

ہے زیبِ فرق یہ گلِ داغِ جنوں مدام
جل جائیں شمع وار پہ سر سے نہ جائے گل

بلبل کو آرزو ہے کہ ہر صبح جوں نسیم — کھولوں میں اپنے ہاتھ سے بندِ قبائے گل
جنسیت ارتباط کو ہے شرط دیکھ لے — اس قرب پر نہ خار ہوا آشنائے گل
جس گل پہ ماہ و مہر نے گل کھایا باغ باں — اس گل کے آگے کب مری خاطر میں آئے گل
تو نے کیا قبول جو یہ جورِ باغ باں — کیا خوب رو نہ تھا کوئی بلبل سوائے گل
کیوں کر نہ عندلیب کرے نالہ و فغاں — اک جورِ باغ باں ہے تس پر جفائے گل
اپنی خوشی یہی ہے کہ بے نامِ گل خاں — لائے کوئی مزار پہ گل یا نہ لائے گل
جوشش میں داغِ دل کو چھپاتا ہوں اس لیے — ڈرتا ہوں یہ چراغ کہیں ہو نہ جائے گل

٢٤٨ / ٦

مبتلو کرتی ہو کس واسطے غل بر سرِ گل — کچھ نہیں سنتا بجا دیکھو دلِ بر سرِ گل
بحرِ غم سے ہے چمنستان میں ہر تختۂ گل — دودِ آہ دلِ بلبل کا ہے بل بر سرِ گل
استخواں جلنے لگے بلبلِ منعفت ای بے رحم — اتنے کھائے ہیں تری واسطے گل بر سرِ گل
جبکہ صد حیف فلک کھینچے ہوئی تیغِ خزاں — ہر سحر گل میں رہا ہے گا وہ تل بر سرِ گل
اپنے دامن سے نہ پونچھا کبھی آنسو افسوس — روتے روتے ہوئی بلبل گئی ڈھل بر سرِ گل
نقد و جنس دل و جاں ہو سحرِ گل میں جو جوشش — جی میں آتا ہے لٹا دیجیے کل بر سرِ گل

٢٤٩ / ٥

لعلِ لب سے ترے شراب خجل — خطِ مشکیں سے مشکِ ناب خجل
جلوۂ حسنِ یار چھپ نہ سکا — ہو کے حائل ہوئی نقاب خجل
اپنے اعمال سے کبھی نہ ہوا — یہ دلِ خانماں خراب خجل
رشحۂ اشکِ یار کے آگے — کیا عجب ہے جو ہو سحاب خجل

گردشِ چشمِ یار سے جوشش — ہے زمانے کا انقلاب خجل

دورِ داماں نے ترے نہ لیا خاک کے مول ۲۵۰/۱ — کون سے یاروں کو پھر گردشِ افلاک کے مول

رہ گزر کی ترے گر خاک پڑے آنکھوں تک — ہو صفاہان کا سرمہ تو نہ لوں خاک کے مول

کیا ہی بردامنوں کا گرم ہوا ہے بازار — زاہدِ خشک کو لیتے نہیں مسواک کے مول

نقدِ جاں دیتے ہیں اور صید گہِ عالم میں — زخم ہی لیتے ہیں طالب تری فتراک کے مول

آشیانِ دلِ پُر داغ جو تھا رشکِ چمن — بلبلو بیچوں ہوں اس کو خس و خاشاک کے مول

آہ کیا کیجیے جوشش مرے دل کا مجھ سے — پوچھیں ہیں ناز و کرشمہ بتِ بے باک کے مول

کبھی اس چشمِ پُرفن سے بدل ہوتا نہ تھا غافل ۲۵۱/۳ — فسونِ غمزۂ پنہاں نے اس کو کر دیا غافل

پریشاں خاطروں کی بزم میں کب پا رہا تک ہے — نہ سودائی جو ہو وہ زلف سے اس کی ہوا غافل

نہ ذوقِ حسن ہے اس کو نہ شوقِ عشق اے جوشش — بغل میں ہے دلِ افسردہ میرا آہ کیا غافل

دامِ غفلت ہی میں دن رات گرفتار رہیں ہم ۲۵۲/۵ — نا سزا کہیے جو کچھ سب کے سزاوار ہیں ہم

دیکھیے ہم بھی وہ ان آنکھوں میں کیا ہوتی ہے — لوہو کی پیاسی ہیں وے تشنۂ دیدار ہیں ہم

جس کی زلفوں کا بندھا چھوٹتے دیکھا نہ کبھی — اسی کے دامِ محبت میں گرفتار رہیں ہم

غیر پر لطف و کرم ہم پہ ستم ہائے ستم — اے ستم گار ترے ایسے گنہ گار ہیں ہم

کس طرح سے نہ شب و روز کراہیں جوشش — دردِ دل چین نہیں دیوے ہے ناچار ہیں ہم

گلزارِ محبت میں نہ پھولے نہ پھلے ہم ۲۵۳/۹ — مانندِ چنار آگ میں اپنی ہی جلے ہم

مدت پہ جو کل اس سے ملے ہو گئے بے خود — سمجھا نہ گیا یہ کہ ملے کس کے گلے ہم

لوہو کی طرح جم گئے تلوار کے منہ پر　　ٹکڑے ہوئے پر آگے سے اُس کے نہ ٹلے ہم

آزردہ عبث ہوتے ہو تم نالہ کشی سے　　لو خوش رہو اے ہم نفساں یاں سے چلے ہم

اے وعدہ غلط تو نہیں آنے کا پھر ادھر　　سمجھیں ہیں ترا خوب یہ آرے وبلے ہم

بے رحم کسی نے نہ خبر لی تہہ در پر　　جوں نقش قدم دل ہی سے گئے پاؤں تلے ہم

محفوظ رکھا عشق نے ایذائے اجل سے　　کنجشک تھے پر چنگل شاہیں سے بچے ہم

جب عشق کی آتش دل افسردہ میں بھڑکی　　پتھر تھے پہ شیشے ہی کے مانند گلے ہم

آنکھوں میں خلائق کے بھرے ٹھہری ہیں کوشش　　اس ہستی موہوم میں آئے تھے سب بھلے ہم

۲۵۴

تری طہارت کو شیخ کہہ تو کہاں تلک سے لائیں اک آب جو ہم
طواف دل کا ہے نصب ہم کو کریں ہیں آنسو سے نت وضو ہم

تنگ آئے ہیں زندگی سے رہیں گے خوف و رجا میں کب تک
جو ہونی ہو سو شتاب ہوئے کھڑے ہیں قاتل کے روبرو ہم

رکھے تو جب تک جہاں میں یارب ترے کرم سے امید یہ ہے
رہے نہ مطلق تلاش دولت کریں نہ دنیا کی جستجو ہم

خزاں نے سب کی بہار کھو دی رہا نہ سنبل بچی نہ ریحاں
گلوں کو دیکھا ہوئے پریشاں چمن سے نکلے بہ رنگ بو ہم

غم و الم نے تو کر رکھا ہے ہمارے چہرے کو زرد کوشش
بہوکے آنسو اگر نہ روئیں نہ ہوں محبت میں سرخرو ہم

۲۵۵/۱۱

گو کہ محتاج ہیں گدا ہیں ہم — بے نیازی کے بادشا ہیں ہم
چشمِ تحقیر سے ہمیں مت دیکھ — خاک تو ہیں پہ توتیا ہیں ہم
آہ اس عمرِ بے بقا کی طرح — رہ روِ کشورِ فنا ہیں ہم
ایسا بے برگ و بے نوا ہے کون — جیسے بے برگ و بے نوا ہیں ہم
گو ہمیں تو کبھی نہ یاد کرے — پر تری یاد میں سدا ہیں ہم
مار کر بھی ہمیں نہ پچھتایا — بے وفا تو کہ بے وفا ہیں ہم
جبہہ سائی سے دشمنی ہے جسے — اسی کے در پہ جبہہ سا ہیں ہم
کون رہبر ہو عشق کی رہ میں — آپ ہی اپنے رہنما ہیں ہم
ہیں تو صورت پرست آئینہ وار — لیک معنی سے آشنا ہیں ہم
اور دیوانہ کون ہے جوشش — یا دوانا تھا قیس یا ہیں ہم

۲۵۶/۱۲

تجھ سے ہی کیا دعا کی نہیں خوش نگاہ چشم — جتنے سفید پوست ہیں سب ہیں سیاہ چشم
اس مہروش کے ہونے نہ دے گریہ روبرو — جب تک سفید ہوئے نہ مانندِ ماہ چشم
اندھیر ہے دیارِ محبت میں ہم دماں — تقصیر دل کی ٹھہرے کرے جو گناہ چشم
دونوں مکان غیر سے خالی ہیں آکے بیٹھ — تیرے پسند خواہ یہ دل آئے خواہ چشم
اس کی شبِ فراق میں اتنا تو رو کہ ہو — دریائے اشک میں تری کشتی تباہ چشم
مجھ کو جلا کے خاک کیا اور بہا دیا — تم سے تو یہ نہ تھی مجھے اے اشک و آہ چشم
جوشش وہ کون سا ہے جفا کار جس پر آج — منہ پر لہو ملے ہوئے ہے داد خواہ چشم

۲۵۷

غافل اُس چشم سے نہ رہ اے چشم — سحر ہے اُس کی ہر نگہ اے چشم
آج مارا پڑا ترے چلتے — دلِ بیچارہ بے گنہ اے چشم
جلوۂ حسن یار کے آگئے — گر ہے نورِ مہر و مہ اے چشم
ناخنِ یار سے بھی کھل نہ سکی — دانۂ اشک کی گرہ اے چشم
دلِ غمگین بغل میں ہے جب تک — ستم سیلِ اشک سہ اے چشم

۲۵۸

ہوگیا ابر دو بدوائے چشم — رکھے اللہ آبرو اے چشم
آج کیوں آپ ہی آپ ٹپکے ہے — ہر مژہ سے تری لہو اے چشم
تیری دولت مدام جاری ہے — گلشنِ دل کا آب جو اے چشم
رشک نافہ ہو تو اگر دیکھے — حلقۂ زلفِ مشک بو اے چشم
دلِ پرخوں رہے نہ سینے میں — ہے مجھے اتنی آرزو اے چشم
داغِ حسرت سے چھا گیا سینہ — کر چکا اشک شست و شو اے چشم
لہو کے آنسوؤں سے جوشش کو — گر محبت میں سرخ رو اے چشم

۲۵۹

گو کہ تو ملنے لگا اے ماہ کم — پر کوئی ہوتی ہے دل کی چاہ کم
بے کسی قاتل سے ساعی ہو تو ہو — اور کس سے تو ہے مجھ کو راہ کم
وہ جفا کاری جو اُس کی ہے سوہے — خواہ اُس سے بہت ملیے خواہ کم
کیجیو اے آہ خوب آگہ اسے — ہے وہ میرے درد سے آگاہ کم
دھوم ڈالی جب ترے جلوے نے — ہوگئی ہے قدرِ مہر و ماہ کم

کیوں نہ ہو دل اُس کا رہ دشمنِ ماہ — جس کے دل میں ہووے حُبِّ جاہ کم

چاہیے کس کو کسے دل دیجیے — دلربا ملتے ہیں خاطر خواہ کم

درد نے جب سے کیا ہے دل میں گھر — نے فغاں ہوتی ہے کم نے آہ کم

گر یہی تیور تمھارے ہیں تو خیر — آئے گا یہ بندہ درگاہ کم

نرگس اُس کی آنکھ پہ چڑھتی ہے کب — اوروں کی نظروں میں ہے ہرگاہ کم

گویا جوشش سے کبھی غلطہ نہ تھا — ایسے تم ملنے لگے اللہ کم

۲۶۰/۸

عرق آلودہ مکھڑے پر نظر گر ٹک کرے شبنم — سبوئے غنچہ لے آ گئے ترے پانی بھرے شبنم

فراغت سے ہی بیٹھی غنچوں کے تکیے دھرے شبنم — نہیں ہے آتشِ گل شعلہ زن کیوں کر ڈرے شبنم

گلِ داغِ جگر اخگر نسیمِ آہ ہے شعلہ — ہمارے گلشنِ دل سے ٹک اک کترا کے تو پرے شبنم

چبھا خارِ محبت اُس کے بھی دل میں کسی گل کا — جو گلشن میں پڑی ہے آنکھوں میں آنسو بھرے شبنم

گلوں کے ساتھ ہر شب گرمیِ صحبت نہیں لازم — حذر لازم ہے آہِ سردِ بلبل سے ارے شبنم

چڑھایا سر پہ گل نے تجھ کو ہے جائے ادب ورنہ — اگر پائے تجھے بلبل ترے ٹکڑے کرے شبنم

جو ہوئے صاف طینت کیوں نہ چاہیں سبزہ رنگوں کو — گرے واں بیشتر دیکھے جہاں بیٹھے ہری شبنم

صفائے دُرِ گوشِ یار لے جوشش اگر دیکھے — تو اپنے رشک کی آتش میں آپ ہی جل مرے شبنم

۲۶۱/۹

گرے ہیں اشک عرق دیدۂ پر آب سے کم — پر اتنے پہ بھی نہیں بارشِ سحاب سے کم

اِدھر وہ آئے ہے کیوں ان دنوں حجاب ہے کم — ہمیں تو دید کی فرصت ہے اضطراب سے کم

تصوّر اُس کے لبوں کا ہے اور رقّت ہے — یہ اشک سرخ ہمارا نہیں شراب سے کم

جس آبِ ناب سے آنسو ہیں میری آنکھوں میں — صدف میں ہوے گا موتی اس آب و تاب سے کم
تمھاری زلف کے مارے ہزار ہیں لیکن — خراب ہوئیں گے اس خانماں خراب سے کم
دلِ برشتہ کو کھا خونِ دل کو پی ہے خوار — نہ یہ شراب سے کم ہے نہ وہ کباب سے کم
جو اس کے رُدے درخشاں کو غور کر دیکھا — نہ ماہ تاب سے کم ہے نہ آفتاب سے کم
ضیاے شمع میں فانوس سے کمی آئی — ہوا نہ جلوہ ترے حسن کا نقاب سے کم
بہا پھرے ہے سدا سیلِ اشک میں جوشش — نہیں یہ کاسۂ سر کاسۂ حباب سے کم

۲۶۲ / ۸

اس کمر کے خیال میں ہیں ہم — بیٹھے کرتے ہیں سیرِ ملکِ عدم
بے خودی ہم پہ رکھیو لطف و کرم — اپنے تئیں بھول جائیں جب تک ہم
کیوں گنہگار ہو نہ نوعِ بشر — پہلے ہی چوکے حضرتِ آدم
آہ اس بحر میں حباب کی طرح — اپنی بھی زندگی ہے کوئی دم
دی ہے دھونی درِ توکل پر — چھوڑ دی ہم نے منتِ عالم
دیکھنے بھی نہ پائے قاتل کو — زخم اتنے ہی لگ گئے پیہم
نیل گوں کیوں نہ ہو حصارِ فلک — ہے سیہ پوش خانۂ ماتم
لطف ہوتا جو عیش میں جوشش — چھوڑ دیتا نہ سلطنت ادہم

۲۶۳ / ۵

مونسِ دل ہوئے ہے ایک ہی دم شادی و غم — سیکڑوں کو ہیں لگے کرنے کو رہم شادی و غم
خندۂ جام مے و گریہ و مینا کو دیکھ — گر نہ دیکھا ہو کبھی تو نے بہم شادی و غم
شادی و غم سے مبرا ہی رکھ اس کو یا رب — دلِ وارستہ پہ میرے ہے ستم شادی و غم

نہ مجھے شادی کی شادی ہے نہ غم کا غم ہے
مجھ پہ کس واسطے کرتے ہیں کرم شادی و غم

شادی سے غم ہے بس غم سے ہے شادی جوشش —
اور ہی وضع سے یاں کرتے ہیں ہم شادی و غم

۲۶۴
آئے سو سو طرح کا گر اس دل پہ غم میں غم
دم نہ ماروں عشق میں جب تک ہے میرے دم میں دم

خشک ہونے کا نہیں ہرگز مرا کشت امید
جب تلک باقی رہے گا میری چشم نم میں نم

الغرض وہ کھلاتا ہے مستوں کو جو کچھ جام شراب
یہ کبھی دیکھا نہ ہوگا تو نے جام جم میں جم

سبزہ میں یا کوہ و بیاباں اور ہیں زنداں میں ہو
جی میں آتا ہے کہ کیا بیٹھیں ہیں اس موسم میں ہم

زخم تیغ یار جوشش تا نہ پاوے التیام —
نت نمک ملواتے ہیں جراح سے مرہم میں ہم

۲۶۵
یوں غنچہ لب سبھی ہیں کرتے ہیں سب تبسم
لیکن غضب ہے تیرا اے غنچہ لب تبسم

نے کوئی گل لگے ہے یار نہ کوئی غنچہ
اس کی عجب ہنسی ہے اس کا عجب تبسم

اعجاز عیسوی ہے اس لب کا مسکرانا
ہوتے ہیں مردے زندے کرتا ہے جب تبسم

حال تباہ میرا وہ دیکھ مسکرایا
ور کرے ہے کوئی کب بے سبب تبسم

بن تیرے گل نے دیکھا کب منہ شگفتگی کا
تجھ بن کیا چمن میں غنچے نے کب تبسم

کب تھا شگفتہ رو یہ غنچہ دہن ہمارا
ہر بات میں ہنسی ہے اور جب تب تبسم

آگے تو لے گیا تھا آرام و تاب و طاقت —
کیا جانے کیا کرے گا اب کیا غضب تبسم

۲۶۶
مجھ پر بتاں کرم نہ کریں یا کرم کریں
یہ جور یہ جفا یہ تعدی نہ کم کریں

وہ سنگ دل کبھی نہیں ہونے کا مہرباں
کیا فائدہ جو نالہ و فریاد ہم کریں

دیکھا ہے جب سے اس کے دہاں کو کر کے تہیں
جی یہ ہی چاہتا ہے کہ سیر عدم کریں

وسعت کہاں ہے صفحۂ ہستی میں اس قدر — جو داستانِ عشق کو اس پر رقم کریں

جوشش ہمارے کلبۂ احزاں میں خوب تھی — ایسے کہاں نصیب کہ آئیں کرم کریں

٢٦٥/٥

سوزِ دل سے تری محفل میں جلا جاتا ہوں — شمع کی طرح کھڑا ہوں پہ گھلا جاتا ہوں

دود کی طرح میں دل سوختہ جاتا ہوں جدھر — اپنے احوال پہ عالم کو رلا جاتا ہوں

زندگی ہے تو رقیبوں سے میں کل سمجھوں گا — آج تو کوچے سے تیرے میں چلا جاتا ہوں

گھر ترا تجھ کو مبارک ہے تنک سن تو لے — کیوں نکالے ہے مجھے آپ ہی چلا جاتا ہوں

اُس طلبگارِ دل اور دشمنِ جاں سے جوشش — کوئی [illegible] یا نہ ملے میں تو ملا جاتا ہوں

٢٦٦/٦

بتاں ہزار نہ کیوں ہم سے ناز کریں — ہمیں یہ چاہیے ہر طرح دل نیاز کریں

یہ نوخطاں کبھی عاشق نہیں کہانے کے — ہمارے ملنے سے ہر چند احتراز کریں

یہی ہے آرزو اپنی کہ ترکِ چشم اُس کے — دیارِ دل پہ ہمارے ہی ترک تاز کریں

نہ ہوئے فتنۂ خوابیدہ ہر طرف بیدار — بتاں اگر گرہِ زلف کو نہ باز کریں

ہماری آنکھوں میں یکساں ہیں زشتی و خوبی — کہاں وہ چشمِ بصیرت کہ امتیاز کریں

نہ کیمیائے سعادت حصول ہو جوشش — مسِ وجود کو جب تک نہ ہم گداز کریں

٢٦٧/٦

ہر چند ہم پہ جور و جفا روز و شب کریں — ہم وہ نہیں کہ داد بتاں سے طلب کریں

اس کم نگاہی پر بھی تو اک خلق ہے خراب — آنکھیں اگر ملائیں تو کافر غضب کریں

تلوار مارنا ہو جو کوئی اک نگاہ بد — ہم تو بلا ہی چھوڑیں اُسے قصد جب کریں

اے شیخ جی جو مانو تو از راہِ دوستی — ق — ہم خدمتِ شریف میں اک عرض اب کریں

اُٹھیے شتاب محفلِ رنداں سے جائیے — بس خلق ہے تنگ کہاں تک ادب کریں
جوشش ہے کیوں بتوں کو پس و پیشِ امتحاں —— حاضر ہوں مجھ کو قتل وہ جب چاہیں تب کریں

٢٧٠

یار کے تیر کا نشانہ ہوں — اپنے طالع کا میں دوانا ہوں
ناتوانی بھی دیکھ کر مجھ کو — لگی رونے میں وہ توانا ہوں
دیکھ دیکھ اُس کی زلفِ ابتر کو — دل یہی چاہتا ہے شانہ ہوں
مو پریشاں ہیں چشمِ زار ترا — شجرِ بید ہی سے مانا ہوں
اُس سے چشمِ وفا رکھوں جوشش —— میں بھی تیری طرح دوانا ہوں

٢٧١

یارب نہ بگولا ہوں نہ میں ریگِ رواں ہوں — کیوں دشت و بیاباں میں ہر طرف دواں ہوں
ترغیب نہ دے مجھ کو عبث طوفِ حرم کی — محفوظ ہوں اے شیخ میں جیدھر ہوں جہاں ہوں
احوال کو مجنوں کے سنا چاہیے مجھ سے — سرتا بہ قدم بید کے مانند زباں ہوں
ہوتی ہے اجل مجھ سے عبث دست و گریباں — بیمار ہوں اُس چشم کا بےتاب و تواں ہوں
گو خاک ہوا میں پہ یہی خوف ہے جوشش —— اب بھی نہ ہوا ایسا کسی خاطر پہ گراں ہوں

٢٧٢

خرابِ بادۂ شوقِ لبانِ مے گوں ہوں — مغاں تری لبِ جو مے کا میں تشنۂ خوں ہوں
بہ رنگِ بختِ سیہ ہوئے روزِ شامِ فراق — سحر کے وقت خدا سے دعا یہ مانگوں ہوں
کہوں تو کیا کہوں برگشتگی نصیبوں کی — بہ زیرِ سایۂ دامانِ بختِ واژوں ہوں
فلک دکھا نہ مجھے اپنی فتنہ انگیزی — کسی کی نرگسِ فتّاں ہی کا مفتوں ہوں
نہ بند ہو سکوں تری زنجیرِ فکر سے ناصح — کہ بیتِ عشق میں وحشی بہ سانِ مضموں ہوں

کہا جو اُس سے یہ خاموشی جائے گی کبھی — تو مسکرا کے وہ کہتا ہے تجھ سے گویا ہوں
کنارہ عقل نے جوشش کیا ہی عشق میں لیک —— خمِ سپہر میں خجلت زدہ فلاطوں ہوں

۲۷۳
ہر چند ظالموں کا اے چرخ آشنا ہوں — پر تیری شکل سے تو بیزار ہو رہا ہوں
بازارِ عشق میں جار سوائے خلق کیا ہوں — کوئی مُفت بھی نہ لیوے وہ جنسِ ناروا ہوں
ہوش و حواس اپنے حیرت نے کھو دیے ہیں — آئینہ وار اُس کا منہ دیکھ رہ گیا ہوں
جور رقیب مجھ پر کیوں کر نہ ہو گوارا — جو اُس سے آشنا ہے میں اُس کا آشنا ہوں
ہر خارِ دشت رشکِ گل اب کے سال ہوگا — پاؤں میں آبلے ہیں اور میں برہنہ پا ہوں
کس طرح سُرخ رو ہوں خنجر سے تیرے قاتل — آزارِ عشق سے تو میں زرد ہو رہا ہوں
کب سوزِ شمع اپنی خاطر میں آئے جوشش —— تا دم ہے یاں سمندر میں وہ جلا ہوا ہوں

۲۷۴
کافر ہوں گر کسی کو دیوانہ جانتا ہوں — احوال قیس کا بھی افسانہ جانتا ہوں
اے شعلہ رو نہ باقی ہے تیری گرم جوشی — میں خوب ربطِ شمع و پروانہ جانتا ہوں
جامِ شراب کا بس کاہے کو ملتجی ہوں — آنکھوں کو تیری ساقی پیمانہ جانتا ہوں
کنجِ قفس کو سونپا روزِ ازل قضا نے — نے دام جانتا ہوں نے دانہ جانتا ہوں
رہتا ہوں مست ہر دم یادِ نگہ میں اُس کی — کافر ہوں گر میں راہِ مے خانہ جانتا ہوں
تیرے کنشت سے میں واقف نہیں برہمن — اپنے حریمِ دل کو بت خانہ جانتا ہوں
سودائے عشق جب سے مجھ کو ہوا ہے جوشش —— آبادیِ جہاں کو ویرانہ جانتا ہوں

۲۷۵
میاں یہ یاد رکھیو کہ چلا ہوں — تمھارا ہوں بھلا ہوں یا بُرا ہوں

مجھے پامال کر چلنا تو چاہے — غرض میں کشتۂ رنگِ حنا ہوں
مجھے کب خواہشِ جاہ و حشم ہے — کہ ملکِ فقر کا میں بادشاہ ہوں
نہ دولت ہے نہ دنیا ہی مرے پاس — کہ جس کی فکر ہو میں بے نوا ہوں
میرا کیا ہے کوئی جوشش ابھی ہیں — جلا جاؤں جدھر کو اُٹھ کھڑا ہوں

٢٧٥

کہوں کیا کون ہوں میں اور کیا ہوں — حباب آسا ہوں اک دم میں فنا ہوں
نہ آئینہ ہوں نے آدل شکلِ گوہر — ولیکن میں پرستارِ صفا ہوں
مجھے کیا کام ہے نام و نشاں سے — فنا ہوں گو کہ آثارِ بقا ہوں
مجھے کیا چاہیے سنجاب و قاقم — ردائے فقر سے میں آشنا ہوں
سدا جلتوں سے ابنائے زماں کے — بسانِ شمع جوشش جل رہا ہوں

٢٧٦

یاد جب تجھ کو یار کرتا ہوں — آہ بے اختیار کرتا ہوں
اُس تغافل شعار کی باتیں — میں کوئی اعتبار کرتا ہوں
وہ ہے پتھر پسیجتا ہی نہیں — میں تو منت ہزار کرتا ہوں
مر گیا ہوں پر اس کے آنے کا — اب تلک انتظار کرتا ہوں
زہر کے گھونٹ کر تجھ بن — صبح دفعِ خمار کرتا ہوں
دلِ سوزاں کی بے قراری سے — زندگی جوں شرار کرتا ہوں
کہیں ملتا نہیں سراغ اُس کا — جستجو تو ہزار کرتا ہوں
جان دینے پہ مستعد ہوں میں — زخمِ دل کب شمار کرتا ہوں

کیوں نہ مجھ پر کرم کرے جوشش ـــــ جان اُس پر نثار کرتا ہوں

تم نے تو پھیر دیا دل میں لیے جاتا ہوں ـــ بہت تڑپتا دیکھے یہ عرض کیے جاتا ہوں

شمع ساں رونے کی دل کھول کر آتی ہے ترنگ ـــ پر ترے خوف سے آنسو ہیں پیے جاتا ہوں

کیا خوشی ہے کہ مرے زخم جگر کے ٹانکے ـــ ٹوٹ ہی جاتے ہیں ہر چند سیے جاتا ہوں

دیکھیے ان میں سے کرتا ہے وہ کس کس کو پسند ـــ دین و ایمان و دل و جان لیے جاتا ہوں

دل تو کیا ہے جو نہ دوں ایک نگہ پر جوشش ـــــ جان سی چیز اُسے مفت دیے جاتا ہوں

جلا بلا ہوں گرفتارِ خیال اپنا ہوں ـــ بہ رنگ شمع سراپا وبال اپنا ہوں

اس اشکِ سرخ و رخِ زرد سے سمجھ لے تو ـــ بیان کیا کروں خود عرض حال اپنا ہوں

قرار پکڑے مرے دل میں کب کسی کی شکل ـــ بہ رنگِ آئینہ محوِ جمال اپنا ہوں

نہ ماہتاب ہوں نے آفتاب ہوں یارب ـــ یہ کیا سبب ہے کہ آپ ہی زوال اپنا ہوں

جہان خوابِ تماشا جہان کا سب خواب ـــ خیال خوب کیا تو خیال اپنا ہوں

بہ رنگِ نقشِ قدم میں پڑا ہوں در پہ ترے ـــ نہ پائمال کرے تو نہال اپنا ہوں

رہِ سلوک میں جوشش کسی کا ذریعِ دل ـــــ جو پائمال کروں پائمال اپنا ہوں

تجھے اے شعلہ رو کب چھوڑتا ہوں ـــ جلے دل کے پھپھولے پھوڑتا ہوں

ذرا چیں دیکھ مجھ پر تیغِ ابرو ـــ ہٹے ہے تو کہ میں منہ موڑتا ہوں

رفو جب تک نہ ہووے جیب صد چاک ـــ یہ رشتہ اشک کا کوئی توڑتا ہوں

سر رشتہ دم کا جب تک ہاتھ میں ہے ـــــ اسی کو توڑتا ہوں جو جوڑتا ہوں

نالۂ دل کی تو کوتاہی نہیں ۲۸۱/۸ پر اثر کچھ اُس کو ہوتا ہی نہیں
کشتہ وہ قاتل ہی بے خوف و خطر تیغ خوں آلودہ دھوتا ہی نہیں
اُس گلی میں جس طرح روتا ہوں میں اس طرح تو کوئی روتا ہی نہیں
خارزارِ عشق کو کیا ہو گیا پاؤں میں کانٹے چبھوتا ہی نہیں
ترک کی لذت سے واقف کون ہے گر نہ ہوتا جان کھوتا ہی نہیں
جانتا گر دل ہے مزرعِ یاس کا تخمِ امید اس میں بوتا ہی نہیں
جوں سخن آتا ہے سلکِ نظم میں یوں کوئی موتی پروتا ہی نہیں
خواب میں جوشش دکھائے کس طرح عاشقِ بے تاب سوتا ہی نہیں
تجھ سوا اور سمت دیکھا ہی نہیں ۲۸۲/۷ دیکھنے کا مجھ کو لپکا ہی نہیں
مت قدم رنجہ کرا بھرے ہوں سینہ پر داغ میں جا ہی نہیں
اور کیا چاہوں گا تجھ سے اے فلک پادشاہی کی تو پروا ہی نہیں
تیرے کوچہ میں بہ رنگِ نقشِ پا جو کوئی بیٹھا سو اٹھا ہی نہیں
کوئی اُس سے کیا کہے احوالِ دل وہ کسی کی بات سنتا ہی نہیں
کس سے اے ظالم تجھے تشبیہ دوں تجھ سا کوئی اور دیکھا ہی نہیں
مت تڑپ ہر چند سمجھاتا ہوں میں پر یہ دل جوشش سمجھتا ہی نہیں
سیر سے اُس کی کوئی محرم نہیں ۲۸۳/۱۰ ورنہ یہ دل جامِ جم سے کم نہیں
حال دیوانوں سے اپنا کم نہیں تم نے جو دیکھا تھا جو سو اب ہم نہیں

جب تلک تو ہے تبھی تک زیست ہے — جان تو جاتا ہے تو پھر ہم نہیں
داغِ دل پر بس کرم کر اے طبیب — احتیاجِ پنبہ و مرہم نہیں
محتسب بیٹھا یہ کیا موقوف ہے — مے کدے میں کس کی گردن خم نہیں
خوب اس جینے نے ہم کو خوش کیا — اپنے مرنے کا ہمیں کچھ غم نہیں
کیا بھروسا ہستیِ موہوم کا — جوں حباب اس کو قیام اک دم نہیں
کون سا دن ہے کہ دامان و کنار — دیدۂ گریاں کی دولت نم نہیں
بے گنہ کہتا پھرے ہے آپ کو — شیخ نسلِ حضرتِ آدم نہیں
کیا ہوا جوشش ترا جوش و خروش — ان دنوں وحشت کا وہ عالم نہیں

۲۸۴

ہے کون سی جگہ یہ ستم کش جہاں نہیں — مذکور تیری جور و جفا کا کہاں نہیں
آئینہ وار دہر میں جتنے ہیں صاف دل — یہ خاکسار دل پہ کسی کے گراں نہیں
عاشق تو اک اشارۂ ابرو پہ ہے تمام — اے ترکِ چشم حاجتِ تیر و کماں نہیں
جوشش رواں ہے اشک ان آنکھوں سے رات دن — ڈرتا ہوں راہ زن سے یہ وہ کارواں نہیں

۲۸۵

یہ حسن و خلق تو کسی انسان میں نہیں — تیرا نظیر عالمِ امکان میں نہیں
ہو جائے حرفِ شکوہ لبِ زخمِ دل سے دور — اتنا نمک بھی تیرے نمکدان میں نہیں
لختِ جگر ہیں اپنے جو کچھ دیکھتا ہوں میں — یہ آب و رنگ لعلِ بدخشان میں نہیں
ابرِ مژہ کے فیض سے اے موسمِ بہار — کیا تجھ میں ہے کہ گوشۂ داماں میں نہیں
دیوانو اب کے خانۂ زنداں سے کوچ کرو — سنتے ہیں وہ بہار بیاباں میں نہیں

کس کو رفو کرو گے بھلا اے رفوگراں — ثابت تو ایک تار گریباں میں نہیں
جوشش ہمارے شعلۂ دل کو فرو کرے — یہ آب اس کے تیر کے پیکاں میں نہیں

۲۸۶ ن

جس کے دل میں خواہشِ دنیا نہیں — اس کو اے جوشش میسر کیا نہیں
ہے تصرف میں مرے اقلیمِ دل — بادشاہی کی مجھے پروا نہیں
جوں نظر اس کا جمالِ بے مثال — آنکھ سے اک دم جدا ہوتا نہیں
گفتگو ہوتی ہے اس کی بے نمک — جس کے سر میں عشق کا سودا نہیں
کثرتِ داغ اس قدر سینے میں ہے — دل کے رہنے کی بھی جوشش جا نہیں

۲۸۷

جب بہ جز جور و جفا کچھ اسے منظور نہیں — مار ہی ڈالے اگر ہم کو تو کچھ دور نہیں
کس طرح پہنچے اسے ہم سے ضعیفوں کی خبر — طاقتِ نالہ نہیں آہ کا مقدور نہیں
اے طبیبو نہ معالج ہو نہ تدبیر کرو — دیکھے آرام کی صورت یہ دلِ رنجور نہیں
قصۂ درد ہمارا ہی چھپا ہے ورنہ — کوئی قصہ نہیں ایسا کہ جو مشہور نہیں
جی نکلتا ہے مرا بس نہ نکالو آنکھیں — دل ربائی کا مری جان یہ دستور نہیں
چشمِ مخمور تری دوست جو رکھتے ہیں سبب — دلِ پُر آبلہ کچھ خوشۂ انگور نہیں
کھا گئی ساری خدائی کو ولیکن جوشش — خون سے ایک کے آلودہ لبِ گور نہیں

۲۸۸

کب میں اس کی بزم میں جاتا نہیں — کب وہ ظالم مجھ پہ جھنجھلاتا نہیں
جس کو آنکھیں دیکھتی تھیں دم بہ دم — خواب میں بھی وہ نظر آتا نہیں
کوہکن سے کام شیریں نے لیا — مجھ کو تو کچھ کام فرماتا نہیں

اپنے دیوانے سے بولا چاہیے | اُس کے جی میں یہ کبھی آتا نہیں
آہ سوزاں سے زباں تک جل گئی | کیوں یہ دل کم بخت جل جاتا نہیں
مجھ ہی کو کہتے ہیں سب آشنا نہ رو | اس کو کوئی جا کے سمجھاتا نہیں
اس ہی کو جوشش کہے ہے سنگدل — نالۂ دل آپ شرماتا نہیں

۲۸۹

کون سی جا ہے کہ وہ جلوہ گہ یار نہیں | آہ کس سے کہوں کوئی واقفِ اسرار نہیں
مثلِ آئینہ نہ ہووے دیدۂ حیراں یا رب | چشمِ حیرت زدہ کو لذتِ دیدار نہیں
ہر کسی کو نظر آتا نہیں کیوں اُس کا جمال | حائلِ یار اگر پردۂ پندار نہیں
دلِ حق بیں کو میں بازار دکھاؤں تا حق | یہ تو وہ جنس ہے جو قابلِ بازار نہیں
کہتے ہیں فاعلِ مختار ہے بندہ لیکن | خوب دیکھا تو یہ مجبور ہے مختار نہیں
آمد و رفتِ نفس جب سے ہوئی صیقل گر | دل کے آئینے پہ دیکھا کہیں زنگار نہیں
عالمِ بےخبری میں تو خبرداری ہے | لطف ہے بےخبری کے تو خبردار نہیں
عالمِ خواب میں بھی مجھ کو نہ سمجھو غافل | دل تو بیدار ہے گو دیدۂ بیدار نہیں
دو جہاں سے وہ ہوا آزاد یہاں اے جوشش — جو کوئی دامِ تعلق میں گرفتار نہیں

۲۹۰

کون زلفوں میں تری یار گرفتار نہیں | کس دِوانے کو یہ زنجیر سزاوار نہیں
بن کہے شمع کے مانند زباں کٹتی ہے | رازِ دل سوختگاں قابلِ اظہار نہیں
کس طرح دیکھیے مہرِ درخشاں تجھ کو | تابِ نظارہ نہیں طاقتِ دیدار نہیں
مجھ کو رونے ہی سے فرصت نہیں ملتی ورنہ | ناصحو توڑنا زنجیر کا دشوار نہیں

دانۂ اشک مسلسل ہی چلے آتے ہیں
زور تسبیح ہے یہ جیب میں کہ زنار نہیں

کون سا دن ہے کہ ایذا نہیں دیتا تجھ بن
کون سی رات ہے جو درپئے آزار نہیں

دشت میں کیوں نہ پھروں خاک بسر اے جوشش
سر شوریدہ مرا قابل دستار نہیں

٢٩١/٦

خوشی سے گرچہ ہمیں اک دم انفصال نہیں
پر اپنے جی میں کسی نوع کا ملال نہیں

کھلی نہ ایک گرہ دل کی تیغ ابرو سے
یہ سچ ہے عقدہ کشا ناخن ہلال نہیں

دو جہان ملتے ہیں ہم دل نیاز کرتے ہیں
ہمارے اس کے تو اب تک کچھ انفصال نہیں

عبث خفا نہ ہو مجھ کو سمجھ کے بوسہ طلب
خدا علیم ہے اپنا تو یہ خیال نہیں

سبب نجات کا یاں انفعال ہے لیکن
مجھے تو اپنے کیے پر کچھ انفعال نہیں

گریز اہل دلوں کو ہے کس لیے جوشش
تعلقات زمانہ اگر زوال نہیں

٢٩٢/٥

بات کوئی دم کی ہے جینے کی مجھے آس نہیں
حیف صد حیف کہ وہ یار مرے پاس نہیں

کیوں لیے نکلے ہے ہم راہ جگر کے ٹکڑے
قطرۂ اشک اگر ریزۂ الماس نہیں

خون دل پی کے جو خونخوار مرا کہتا ہے
کیا بری مے ہے کہ اس میں ذرہ بو باس نہیں

اپنے کوچے ہی میں رہنے دے کہ ہو جاؤں خاک
تیرے مجنوں کو بیاباں کی ہوا راس نہیں

کیا کوئی بیٹھے ترے پاس کرے صحبت گرم
آشنائی کا تو اے یار تجھے پاس نہیں

٢٩٣/٩

دیا دین و دل تک رکھا کچھ نہیں
تری بھا نہیں اے بے وفا کچھ نہیں

ہے اک خلق گریاں مرے حال پر
تجھے رحم آتا ہے یا کچھ نہیں

ملاقات ہی کا طلب گار ہوں
میسر مجھے ورنہ کیا کچھ نہیں

کسی پر نہ لطف کسی پر کرم — غریبوں پہ اے بے وفا کچھ نہیں

طبیبو بہ جز شربتِ وصلِ یار — مرے دردِ دل کی دوا کچھ نہیں

نکل میرے سینے سے اے آہِ سرد — اثر تجھ میں تو دیکھتا کچھ نہیں

لٹا دین و ایمان و جاں عشق میں — خدا جانتا ہے رہا کچھ نہیں

کرے تھا رقیبوں سے شکوہ مرا — جو پوچھا یہ کیا تھا کہا کچھ نہیں

نہ بولا اگر مجھ سے وہ شرم سے —— مجھے اس کا جوشش گلہ کچھ نہیں

۲۹۴/۵

گر قتل شوق سے مجھے خوف و خطر نہیں — مر جاؤں گا تو کیا ہوا مرنے کا ڈر نہیں

اے حرص قصدِ خانۂ دل کا نہ کیجیو — یہ گھر تو وہ ہے جس میں ہوا کا گزر نہیں

وہ کون سا ہے دن کہ نہیں چشم خوں فشاں — وہ رات کون سی ہے کہ داماں تر نہیں

دزدیدہ کیوں نگاہ بتاں ہے ہر ایک سے — منظور پاسِ خاطرِ عاشق گر نہیں

منت کرے ہے غیر کی جوشش تو کس لیے —— اے بے شعور تیری خدا پر نظر نہیں

۲۹۵/۷

رہتا ہے نت خیال ترا دیکھتے نہیں — مدت ہوئی جمال ترا دیکھتے نہیں

کیا وصل سے حصول اگر وصل بھی ہوا — حیرت سے خط و خال ترا دیکھتے نہیں

دیوانے کس ملال نے گھیرا ہے اب تجھے — چہرہ کبھی بحال ترا دیکھتے نہیں

اے آفتاب داغ یہ کیا ہو گیا تجھے — وہ جاہ و جلال ترا دیکھتے نہیں

ایذا نہ پاتے ہاتھ سے دوری کے اس قدر — گر عالمِ وصال ترا دیکھتے نہیں

خوباں کے در کی تو نے گدائی تو کی ہے ایک — مقبول ہو سوال ترا دیکھتے نہیں

جوشش نہ ہو ملول جو پوچھے نہ سرگزشت — کیا پوچھیں تجھ سے حال ترا دیکھتے نہیں

٢٩٦

جیب و دامان نہیں دیدۂ گریاں نہیں — اے جنوں مجھ سا کوئی بے سروساماں نہیں
ہے گلستاں میں کیوں چاک گلوں کا سینہ — نالۂ زار یہ بلبل کے اگر کان نہیں
نذر کیا کیجیے وہ ترک اگر آ جائے — دل نہیں جان نہیں دین اور ایماں نہیں
دُرِ مرجاں گو نہیں ہیں لب و دنداں تیرے — کون کہتا ہے کہ رشکِ دُر و مرجاں نہیں
کون سینہ کہ نہیں چاک تری خنجر سے — کون سے دل میں ترے تیر کا پیکاں نہیں
کون ٹھہرے گا تری تیغ نگہ کے آگے — ایک میں تھا سو مری جان میں اب جاں نہیں
اے بتاں کرتے ہو کیوں یوں کنارا آپس سے — ایسی باتوں کا مرے دل میں تو ارماں نہیں
جو کوئی چاہے سو آ بیٹھے ہمارے دل میں — خانۂ عشق ہے یہ یاں در و درباں نہیں
سبزۂ خط کا نکلنا ہے تعجب جوشش — ہے نمک زار رخ یار گلستاں نہیں

٢٩٧

تجھ سے جو تشنۂ دیدار ملا چاہتے ہیں — آبِ شمشیر کوئی قطرہ پیا چاہتے ہیں
مسی آغاز ہوئی منہ نہ لگائیں کیونکر — اب وہ خط سے یہ بتاں زہر پیا چاہتے ہیں
سنگ سرمہ ہی پہ جب گھسنے لگے ہیں تیغ نگاہ — ترک چشم اس کے غرض قہر کیا چاہتے ہیں
قیس کے چاہنے نے لیلیٰ کو بدنام کیا — چاہنے والے اسی طرح سے کیا چاہتے ہیں
یاں بُرے اور بھلے یکساں ہیں نظروں میں — جو بُرا چاہتے ہیں اُن کا بھلا چاہتے ہیں
رد بہ رد اس کے اے غماز نہ غمازی کر — تجھ کو کیا اس سے نہیں چاہتے یا چاہتے ہیں
خوب رد کرنے لگے عشوۂ پنہاں جوشش — دل کو تو لے چکے اب جان لیا چاہتے ہیں

جفا و جور کرتے ہیں بتاں آزار دیتے ہیں ۲۹۸ عجب نادان ہیں جو عشق میں جی ہار جاتے ہیں
نہ آپ آزردہ ہوتا ہے گلہ آمیز باتوں سے ہماری بات کو اغیار ناحق مار دیتے ہیں
نگاہِ تند بھی ہم پر نہ کی ان خوش نگاہوں نے نصیب ان کے ہیں جن کو گالیاں دو چار دیتے ہیں
نہیں خود کچھ تو وہ کہتے ہماری مروت کے شرارت سے بتاں غیروں کے تئیں ہنکار دیتے ہیں
جہاں میں شور سنتا ہوں تری شیریں کلامی کا — حلاوت سب کو اے جوشش تری اشعار دیتے ہیں

چشمِ خوں خوار ابروئے خم دار دونوں ایک ہیں ۲۹۹ ہیں جدا لیکن بہ وقتِ کار دونوں ایک ہیں
باعثِ آرام یہ نے موجبِ آزار وہ چشمِ وحدت میں ہیں گل اور خار دونوں ایک ہیں
التیامِ زخمِ دل کے حق میں گر کیجے نگاہ سبزۂ خط مرہمِ زنگار دونوں ایک ہیں
حالتِ استغنا کی جس کے ہاتھ آئی ہے یہاں اس کے نزدیک اندک و بسیار دونوں ایک ہیں
میرے اس کے گو جدائی آ گئی ہے درمیاں جس گھڑی باہم ہوئے دو چار دونوں ایک ہیں
جو نہ ملنے اس کو عاشق ہو کے اس پر دیکھیے ابروئے خم دار اور تلوار دونوں ایک ہیں
کیا کہوں میں اس کو آنکھوں نے دیے ہیں جو فریب فنِ مکاری میں یہ مکار دونوں ایک ہیں
جو ہے کعبہ وہی بت خانہ ہے شیخ و برہمن اس کی ناحق کرتے ہو تکرار دونوں ایک ہیں
یہ نہیں کہنے کا جوشش ہوگا جو صاحب دماغ — زلفِ یار و نافۂ تاتار دونوں ایک ہیں

اگرچہ خنجرِ تر کا نہ خوں آشام ہوتے ہیں ۳۰۰ یہ کیسے تیری مژہ کے سے انھیں سے کام ہوتے ہیں
اگر چاہیں نہ بولیں اس سے ہم یہ ہو نہیں سکتا دگر کچھ بولتے ہیں تو ابھی بدنام ہوتے ہیں
جو کچھ دن ہم نے دیکھے ہیں بری ہاتھوں زمانے میں فلک اس سے کسی کے کب برے ایام ہوتے ہیں

دل و دیں سے اُٹھایا ہاتھ عقل و ہوش سے گزرے
ترے دیوانے کوئی پابندِ ننگ و نام ہوتے ہیں

جب اُٹھ جاتا ہے اپنے پاس سے آرامِ جاں اپنا
دلِ مضطر کے ہاتھوں سخت بے آرام ہوتے ہیں

بتاں احوال میرا پوچھتے رہتے ہیں غیروں سے
تسلی بخشِ دل کے نامہ و پیغام ہوتے ہیں

نہ دوں کس طرح جوشش قاصدوں کو نقدِ جاں اپنا —
کہ خط لاتے ہیں اُس کا قابلِ انعام ہوتے ہیں

۳۰۱/۵

جفا و جور کے مشتاق ہیں ہم تجھ پہ مرتے ہیں
ڈراتا کیا ہے ہم کو ہم کوئی مرنے سے ڈرتے ہیں

جب اُس کی زلف کو میں دیکھتا ہوں دستِ شانہ میں
خیالاتِ پریشاں جی میں کیا کیا کچھ گزرتے ہیں

عقوبت کے فرشتے بھاگتے ہیں یہ ستم کیشاں
مزارِ اہلِ عصیاں پر قدم جس وقت دھرتے ہیں

ہمارے درد سے عالم کو آگاہی ہوئی کیونکر
نہ ہم فریاد کرتے ہیں نہ آہِ سرد بھرتے ہیں

جو کوئی سرگشتۂ دشتِ جنوں ہوتے ہیں اے جوشش —
بگولے کی طرح وہ ایک جاگہ کب ٹھہرتے ہیں

۳۰۲/۷

جو ترے سامنے آئے ہیں سو کم ٹھہرے ہیں
یہ ہمارا ہی کلیجہ ہے کہ ہم ٹھہرے ہیں

عشق میں کس سے رفاقت کی توقع رکھیے
اپنے تو دوست یہی درد و الم ٹھہرے ہیں

موردِ لطف و کرم ہیں سبھی تیرے نزدیک
لیکن اک ہم ہی سزاوارِ ستم ٹھہرے ہیں

دل جگر دونوں بہے اشک کے سیلاب میں آج
کچھ تو منظور ہے جو دیدۂ نم ٹھہرے ہیں

آہ اس بحر میں ہم خلق ہیں مانندِ حباب
ہے دمِ بازپسیں جو کوئی دم ٹھہرے ہیں

کوچۂ عشق میں تم ٹھہروگے اے بوالہوسو
واں تو سر جس نے دیا اُس کے قدم ٹھہرے ہیں

جوشش اس ابرِ مژہ کی گہرافشانی سے —
ہم بھی حاتم کی طرح اہلِ کرم ٹھہرے ہیں

۳۰۳/۶

کیا ہوا گر کوئی دم عشق میں ہم جیتے ہیں
مبتلا جو ہیں اس آزار کے کم جیتے ہیں

آج ہے عزمِ شکار اُس کو یہ معلوم نہیں
خوف سے مر گئے یا صیدِ حرم جیتے ہیں

شیخ کی طرح نہ کعبے کو کریں گے سجدہ
جب تلک تیرے پرستارِ صنم جیتے ہیں

مر گئے ہیں یہ دمِ تیغ میں جی بستا ہے
اے مسیحا ترے دم سے کوئی ہم جیتے ہیں

جیتے رہنے سے تری یاد کریں ہیں سمجھا
جیتے ہیں ساکنِ اقلیمِ عدم جیتے ہیں

جاں بہ لب ہیں شبِ فرقت میں ولیکن جوشش —
یار آ جائے تو بارے کوئی دم جیتے ہیں

۳۰۴/۴

کشورِ زلف میں جو بستے ہیں
دے خطا و ختن کو ہنستے ہیں

حالِ خوباں نے کیا نکالی ہے
جب مجھے دیکھتے ہیں ہنستے ہیں

تجھ کو تو چاہتا ہے کب پیارے
تیرے دل میں تو غیر بستے ہیں

ہم بھی کیا بے نصیب ہیں جوشش —
اُس کے دیدار کو ترستے ہیں

۳۰۶/۶

لذتِ وصل تصور میں اُٹھا رہتے ہیں
گو کہ ظاہر میں سدا اُس سے جدا رہتے ہیں

کیا گنہ ہم نے کیا کون سی تقصیر ہوئی
اس قدر آپ جو اب ہم سے خفا رہتے ہیں

خاکِ ذلت میں بھی جوں آئینہ گرد آلودہ
نت پرستارِ صفا اہلِ صفا رہتے ہیں

ن

ان جفا کاروں کی ہیں کس لیے فریاد کروں
بھولے بھٹکے جو مری قبر پہ آ رہتے ہیں

عمر ہم راہ ہیں مے نوشی ہے بدمستی ہے —
مر گیا ہوں پہ مجھے اب بھی ستا رہتے ہیں

گاہ گریاں و گہے نالہ کناں اے جوشش —
ہم کو جس طرح سے رکھتا ہے خدا رہتے ہیں

۳۰۷/۵

لے چکے ہیں دل و دیں در پے جاں رہتے ہیں
آہ کس ملک میں یہ سنگ دلاں رہتے ہیں

بے وفا تو ہی ہمیں بھول گیا ہے ورنہ
ہم تری یاد میں رہتے ہیں جہاں رہتے ہیں

دن میں اک بار بھی جب تاک کہ نہ دیکھیں تجھ کو — دیدۂ عاشقِ بیدل نگراں رہتے ہیں

راہ کوچے کی تو مسدود نہ کر اے ظالم — گاہ گاہے جو ہم آتے ہیں تو یاں رہتے ہیں

کیا تماشا ہے کہ دل شدگان ای جوشش — سامنے ہیں پہ خدا جانے کہاں رہتے ہیں

تو خطاں منہ سے مرے منہ جو ملا دیتے ہیں — آبِ حیواں ہی عوض مجھ کو پلا دیتے ہیں

ان مسیحا نفسوں کی جو تعدی سے کوئی — مر بھی جاتا ہے تو یہ اس کو جلا دیتے ہیں

کیوں نہ وحشت ہو مجھے نالۂ مرغانِ چمن — فصلِ گل میں مری زنجیر ہلا دیتے ہیں

دور ہوتا ہی نہیں زنگِ تعلق ہیہات — دل کے آئینے کو ہر چند جلا دیتے ہیں

جس کی محفل میں فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں — ہم کھڑے شمع صفت تا بہ سحر جلتے ہیں

کیا عجب گر شررِ عشق دلوں کو دے آگ — ایک چنگاری سے تو لاکھوں ہی گھر جلتے ہیں

جب سے خوبانِ جہاں میں کیا میں تجھ کو پسند — دیکھ کر مجھ کو سبھی اہلِ نظر جلتے ہیں

یاد میں اس کی اٹھی جب سے کہ دل کی حرارت — آتشِ عشق میں بے خوف و خطر جلتے ہیں

کچھ علاج اس کا بھی آتا ہے طبیبو تم کو — رات دن سینے میں دل اور جگر جلتے ہیں

اشکِ حسرت کی یہ دولت تری دوری میں ہم — پانی میں ڈوبے ہی رہتے ہیں مگر جلتے ہیں

عاشقِ سوختہ جاں آتشِ دوری میں تری — یار لیتی ہے تو بے جلد جسم جلتے ہیں

جو کوئی اس سے یہ کہتا ہے تو سن کر بے رحم — بول اٹھتا ہے کہ جلنے دے اگر جلتے ہیں

آگ پانی سے کبھی لگتی نہ دیکھی جوشش — آہ کیوں اشک سے یہ دیدۂ تر جلتے ہیں

دنیا میں زندگی سے بیزار ہیں تو ہم ہیں — مرنے کو سب سے پہلے تیار ہیں تو ہم ہیں

تیری گلی میں ظالم پوچھے ہے کون کس کو — اپنے دلِ حزیں کے غمخوار ہیں تو ہم ہیں

جور و جفا سے اس کی کیا کام بوالہوس کو — مخفی نہ ہیں تو ہم ہیں سزاوار ہیں تو ہم ہیں

جوں غنچہ و صبا ہے عالم سے ربط تجھ کو — آنکھوں میں تیری گل رو اک خار ہیں تو ہم ہیں

اپنی خودی ہی ہے جو سشمش مانع ہوئی صفا کی — اس دل کے آئینے کے زنگار ہیں تو ہم ہیں

کہاں وضعِ لطف و کرم جانتے ہیں — بتاں ایک طرزِ ستم جانتے ہیں

عبث تو یہ باتیں بناتا ہے ظالم — جو کچھ ہے تو جی میں ہم جانتے ہیں

قسم کھا کے تو چاہتا ہے کہ جاؤں — سو ہم خوب تیری قسم جانتے ہیں

بیاں کیا کریں حال اپنا کسی سے — جو گزرے ہے ہم پہ سو ہم جانتے ہیں

ہمیں کام کیا عیش و عشرت سے شمس — غم و درد کو مغتنم جانتے ہیں

جو تری تیغِ ستم کھائے ہوئے بیٹھے ہیں — گور میں پاؤں کو لٹکائے ہوئے بیٹھے ہیں

جی الجھتا ہے مرا دل تو نہیں پہلو میں — آپ کیوں زلف کو سلجھائے ہوئے بیٹھے ہیں

اب کسی دشت و بیاباں میں شتاب اے وحشت — یہ بھی اجل ہم کو ہم اکتائے ہوئے بیٹھے ہیں

کیا ہوا سرد تر شیخ سے بھلا اے ساقی — شیخ جی بزم میں کیوں سر کو جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں

یار تو پاتے نہیں در گہہِ عالی میں تری — آہ کس واسطے ہم آئے ہوئے بیٹھے ہیں

حشر تک دیں گے یہ برخاش نہیں کرنے کے — سر جو اس راہ پہ منہ ڈالے ہوئے بیٹھے ہیں

کہیں اٹھتے نہیں اس در کے گدا آہ تو شمس — شوق سے پاؤں کو پھیلائے ہوئے بیٹھے ہیں

چمن میں آئی ہے فصلِ بہار سنتے ہیں — قفس سے اڑ نہیں سکتے ہزار سنتے ہیں

فراقِ یار میں آتے کبھی نہیں دہ کھا — تمھارا نام ہی صبر و قرار سنتے ہیں

وہ چند ہوئے ہی یہ اضطراب دل جو کبھی — خبر ترے ادھر آنے کی یار سنتے ہیں

وہ کام تیشۂ غم نے کیا ہے ای فرہاد — کہ سرگزشت تری قصہ وار سنتے ہیں

بچے گا جیتا کوئی کوے زلف میں جوشش — وہاں تو چاروں طرف مار مار سنتے ہیں

ہم نہ کچھ بہرِ نام روتے ہیں ۳۱۳/۵ رونا ہے اپنا کام روتے ہیں

اُس بناگوش و زلف کی خاطر — صبح روتے ہیں شام روتے ہیں

تنگ دل دیکھ اس پریشاں کو — غنچہ و گل مدام روتے ہیں

پھر گئی ہے ہوائے مے خانہ — شیشے ہنستے ہیں جام روتے ہیں

ہم سے آفت نصیب اے جوشش — وصل میں بھی مدام روتے ہیں

عمرِ عزیز گزرے ہے رنج و ملال میں ۳۱۴/۶ عاشق کہاں ہوئے کہ پڑے اک زوال میں

دم مارے کیا صفا سے تری منہ پر آئینہ — ہے غرق آپ ہی عرقِ انفعال میں

نے ڈر عسس کا ہے نہ ہمیں خوف محتسب — رہتے ہیں مست شام و سحر اپنے حال میں

جس کو خیال وہ ہم سے باہر کہے ہے خلق — رہتا ہوں رات دن میں اُسی کے خیال میں

تشبیہ جس سے دوں خمِ ابروے یار کو — ایسی تو خوش خمی نہیں تیغِ ہلال میں

ممکن نہیں بچے کہ مگر اُس کی نظر پڑے — جوشش عبث پڑا ہے تو فکرِ محال میں

جلوہ گر دل ہے دیدۂ نم میں ۳۱۵/۵ عکسِ گل جس طرح ہو شبنم میں

ہم رہاں اتنی کیا شتابی ہے — ہم بھی چلتے ہیں اب کوئی دم میں

گر نہ ہوتا ترا ظہور عیاں
کیا بزرگی تھی خاک آدم میں

یہی ہوگا عذاب دنیا کا
اور کیا ہوئیگا جہنم میں

جان اُس کی نیاز کر جوشش
بات رہ جائیگی یہ عالم میں

گریں ہیں جور کا تیری ہی شکوہ یار آپس میں
جہاں مل بیٹھتے ہیں آشنا دو چار آپس میں

کیا ہنگامہ برپا ایک عالم نے ترے در پر
مجھے چلتی نظر آتی ہے اب تلوار آپس میں

جفا سے تو نہ باز آئے وفا سے ہم نہ در گزرے
ہوئے تھے روز اول کیا یہی اقرار آپس میں

پرستاروں میں اُس لب کے نہ ہووے گفتگو کیونکر
نہیں ممکن کہ بن بولے رہیں مے خوار آپس میں

بتاں میں بے مروت اور تو آزردہ جا جوشش —
یہ کیا معنی کہ آ جائے نہ کچھ تکرار آپس میں

ہوا ہے گھر بتاں کا یہ دل دیوانہ پہلو میں
لیے پھرتا ہوں میں اک برہمن بت خانہ پہلو میں

ارادہ ہم نشینی کا نہ رکھو شعلہ رووں سے
نہیں ممکن کہ بیٹھے شمع کے پروانہ پہلو میں

دل پر خوں ہے شیشہ داغ ہے پیمانہ لے زاہد —
سدا رکھتے ہیں مستاں شیشہ و پیمانہ پہلو میں

ملنے پائے نہ تجھ سے دنیا میں
مر گئے ہم اسی تمنا میں

ہے کدھر وہ غزال رم خوردہ
جس کی ہے دھوم کوہ و صحرا میں

نالۂ دل ہے تیشۂ فرہاد
کام کرتا ہے سنگ خارا میں

خوف سرگشتگی سے اے وحشت
خار چبھتے نہیں کف پا میں

آرزو کم نہ ہوگی اے ساقی
جب تلک مے رہے گی مینا میں

کفر و اسلام کی نہ کر تکرار
دونوں یکساں ہیں چشم بینا میں

جامِ جم میں نہ ہوگا اے جوشش — ہے جو کچھ لطفِ جامِ صہبا میں

۳۱۹

مصوّر ڈال دیوے گر تری تصویر پانی میں — کرے وہ مردمِ آبی کو بھی تسخیر پانی میں

ترے چہرے پر اے آئینہ رو دونوں لٹ بکھری ہے — یہی پھرتی ہے جیسے موج کی زنجیر پانی میں

گدازِ عشق ہوں کب حرف مرگو دل نشیں ہے — اُکھڑتا ہی نہیں کچھ جیسے تحریر پانی میں

تری تیغِ نگہ کی آب داری کو کہاں پائے — سراپا عرق ہے گو صورتِ شمشیر پانی میں

جلا ڈالا ہے آنسو نے ہمارے جیب و داماں کو — کہاں سے آئی جوشش آگ کی تاثیر پانی میں

۳۲۰

آتا ہے مجھے لطفِ چمن یادِ قفس میں — کیوں کر نہ کروں نالہ و فریاد قفس میں

دیوے گا وہی طاقتِ پرواز بھی ہم کو — بے بال و پری جس نے کی امداد قفس میں

اب طاقتِ پرواز نہیں صحنِ چمن تک — آزاد نہ کر رہنے دے صیّاد قفس میں

صیّاد تو فریاد ہی کرنے نہیں دیتا — کیا شاد رہے یہ دلِ ناشاد قفس میں

جوشش نہ گیا دل سے مرے شوقِ رہائی — گو بال و پر اپنے ہوئے برباد قفس میں

۳۲۱

ہوا رخصت طلب جب بیٹھتے ہی یار پہلو میں — چلے آنکھوں سے آنسو درد اُٹھا اک بار پہلو میں

سدا رہتا ہے یہ دل در پئے آزار پہلو میں — عوض اس کے تو بہتر تھا جو ہوتا خار پہلو میں

نہ شوقِ طور ہے مجھ کو نہ ذوقِ وادیِ ایمن — ہوا ہے خانۂ دل جلوہ گاہِ یار پہلو میں

کسی کے خون کا پیاسا کسی کی جان کا دشمن — لیے پھرتا ہے ہر دم خنجرِ خوں خوار پہلو میں

دلِ صد چاک کو اور سینہ پر داغ کو دیکھو — نہ دیکھا ہو اگر گلزار کے گلزار پہلو میں

نہ ہو برباد صبر و تاب و طاقت کی طرح دل بھی — الٰہی رہ گیا ہے اک یہی غم خوار پہلو میں

مبرّا حرص دنیا سے کسی کا دل نہیں جوشش — جسے دیکھا یہاں ہے اُس کے یہ مردار پہلو میں

تو وہ سے لگے ہیں سنگ ملامت کے دل پر ۳۴۲ — ایسے ترے لیے ہوئے بدنام خلق میں

اب تو یہ تشنہ دمِ شمشیر ہر چیلا — کیا فائدہ جو پانی چواتے ہیں حلق میں

نظر آتا ہے ساقی جلوہ نیرنگ شیشے میں ۳۴۳ — پری ہے شیشے میں یا ہے گل رنگ شیشے میں

تری جلوہ گری کے سامنے کوئی آئے کیا قدرت — اگر دیکھے ترا جلوہ پری ہو دنگ شیشے میں

ہمارا دل صنم میں اور صنم دل میں ہمارے ہے — تماشا ہے کہ شیشہ سنگ میں ہے سنگ شیشے میں

منہ اپنا دیکھ دیکھ آئینے میں حیران ہوتا ہوں — بہا ہے خون دل آنکھوں سے یا ہے رنگ شیشے میں

خدا کے واسطے اے محتسب درپے نہ رہ اس کے — ترے ہاتھوں ہوئی ہے دختر رز تنگ شیشے میں

تامّل کی نظر سے دیکھ رنگ ان سبز رنگوں کا — بھرا ہے بادۂ گلگوں ملا کر بھنگ شیشے میں

خیال اُس سنگ دل کا اس دل نازک میں رہتا ہے — اُتارا زور ہی حکمت سے ہے یہ سنگ شیشے میں

جو سنگیں دل ہے اُس کا کا دل نازک دل سے کب ہے کچھ — نہ دیکھا ہم نے جوشش سنگ کا سا ڈھنگ شیشے میں

کوئی اک لاگ ہے جس سے لگی ہے آگ پانی میں ۳۴۴ — لگا دی آگ جلوے نے ترے لے لاگ پانی میں

مرے رونے کے ڈر سے ابر تو مت بھاگ پانی میں — لگا دے گا ابھی آنسو ہمارا آگ پانی میں

ہجوم گریہ میں یوں آہِ سوزاں دل سے نکلے ہے — کوئی جس طرح سے گاتا ہو دیپک راگ پانی میں

مرے ابر مژہ سے رات دن آنسو ٹپکتے ہیں — دلِ خوابیدہ کیا ہوتا ہے تو اٹھ جاگ پانی میں

نہیں جنبش میں زلف آئینہ رو کے منہ پہ اے جوشش — نظر کر دیکھ لہراتا ہے کالا ناگ پانی میں

تجھ سے ہیں سیکڑوں ہی پڑے کوئے یار میں ۳۴۵ — پھر ایک بے نصیب تو ہوں کس شمار میں

مانند جامِ جم کے خدائی کا دید ہے — اہلِ نظر کے بیچ اسی شمع عذار میں

۲۳۶/۸

مانند جامِ جم ہے سب کچھ مری نظر میں — کرتا ہوں سیرِ عالم بیٹھا ہوا میں گھر میں

آں اشک و آہ سے تھی جوں شمع زیست اب — نے اشک چشم میں ہے نہ آہ ہے جگر میں

ہستی تو ہے ولیکن راہِ نیست ہی ہے — جائے ہی گا جو آیا دنیا کی رہگزر میں

دیوانے حال دل کا دیوار و در سے مت کہہ — طاقت رہے گی باقی دیوار میں نہ در میں

آتا ہے مجھ کو رونا اس چاک چاک دل پر — دیکھوں ہوں جب کٹاری ظالم تری کمر میں

فریاد کرتے کرتے تھک گئی زبان لیکن — کوئی بھی دادرس نہ دیکھا اس عشق کے نگر میں

اہلِ صفا سے کاوش رکھتا ہے یہ زمانہ — دیکھا نہیں گہر کے سوراخ ہی جگر میں

کنجِ عدم میں کیا ہی آرام سے تھے جوشش — آکر یہاں پڑے ہیں ہم ایک دردِ سر میں

۲۳۷/۵

آگے اس کے نہ ڈبا دیدۂ تر پانی میں — سنتے ہیں کچھ نہیں آتا ہے نظر پانی میں

اتنا بے تاب جو ہے عکسِ قمر پانی میں — کس کی صورت اسے آئی ہے نظر پانی میں

اس رخِ صاف پہ قطروں کو عرق کے دیکھے — بے صدف جس نے نہ دیکھے ہوں گہر پانی میں

مردمک اشک کے سیلاب سے کس طرح ڈرے — مردمِ آبی ہے یہ اس کا ہے گھر پانی میں

کس کو آتا ہے یہ جز دیدۂ تر اے جوشش — پانی سے آگ لگانے کا ہنر پانی میں

۲۳۸/۹

سخت رنجور ہوں اور تجھ سے بہت دور ہوں میں — یار ملنے کا تو مشتاق ہے مجبور ہوں میں

بود و باش اپنی تو ہے گوشۂ گمنامی میں — جس سے پوچھو گے بتا دیوے گا مشہور ہوں میں

مثلِ یعقوب گئیں رہ گئے ہی روتے آنکھیں — کس طرح دیکھوں تجھے آنکھوں سے معذور ہوں میں

اس کے ہاتھوں سے مرے دل نے اٹھائے ہیں زخم — چاہتا ہے یہی ہر زخم کہ ناسور ہوں میں

روح کو خاک سے اس درجے کی ہے انس اے جسم — تیرے ہمراہ یہاں تا بہ لب گور ہوں میں

تم سے کس طرح ملاقات ہو اے سیم تناں — نہ مجھے زر ہے نہ صاحب مقدور ہوں میں

جس قدر واں ہے غرور اس سے زیادہ یاں عجز — کیا تعجب ہے اگر عجز پہ مغرور ہوں میں

دور ساغر سے ترے کیا ہے غرض اے ساقی — گردش چشم سیہ مست سے مسرور ہوں میں

حالت نزع میں بکتا ہوں یہی اے جوشش — آ عیادت کو مری یار کہ رنجور ہوں میں

۲۳۹/۹

رہے کیوں کر نہ ساقی دختر رز دل گیر شیشے میں — یہاں تک شیشے میں کھا کہ ہو گئی پیر شیشے میں

نگہ کے تیر ناوک دیکھ کر میں دل میں حیراں ہوں — ترازو ہو گیا ہے کس طرح یہ تیر شیشے میں

منقش دل میں جو ہوتا ہے وہ سمجھا نہیں جاتا — نظر آتا ہے جو کچھ جیسے تحریر شیشے میں

ہمارے دل کو مے پینے سے اے ساقی لحاظ آیا — مے قاتل تری کرتی جو کچھ تاثیر شیشے میں

عبث کہتی ہے خلقت مے کو ساقی دیو شیشے کا — پری کی سی تو آتی ہے نظر تصویر شیشے میں

یہ کہہ ساقی جسے پینا ہو پی لیوے مے باقی — یہی ہے قلقل مے کی صدا تقریر شیشے میں

ہوا ہے کون سا مے خوار دیوانہ جو اے ساقی — پھرے ہے موج مے کی تو لیے زنجیر شیشے میں

طلا کی طرح چہرہ سرخ کر دے میرا تب جانوں — نہیں تو مجھ کو کیا ساقی جو ہے اکسیر شیشے میں

ہجوم غم سے صورت ہو گئی تبدیل اے جوشش — نہایت ہم ہوئے منہ دیکھ کر دل گیر شیشے میں

[illegible]/۴

صفا ذاتی ہے اے شیشہ گراں ہے چند شیشے میں — یہ کیا معنی کہ ہو اس سینے کے مانند شیشے میں

کہے کیوں کر نہ خلقت مے کو ساقی دیو شیشے کا — زمیں میں گاڑ دیتے ہیں اسے کر بند شیشے میں

شکستِ دل کی بھی تدبیر ممکن تھی زمانے میں | کسی سے یار و لگ سکتا اگر پیوند شیشے میں
زرا انگور دے کو دیکھ جوشش کیا زمانہ ہے — پدر پتھر پہ لوٹے اور رہے فرزند شیشے میں

مقدور کیا جو تجھ سے میں ردّ و بدل کروں — ۱۳۴۱/۵ — جو کچھ تری رضا ہو اسی پر عمل کروں
موقوف رکھ نہ وعدۂ فردا پہ دید کو | جو کام آج کا ہو اسے کیوں میں کل کروں
بھاگا کیا پھروں ہوں صحبتِ اہلِ جہان سے | کیا فائدہ جو کام میں اپنے خلل کروں
سر دے چکا ہوں راہِ محبت میں یار کی | ممکن نہیں کہ منتِ تیغِ اجل کروں
جوشش کبھی جو نارِ خصومت ہو شعلہ زن — اپنے ہی نفسِ شوم سے جنگ و جدل کروں

یہ تمنا ہے کہ قرب آئینہ سا پیدا کروں — ۱۳۴۲/۵ — وہ مجھے دیکھا کرے اور میں اسے دیکھا کروں
گھر لیے ہیں خط کے صدمہ تکلیف ہوگی اسے | آئینہ تیرے بال و پر پہ کچھ افشا کروں
ذکر کیا پرواز کا اے ہم صفیرانِ چمن | مقتضی ہے گر قفس میں بال و پر پیدا کروں
عشق کے بازار میں اب تو خریداری نہیں | چاہتا ہوں آپ اپنی جان کا سودا کروں
آرزو ہے مجھ کو اے جوشش کہ میں گردش زدہ — اُس کے دامن کی طرح پاؤں پہ لوٹا کروں

ہم صفیرو کیا کروں جس وقت گھبراتا ہوں میں — ۱۳۴۲/۵ — اس قفس کے در تک جا جا کے پھر آتا ہوں میں
ایک دم فرصت نہ اپنے دیکھنے کی دی مجھے | رو بہ رو سے تیرے اب مائل کہاں جاتا ہوں میں
دو گھڑی روتا ہوں اور اک گھڑی پڑھتا ہوں شعر | اس دلِ ناشاد کو اس طرح بہلاتا ہوں میں
داد بھی تو دی کبھی اس کی بھلا اے نکتہ چیں | شعر کے کہنے میں کیا خونِ جگر کھاتا ہوں میں
غیر سے ہے گرم جوشی اس کو اے جوشش مدام — پھر یہ کیا باعث خفا ہوتا ہے جب جاتا ہوں میں

۳۴۴/۲ ہم راہ سیلِ اشک پھروں میں جہاں پھروں — یہ چشم تر لیے ہوئے یا رب کہاں پھروں
اے چرخ تیرے دستِ تعدّی سے کب تلک — آشفتہ حال و خاک بسر میں یہاں پھروں
تو نے تو سارے کوہ و بیاباں بسا دیے — سیلِ سرشک بیٹھوں کہاں میں کہاں پھروں

۳۴۵/۷ تیرے ڈر سے کب میں جاتا ہوں کہیں — جب فلک میری اجل آتی نہیں
مجھ پہ غصہ غیر پر لطف و کرم — چاہیے یوں ہیں تجھے صد آفریں
ایسی اپنی جان سب کو ہے عزیز — کون ہو سکتا ہے تیرا ہم نشیں
اشک سوزاں جب تلک آنکھوں میں ہے — شمع ساں جلتی رہے گی آستیں
لے گئے دل ہم سے ہمیں بتا نہیں — کون سا یہ ناز ہے لے نازنیں
تو جبینِ آزردگی فرمائیے — اس قدر رہتے ہو کیوں چیں بر جبیں
جی میں ہے اک اور بھی کہیے غزل — مجھ کو شورش آتی ہے جوشش پہ جب

۳۴۶/۶ کیا کروں کچھ فکر ہو سکتی نہیں — رو رہا ہے دوست دشمن در کمیں
لب پہ تو خط کے نہ جی دوڑا ہنوز — نیش سے خالی نہیں یہ انگبیں
ہم تو مل سکتے نہیں تجھ سے بتاں — تو اگر چاہے تو کچھ مشکل نہیں
سینۂ سوزاں سے اب بھی ہاتھ کھینچ — کیا جلا ہی دے گی آہِ آتشیں
سیکڑوں دل ہیں بندھے فتراک میں — کیوں نہ گل گوں ہو ترا دامانِ زیں
اِن دنوں جوشش ترا کیا حال ہے — دم بدم رہتا ہے تو اندوہگیں

۳۴۷/۹ اُن نے پہلے ہی پہل پی ہے شراب آج کے دن — بولو دل کھول کے اے چنگ و رباب آج کے دن

اے اجل جائے ترحم ہی کہ یہ عاشق زار
کوچۂ یار میں ہی پائی تراب آج کے دن

یار بدمست ہوا اب یہ چھیڑ کیا ہی شراب
نہ کرا اے واعظ شہر اپنی کتاب آج کے دن

روز نوروز ہی ملتے ہیں سبھی آپس میں
کوئی کرتا ہی کسی پر بھی عتاب آج کے دن

عید قربان ہی بتاں کیوں نہیں سرگرم جفا
قتل عشاق سمجھتے ہیں ثواب آج کے دن

دور دور لب جاناں ہی عجب کیا جو شمیمؔ
مےکدے شہر کے ہوئیں جو خراب آج کے دن

—

۳۴۸/۲

کیوں نہ خوش آئی تری عشق میں دیوانہ جان
خلق کرنے لگی تعریف مجھے دیوانہ جان

بندگی سے تری ہم ہاتھ اٹھانے کے نہیں
اپنے بندوں میں سمجھ یا ہمیں بیگانہ جان

عاشق زار نہ کر منت ساقی زنہار
دیدہ و دل ہی کو تو شیشہ و پیمانہ جان

شیخ آزردہ نہ ہو دیکھ کے مسجد میں ہمیں
بھول سے آگئے رہتے ہم اسے میخانہ جان

کوئی ان جلوہ فروشوں سے بجز بے سودا
ایک ہی جلوے کا جو مانگیں ہیں بیعانہ جان

جلوہ گر نور ہی اس دل میں اسی کا جو شمیمؔ
خواہ کعبہ تو سمجھ خواہ تو بت خانہ جان

—

۳۴۹/۳

جب رووں یاد تری کوچے کی سرزمیں
ہو جائے موج اشک سے زیر و زبر زمیں

اگتا ہی داغ دل لیے لالہ جو باغ میں
مدفون تجھ میں ہے کوئی تفتہ جگر زمیں

اس قد کو دیکھتا رہی تو اے سرو یاں تلک
آجائے نوم ہو کے ترے تا کمر زمیں

نے خود نیستاں یار میں ہوں کچھ خبر نہیں
کس طرف آسمان ہے اور ہے کدھر زمیں

ابر بہار کے فیض سے اب کے بہار میں
سبزے سوا کہیں نہیں آتی نظر زمیں

وعدہ غلط جواب لکھا اب یا جواب دی
تا چند ماپیے آہ مرا نامہ بر زمیں

جوشش کا حال دیکھ جو کوئی روئے اس قدر — داماں و آستیں تو کیا ہوئے تر زمیں

۳۵۰

موتی دامانِ قطرہ سے کیوں نہ بھر دے آستیں — اشک کے کیا کیا اٹھاتی ہے جھکولے آستیں
آستینیں کھینچ کر ہاتھوں سے اس نے باندھ دی ہیں — یار کی باندھی ہوئی ہیں کون کھولے آستیں
تو ہی اب پونچھے تو پونچھے اشکِ آتش ناک کو — اپنے ہاتھوں میں تو پڑ گئے ہیں پھپھولے آستیں
موتیوں کے دانے فیضِ چشم سے داماں میں — سب طرح کے ہیں ثمر سے جھوٹے جھولے آستیں
جس گھڑی تو پونچھتی ہے اشکِ چشمِ یار سے — جیب و داماں سے کوئی دل کو ٹٹولے آستیں

۳۵۱

لے یار اس چمن میں کہ دونہ آئے باراں — بھڑکے گی آگ دل کی لگتے ہوا سے باراں
آنسو کا ہے یہ عالم اس شمع رو کے آگے — جھمکیں ہیں روشنی میں جوں قطرہائے باراں
ساون کی رات تجھ بن گزر رہی ہے اس طرح سے — ابر ادھر صدائے گریہ ادھر صدائے باراں
کشتِ امید سیراب اپنا ہے آنسوؤں سے — ہم تو دعا نہ مانگیں ہرگز برائے باراں
اے برق نالہ تجھ سے ہر طرح صاعقے کی — ابرِ قطرہ سے اپنے قسائم بنائے باراں
ہم مطرب اور ساقی بے یار کل چمن میں — سر پیٹ پیٹ روئے کہہ کہہ کے ہائے باراں
کل وصل کا ہے وعدہ کھل جائے تو بھلا ہے — ورنہ یہ آہ ہے اور دولت سرائے باراں
ابر و ہوا و مے ہے چنگ و رباب و نے ہے — جوشش ہے سب مہیا خالی ہے جائے باراں

۳۵۲

تجھ سے ہم بزم ہوں نصیب کہاں — تو کہاں اور میں غریب کہاں
بے قراری نے مار ڈالا ہے — صبر کیسا ہے اور شکیب کہاں
دل میں اس بت کے ہے جگہ میری — میں جہاں ہوں وہاں رقیب کہاں

۳۵۳
۵۹

بھاتا ہے تیرے آگے کب مجھ کو یار گلشن
صد رشک کیے تھے تجھ پر ایسے ہزار گلشن

شبنم نہیں ٹپکتی بادِ صبا گلوں سے
روتا ہے اُس کی خاطر یہ زار زار گلشن

کل صبح دیکھتے ہی رشکِ چمن کو میرے
کیا پڑ گئی تھی پھیکی تیری بہار گلشن

گلشن میں جائیے جب ہو گل رو مرا غزل خواں
سب بلبلیں ہوں صدقے اور ہوشیار گلشن

سینے کو دل جگر کو اس کو پھر سے دیکھے
دیکھے نہ ہوویں جس نے ایسے دو چار گلشن

—

دیکھیں بہار جس دم اِس داغ دار دل کی
آنکھوں میں بلبلوں کی ہو خار خار گلشن

۳۵۴
۵

یا جان کی ہیں گاہک یا دل کی چور آنکھیں
اے یار چشم بد دور ہیں تیری زور آنکھیں

وہ انتظار کش ہوں مانندِ نرگستاں
میرے مزار سے ہوں پیدا کرور آنکھیں

خوش چشم کیسے کیسے دیکھے پر ایک کی بھی
دیکھیں ہوں ایسی آنکھیں تو ہوویں کور آنکھیں

جس سے دو چار ہو گئیں دل اُس کا لے ہی چھوڑا
ہوتی کہاں ہیں پیارے ایسی لگور آنکھیں

تیغِ نگاہ تیری غیر دل پہ چلتے دیکھی
کیوں کر نہ ہوں لہو میں پھر شور بور آنکھیں

جامِ شراب جس دم پہنچا ترے لبوں تک
مے خانہ جہاں میں ماریں گی شور آنکھیں

—

آئی شبِ جدائی مانندِ شمع جوشش
روتے ہی روتے اِس شب کر دیں گی بھور آنکھیں

۳۵۵
۵

باتیں جو کچھ تھیں ننگ و ناموس کی ڈبوئیں
رو رو کے تو نے آخر آنکھیں بھی اپنی کھوئیں

دل میں جگر میں اپنی مژگاں کھبا کھبا کر
اُس چشمِ پُر فسوں نے کیا سوئیاں چبھوئیں

کب گل نے دیکھ تجھ کو پھاڑا نہیں گریباں
کب دھاڑ مار تجھ بن یاں بلبلیں نہ روئیں

تیرے خیال میں تا شب خواب آ نہ جائے
لہو کے آنسوؤں سے تا صبح آنکھیں دھوئیں

ٹک رحم سے نہ دیکھا ملے رحم نے ادھر کو — جوشش ہماری آنکھیں ہیں زار روئیں ہوئیں

۳۵۶

ہے ان دنوں شاید نظرِ یار پریشاں — دیکھے ہے سدا خواب یہ بیمار پریشاں

ہے دشمنِ جمعیتِ دل اپنے مری یہ دست — یہ لٹ ہی دستار یہ گفتار پریشاں

کس طرح پریشاں نہ رہے خاطرِ عشاق — رہتا ہے ترا طرۂ طرار پریشاں

کچھ خوبیِ گل میں ہے خلل بلبلو ورنہ — دیکھا نہیں کوئی ہو طرحدار پریشاں

دیکھا ہے تری زلفِ پریشاں کو جسے — جو آہ نکلتی ہے مری بار پریشاں

جمعیتِ کونین ہے اس وقت میں جوشش — جس بزم میں آ جمع ہوں دو چار پریشاں

۳۵۷

کیا بات ترے حسن کی اے افتخارِ حسن — رشکِ بہارِ لالہ و گل ہے بہارِ حسن

میری طرف سے حسن کے دل میں غبار تھا — یہ خط نہ ہو نمود ہوا ہے غبارِ حسن

محروم دیدِ یار رہوں میں سیاہ بخت — زلفِ سیہ ہمیشہ رہی ہم کنارِ حسن

جوں گل بہارِ حسن کو دیکھی عارضی تجھے — مغرورِ حسن پر نہ ہو کیا اعتبارِ حسن

ذرّہ نہ ہوئیں چرخ پہ گردش میں تجھ کو دیکھ — کرتے ہیں مہر و ماہ یہ گوہر نثارِ حسن

یہ دھوم اس کے حسن کی آفاق میں نہ ہو — جوشش کا دل نہ ہو اگر آئینہ دارِ حسن

۳۵۸

عشق ہستی سوز آ جا بھی کہیں — آگ رہی دل میں لگا جا بھی کہیں

مجھ کو اے ساقی خودی کا ہے خمار — بے خودی کی مے پلا جا بھی کہیں

سرگزشت اپنی جو ہم کہنے لگے — وہ جھڑک کر بول اٹھا جا بھی کہیں

دل کو بے تابی ہے جی کو بے کلی — یار ٹک گھر آ دکھا جا بھی کہیں

اس گھڑی ناصح خفا بیٹھا ہوں میں
کیوں بکاتا ہے بھلا جا بھی کہیں

جوشش حیرت زدہ ہے حد ملول ـــ
اشک اس کا منہ دھلا جا بھی کہیں

۲۵۹/۷

میرے پہلو میں تڑپتا ہی پڑا ان روزوں
دل نے اک شغل نکالا ہے نیا ان روزوں

آ بھی اے عہد شکن راہ ترے آنے کی
دل جدا دیکھے ہے اور دیدہ جدا ان روزوں

دوستی تیری مری یار نبھے گی کیوں کر
تو تو ہر بات میں مانے ہے برا ان روزوں

جان بری اپنی کسی طرح نظر آتی نہیں
ہم سے پھرتا ہے وہ خوں خوار خفا ان روزوں

صید دل دام میں زلفوں کے گرفتار ہوا
کیوں نہ ہو حال پریشان مرا ان روزوں

خوں مرا تو نے جو پامال کیا خوب کیا
تیرے پاؤں میں نہ تھا رنگ حنا ان روزوں

گلشن دہر میں جوں غنچۂ گل اے جوشش ـــ
ٹھہری ہے خون جگر اپنی غذا ان روزوں

۲۶۰/۴

شکوے نہ ہے کون کریں تجھ سے ہم بیاں تجھ بن
جو کچھ کہ ہم پہ گزرتی ہے مہرباں تجھ بن

کسی کی آنکھوں میں ہووے بہشت ہم کو کیا
ہماری بھاویں تو جلتا ہے یہ جہاں تجھ بن

ہوا ہے آہ ہی سوز فغاں ترے شیخ اشک ـــ
غرض میں کیا کہوں ہے کچھ عجب سماں تجھ بن

۱۶۱/۵

ہیں دل جگر ہمارے یہ ہمرہان دونوں
پہنچے ہیں آسماں پہ ہمراہ آہ دونوں

ہے بزم بے وفائی رونق پذیر ان سے
روشن رہیں یہ تیری چشم سیاہ دونوں

اے ترک چشم تیری خوں ریزی مژہ سے
بیٹھیں ہیں سر گنہگار و بے گناہ دونوں

بیمار دل کے ہم دم اک درد و غم تھے سو بھی
پھر عیادت آتے ہیں گاہ گاہ دونوں

کوئی زلف کو کہے زلف کاکل کو سمجھے کاکل
اپنی نظر میں تو ہیں مار سیاہ دونوں

غارت گر دل و جاں جب ہو سیاہ مژگاں
کیا گبر کیا مسلماں مانگیں پناہ دونوں

تنہا کٹے گی کیونکر لے سیل اشک تو
ہم دم دل و جگر تھے ہو گئے تباہ دونوں

کیا شیخ کیا برہمن ہیں پھیر میں دوئی کے
گم راہ ہو گئے ہیں بھولے ہیں راہ دونوں

گردش میں مہر و مہ نہیں اس شعلہ رو کے ڈر سے
یہ ڈھونڈتے پھرے ہیں جوشش پناہ دونوں

جب تک اس میں غم دنیا ہو یہ دل شاد نہ ہو
پھر جس گھر میں ہو وہ گھر کبھی آباد نہ ہو

کور وہ چشم نہ ہو جس کو تصور تیرا
مردہ وہ دل کہ سدا جس میں تری یاد نہ ہو

معرفت تجھ ہی سے وابستہ ہوا جذبۂ عشق
ہم کہیں کے نہ رہیں گر تری امداد نہ ہو

گلشن دہر میں سرسبز نہ ہووے ہرگز
سرو کی طرح یہ دل جب تلک آزاد نہ ہو

برہمن اس کو نہ سن وجد میں آجائے گا
نالۂ دل ہے یہ ناقوس کی فریاد نہ ہو

جان تک اس کی ہوا خواہی میں ان کو جوشش
پر یہی ڈر ہے کہ محنت مری برباد نہ ہو

اے رفوگر تو رفو کر کے پشیماں نہ ہو
یہ تو ہے چاک جگر چاک گریباں نہ ہو

لطف سمجھے نہ کبھی میری پریشانی کا
جو تری زلف کے مانند پریشاں نہ ہو

نہ گریباں ہے نہ داماں ہے اسے دست جنوں
عشق میں مجھ سا کوئی بے سر و ساماں نہ ہو

عید قرباں کی میسر نہ ہو اس کو شادی
تیغ ابرو پہ تری جو کوئی قرباں نہ ہو

ہم نے ٹھہرایا ہے وہ مذہب مشرب اپنا
جس سے آزردہ کوئی گبر و مسلماں نہ ہو

جلوۂ حق نہ نمایاں ہو کبھی اے جوشش
جلوہ فرما جو یہاں حضرت انساں نہ ہو

بے تری محفل کی ہوا ای یار سحر میں گر نہ ہو
شعلۂ شمع سحر کی طرح دل مضطر نہ ہو

ناقصوں کو صحبتِ کامل جو کامل کر نہ دے — قطرۂ نیساں صدف کے منہ میں جا گوہر نہ ہو
ٹک سمجھ اور بوجھ کر دل آگے ان کے جائیو — ہے نگاہِ تند تیز اس ترک کی خنجر نہ ہو
قاصد اُس سے اتنا ہی کہیو ہے قصہ مختصر — گر لکھوں لکھنے کو حالِ دل تو اک دفتر نہ ہو
اُس کو ہے عزمِ سفر باز شش شگون اچھا نہیں — چشم ناانصاف رہ جا ابھی کہیں ٹک تر نہ ہو
یار غیروں نے کیا مشہور عاشق گرت مجھے — میری کیا تقصیر ناحق غصہ بوجھ پر نہ ہو
بے کسی اک دن نہ اک دن کر ہی دے گی مہرباں — مہرباں نا مہرباں ہم پر بھلا بہتر ہو

۳۵۵
۱۱

پریشاں اے زلف ہر دم نہ ہو — سنانِ مژہ کی تو پرچم نہ ہو
طبیبو یہی آرزو ہے مجھے — سرِ داغ پر پائے مرہم نہ ہو
مرا حال درہم نہ ہو اس قدر — جو زلفِ سیہ اس کی برہم نہ ہو
جفا کار ہو تیری دولت زیاد — مرا آہ و نالہ کبھی کم نہ ہو
جلوں شمع ساں گرمیِ عشق سے — دمِ سرد میرا جو بے دم نہ ہو
وہی دم دمِ آخری ہو مرا — تری یاد بس صرف جو دم نہ ہو
صفا پر دوراں شعلہ رو مل چکا — کبھی آگ اور پانی باہم نہ ہو
لبوں پر ترے دانت تو ہے گر — ڈرو دل ہوں کہیں یہ شکر سم نہ ہو
سدا روبرو ہی وہ خورشید رو — کبھی خشک یہ دیدۂ نم نہ ہو
نہ سجدہ کرے کوئی محراب کو — قد اُس کا تواضع سے گر خم نہ ہو
غم اس کا جو ہو خانہ پرداز دل — تو جوشش کسی چیز کا غم نہ ہو

اگر بیتابیِ دل سے لکھوں کچھ اس کو مضطر ہو ۳۵۶/۵ تو آپ ہی اُڑ چلے نامہ نہ محتاجِ کبوتر ہو

ملال دہر کب روشن دلاں خاطر میں لاتے ہیں نہیں ممکن کہ خاکستر سے آئینہ مکدر ہو

جدائی میں اگر ہوں طالبِ جمعیّتِ خاطر تری زلفوں ہی کے مانند میرا حال ابتر ہو

ہزاروں کو وہ اک ہی بات میں یار و جلاتا ہے لبِ معجز بیاں کا اُس کے جو منکر ہو کافر ہو

وہی ہو مختلط اُس شعلہ رو کے ساتھ اے جوشش ـــ جو کوئی آتش کا پرکالہ ہو یا مثلِ سمندر ہو

اگر ایک دم تو ہم آغوش ہو ۳۵۷/۶ تو عیش میں دو عالم فراموش ہو

کرے دل بھی اے اشک عزمِ سفر اگر بارِ غم سے سبک دوش ہو

ترے آہ و نالے برائے عندلیب قیامت ہو گل کو اگر گوش ہو

جو ہو چار چشم اُس سیہ مست سے تو اے شیخ تو بھی قدح نوش ہو

ترے آہ و نالہ سے نالاں ہے خلق ـــ کہیں اب بھی جوشش تو خاموش ہو

یہ زیست طوفِ دل ہی میں یا رب تمام ہو ۳۵۸/۵ کافر ہوں گر ارادہ بیت الحرام ہو

وہ دن کہاں نصیب کہ دکھلائے یہ فلک تو مست ناز ہو مرے ہاتھوں میں جام ہو

اُس لب پہ فوجِ خط نے کیا اس طرح ہجوم شہد و شکر پہ مور کا جوں ازدحام ہو

بوسے کی آرزو میں ابھی جان دیجیے دینے سے جان کے بھی اگر اپنا کام ہو

اپنا تو اس زمین میں مقدور ہی نہیں ـــ جوشش تجھی سے ایسی غزل انصرام ہو

اس تشنہ کے جو قتل کا اُس کو ارادہ ہو ۳۵۹/۶ تو آب اُس کی تیغ کی یارب زیادہ ہو

ہے خط کا اُس کے چہرۂ گل رنگ پہ یہ رنگ لیلیٰ کا خیمہ باغ میں جوں ایستادہ ہو

کیفیت اُس کے ساغرِ لب کی ملی جسے — ساقی سے پھر وہ نہ طلبگارِ بادہ ہو

اے شیخ گوزہ پشت قوی ہیں تو جوں کماں — مت چلے کھینچ کھینچ کے مثلِ کبادہ ہو

اُس سادہ رو کے آگے یہ امکان ہی نہیں — سرسبز ماہ و آئینہ کا روئے سادہ ہو

ہر چند صرف کیجیے اس پر دمِ مسیح — یہ دردِ دل تو وہ ہے کہ ہر دم زیادہ ہو

جوشش گر آرزوے قدم بوسِ یار ہے — پامالِ راہِ عشق میں تو مثلِ جادہ ہو

۳۱۰/۷

بہ جائے خار تمام اس میں غنچہ و گل ہو — جو شاخِ گل کی نہ آرامگاہِ بلبل ہو

رہیں سکتے ہی تیغِ نگاہ کے زخمی — اگر نہ یاد اُسے شیوۂ تغافل ہو

اگر زوال نہ ہوئے کمالِ اہلِ کمال — تو کیوں ترقی یہ موجبِ تنزل ہو

حوادثاتِ زمانہ کی تاب لائے وہی — مری طرح جو کوئی صاحبِ تحمل ہو

رہی ہمیشہ دلِ آزاد کی ہے استغنا — کہ سر سے دور نہ یہ سایۂ توکل ہو

ہمارے شعر کو سن کر سکوت خوب نہیں — بیان کیجیے اس میں جو کچھ تامل ہو

اسیرِ دامِ قفس چھوٹتے ہیں اے جوشش — نہ چھوٹ سکے جو گرفتارِ زلف و کاکل ہو

۳۱۱/۵

گو کہ عیشِ ابد میسر ہو — کب خوش آئے جو دل مکدر ہو

اے فلک کب تلک یہ خوف رجا — ہو چکے بھی جو کچھ مقدر ہو

اسے مل کھائیے پھرئے جو کوئی قتا — اپنا ہم چشم اور ہمسر ہو

ہم سے بندوں کو صاف کہہ بیٹھے — جی میں جو کچھ غریب پرور ہو

اور کچھ چاہتا نہیں جوشش — جبہہ سائی ہو اور ترا در ہو

راغب نہ ہو طبیعت گر حور رو بہ رو ہو ۳۲/۶ اپنی یہ آرزو ہو دنیا ہو اور تو ہو

گر آرزو ہے دل میں اتنی ہی آرزو ہو تاراج بے نیازی اقلیم آرزو ہو

راہ طلب میں اس کی واماندگی کہاں تک اے پائے سعی کاہل سرگرم جستجو ہو

بے رشتۂ نگہ ہے بے سوزن مژہ ہے چاک جگر ہمارا کس طرح سے رفو ہو

شمع حرم کا طالب اے بت میں کس طرح ہوں میرے کنشت دل میں جب جلوہ ہائے تو ہو

عریانی پہ ہماری بہت طعنہ زن ہو زاہد یہ دلق وہ نہیں جو محتاج شست و شو ہو

جوشش بہار ہستی اک آن میں خزاں ہے — جوں گل نہ اس چمن میں پابند رنگ و بو ہو

جبہہ سائی ہو تیرے در کی نہ یہ دل سیر ہو ۲۴۴/۵ محو پیشانی سے اس کی گو خط تقدیر ہو

وہ صفا چہرے میں تیری ہے کہ اے آئینہ رو دیکھتے ہی تجھ کو گویا طوطی تصویر ہو

کس طرح اس کی جگہ ہو دل میں تیرے سنگ دل جس کا نالہ بے اثر ہو آہ بے تاثیر ہو

پوچھتا اس ناتواں سے حال کیا حاصل تجھے قدرت تقریر ہو نے طاقت تحریر ہو

وہ تو آتا ہی نہیں گور غریباں کی طرف — ورنہ اے جوشش ہماری خاک دامن گیر ہو

آئے ہے یار دیکھیے کیا ہو ۲۳/۵ ہے ستمگار دیکھیے کیا ہو

اول عشق میں تو ہے یہ حال آخر کار دیکھیے کیا ہو

دل جگر جان سے چلا تو ہوں اس کو درکار دیکھیے کیا ہو

بڑھتا جاتا ہے عشق کا آزار اے دل آزار دیکھیے کیا ہو

اس کے بیمار چشم کا جوشش غم ہے غم خوار دیکھیے کیا ہو

۳۹۵/۷

ہے آرزو بغل میں وہ مست شراب ہو — ساقی ہو اور بہار ہو چنگ و رباب ہو
جس وقت بے حجاب وہ پی کر شراب ہو — بے تاب دیکھتے ہی اسے آفتاب ہو
سیراب خضر آب بقا سے ہوا تو کیا — ممکن نہیں کہ لب سے ترے کامیاب ہو
حاصل ہوئی ہے عشق میں اپنے گدازگی — دل بہ چلا ہے عشق کے ہم راہ آب ہو
آتا ہے آج یار مرا برسر غضب — آجائے اس کے سامنے اب جس کو تاب ہو
آئے ہے یاد روے عرق ناک گل رخاں — ابر مژہ سے کیوں نہ ترشح گلاب ہو
جوشش بہاد بام و دیوار و در تلک — اس چشم اشک بار کا خانہ خراب ہو

۳۹۶/۱۳

میں نے یہ پوچھا خوش مرے آنے سے ہو — بولے اٹھا میاں تم تو دیوانے سے ہو
کام جو کرتی ہے تیری چشم مست — نے وہ شیشے سے نہ پیمانے سے ہو
عشق مرنے کو ابھی مرجائیے — تجھ سے چھٹکارا جو مرجانے سے ہو
کیوں پڑی ہے زلف کے دل میں گرہ — کھولے اس عقدے کو یہ شانے سے ہو
یاد زلفوں کی تصور چشم کا — مجھ ہی سے دیوانے مستانے سے ہو
قمری و بلبل بھی عاشق ہیں مگر — آگ میں کودے نہ پروانے سے ہو
آشنائی آشنا تجھ سے کرے — یہ نہ اپنے سے نہ بیگانے سے ہو
مے کدے میں ہم کو دیکھا ہے کبھی — شیخ صاحب جانے پہچانے سے ہو
جلوہ گر اس میں پری رخسار ہیں — کس طرح دل کم پری خانے سے ہو
دل نے حاصل کی ہے یہ پژمردگی — گل کا جو احوال مرجھانے سے ہو

دل کی دولت منزلِ جاناں ملی
کعبے کو ہم پہنچے بت خانے سے ہو

رات دن سرگشتہ ہوں جوں گرد باد
کیوں نہ الفت مجھ کو ویرانے سے ہو

خال با خط دیوے ہے کوشش فریب
صید دل نے دام نے دانے سے ہو

اور کچھ ہو یا نہ ہو یہ کام ہو
وہ بغل میں میری صبح و شام ہو

قاصد اشک اتنی سرگرمی تو کر
میرے اس کے نامہ و پیغام ہو

پھونک اے چشم فسوں گر وہ فسوں
جس سے اس بیمار کو آرام ہو

زلف اور رخ کی پرستش شرط ہے
کفر ہو اے شیخ یا اسلام ہو

وحشی دشت جنوں اے زلف یار
کیوں نہ ہو پابند جب یہ دام ہو

دم نہ مارے برق اس کے روبرو
گر علم وہ تیغ خوں آشام ہو

گر لبیں کوشش سے یہ شیریں لباں
شہد و شکر تلخی دشنام ہو

چاہیے بہتیرا کوئی پر کیا ہو
ہو وہی جو رضائے مولیٰ ہو

مہر و مہ اس کی آنکھ پر نہ چڑھے
اک نظر جس نے تجھ کو دیکھا ہو

... غیر کی سامنے کر دی
یا الٰہی کہیں بھی ایسا ہو

کیا تماشا ہو اے نسیم سحر
غنچۂ دل مرا اگر وا ہو

عشق میں جب ہم ہوئے رسوا
اس طرح سے نہ کوئی رسوا ہو

اس کی زنجیر زلف کو کوشش
جو کوئی دیکھے اس کو سودا ہو

مسکرانے پر ترے دیکھے جو حیران غنچے کو
گل دکھائے چاک کر اپنا گریبان غنچے کو

کب رہے گا دامنِ گل میں زرِ گل بلبلو — دیکھتا ہوں صورتِ دستِ گریباں غنچے کو
شمع کی لو جان بکر باری ہے تند دامنِ صبا — کیوں چھپا لیتا نہیں گل زیرِ داماں غنچے کو
جب چمن میں منہ کرو گے تیرا لب ہنسنے لگا — تابِ دل ہر گل کو دیکھا اور خنداں غنچے کو
باغ میں لے یار گوش و گوشوارہ کو دکھا — کیوں خجل کرتا ہے گل کو اور پشیماں غنچے کو
ہے تجھے جمعیتِ خاطر سے شاید دشمنی — جو کیا تو نے صبا یوں گل پریشاں غنچے کو
حرف آ جائے گا جوشش تجھ پہ مت تشبیہ دے — گل رخوں کے منہ سے کیا نسبت ہے ناداں غنچے کو

۳۸۰

آگ دے دو جہاں کے حاصل کو — پاک کر عشقِ غیر میں دل کو
چل نہیں سکتے مثلِ نقشِ قدم — دور سے دیکھتے ہیں منزل کو
تا نہ ہوئے گزارِ حرص و ہوا — بند کر چھوڑیے درِ دل کو
جذبۂ عشق کھینچ لاتا ہے — در تلک تیرے ہم سے کاہل کو
گر تجھے دیکھنا ہو صورتِ حق — دل سے دھو ڈال نقشِ باطل کو
بے کسی سے ... ہی گلہ ہے مجھے — تھام لیتی ہے دستِ قاتل کو
فکرِ دنیا کہاں تلک جوشش — دور کر اس خیالِ باطل کو

۳۸۱

بے تابیٔ ہوا سا تھا دلِ بیقرار کو — جنبش میں لائیے رگِ سنگِ مزار کو
ساقی ترے لبوں پہ نظر پڑ گئی مری — کس طرح منہ لگاؤں مے خوش گوار کو
رہنے دے کوئے یار میں تا پائمال ہو — اے اشک مت بہا مری مشتِ غبار کو
داماں ترا ہوئے گا آلودہ گرد سے — پامال کیوں کرے ہے تو اس خاکسار کو

جوشش شب فراق میں در بستر بنک ہے — معمور دیکھتا ہوں میں جیب و کنار کو

چھوڑ دے مار لات دنیا کو — کچھ نہیں ہے ثبات دنیا کو

ہاتھ آئی ہے جس کے دولت فقر — اُن نے ماری ہے لات دنیا کو

زال دنیا ہی سا وہی بد ذات — جو کہے نیک ذات دنیا کو

دام الفت میں سب کو کھینچے ہی — آ گئی ہے یہ گھات دنیا کو

پشت پا مارے مسند جم پر — جو لگائے نہ ہاتھ دنیا کو

ہے میسر دم بہ دم دیدار یار آئینے کو — جی میں آتا ہے کروں میں سنگسار آئینے کو

اپنی صورت پر نہ عاشق آپ ہو جائیں کہیں — بے طرح وہ دیکھتا ہے بار بار آئینے کو

خاکساری ہی جلا ہے خاطر روشن دلاں — جس طرح سے صاف کرتا ہے غبار آئینے کو

کون سی خوبی تھی اس میں یار غیر از سادگی — عکس نے تیرے دیا رنگ بہار آئینے کو

ننگ آرایش سے تجھ کو کیوں نہ ہووے سادہ رو — زیب دیتا ہے کوئی نقش و نگار آئینے کو

بوالہوس کا ہو گیا منہ زرد خوف جان سے — جس گھڑی وہ ترک نکلا سج کے چار آئینے کو

ذکر کیا اُس سے ہم آغوشی کا جوشش جو کبھی — عکس سے اپنے نہ دیکھے ہم کنار آئینے کو

یوں پاس بٹھانے کو بٹھا یار کسی کو — پر دل میں جگہ دیجو نہ زنہار کسی کو

خنجر ہے مژہ تیر نگہ تیغ ہے ابرو — جیتا کوئی چھوڑیں ہیں یہ ہتھیار کسی کو

حیرانی یہ آئینے کے آئے ہے مجھے رحم — اللہ نہ دے حسرت دیدار کسی کو

سو طرح کے محبوب ہیں اس دہر میں لیکن — دیکھا نہیں میں تجھ سا طرحدار کسی کو

نکلا جو ہے دل بیچنے گھبرا کے اے جوشش — ٹھہرا ابھی ہے اس کا خریدار کسی کو
کیا سر سبز رونے نے مرے دشت بیاباں کو — بنایا آبلہ پائی نے گل خار مغیلاں کو
گریباں چاک کرنے کا ہمیں جس دم خیال آیا — نکالا ڈھونڈ کر دامن ہی سے اپنے گریباں کو
ابھی ہو جائے اس دوران کو دوران سر پیدا — اگر ٹک دیکھے جامہ زیب تیری دور داماں کو
پریشانوں کو تیرے ہو گئی جمعیت خاطر — نظر بھر جس گھڑی دیکھا تری زلف پریشاں کو
لگا لوں کس طرح سینے سے ہو گا جان کا سودا — میں اپنے دل سے بہتر جانتا ہوں اُس کے پیکاں کو
بت بے رحم ہو گا مہرباں یہ جان کر ہم نے — نیاز اس کی کیا تھا جان و دل کو دین ایماں کو
نہ لائے تاب ملے جوشش ابھی بے تاب ہو جائے — اگر خورشید بھی دیکھے ہماری ماہ تاباں کو

ادھر زنداں کی الفت کھینچتی ہے اس دوانے کو
ادھر وحشت کھڑی رہتی ہے نت سر پر بلانے کو
جدھر دیکھوں ہوں میں یارب ادھر ہے اپنی ہی صورت
نگہ سنگ حوادث سے رکھ اس آئینہ خانے کو
مے گل رنگ غنچوں کی صراحی میں بھرے بلبل
بہار آئی ہے گلشن میں بھلا کس کے پلانے کو
جگر دل سینہ و سر ان میں سے جس کو مقرر کر
ابھی چو رنگ بہتر ہیں تری تیغ آزمانے کو
سخن کو اپنے دل میں کیوں نہاں رکھتا ہے اے جوشش

صدف میں رہنے دیتا ہے کوئی موتی کے دانے کو

پیری میں بھلا ڈھونڈیے کیا بخت جواں کو ۳ اب قطع محبت ہی ہوئی جسم سے جاں کو
موقوف کر اس بزم میں یہ چرب زبانی اے شمع تو کٹوائے ہے کیوں اپنی زباں کو
بے نام و نشانی ہی بڑا نام و نشاں ہے کیا نام و نشاں چاہیے بے نام و نشاں کو
اس منزل ہستی میں ٹھہرتا نہیں کوئی کیا جانے کہ یہ قافلہ جاتا ہے کہاں کو
انساں تو ہے صورت حق کعبے میں کیا ہے اے شیخ بھلا کیوں نہ کروں سجدے بتاں کو
جوشش گل مضمون چمن طبع کا تیرے — دیکھے نہ کبھی تا بہ ابد روئے خزاں کو

قاتل ذرا تو کہہ دے یہ تیغ نگاہ کو ۳ پہنچا دے اپنی داد کو اس دادخواہ کو
روشن دلوں کے گر نہیں در بے سینہ لال گردش میں کیوں رکھے ہے فلک مہر و ماہ کو
آنکھیں پر اشک آہ بہ لب رنگ زرد ہے کس طرح سے چھپائیے اس دل کی چاہ کو
زاہد نہ رہنے پائیں گے آباد میکدے جب تک نہ ڈھائیے گا تری خانقاہ کو
یارب جو دی ہے الفت گل بلبلوں کے تئیں رنگ اثر سے دور نہ رکھ ان کی آہ کو
زاہد تجھے غرور مجھے خوف باز پرس پہنچے نہ بندگی تری میرے گناہ کو
جوشش سلے ہے دست تاسف کرے ہے غم — دیکھے ہے جو کوئی میرے حال تباہ کو

دیکھتے ہی اس رخ پر نور کو ۹/۳/۵ بھول گئی اپنی تجلی طور کو
میرے داغ دل پہ رکھ گر اے طبیب کیوں جلایا مرہم کافور کو
جب کہوں احوال دل کہتا ہے یار دور کر اس قصہ مشہور کو

جب سے دیکھی ہے تری زلفِ سیاہ — دوست یہ کہتا ہوں شبِ دیجور کو
دیدۂ گریاں نے جوششِ ہجر میں — دی خجالت دیدۂ ناسور کو

۲۴۰/۱۰
ناصح نہ نصیحت کر شیدائے محبت کو — رسوائی سے کیا ڈر ہے رسوائے محبت کو
ساقی بھی دھڑکا ہے چھیڑ سی تری باتیں — آسیب نہ پہنچائیں مینائے محبت کو
لازم ہے کنارہ تو ہر بحر کو یاں لیکن — ساحل نہ دیا حق نے دریائے محبت کو
پھرتا ہی رہا جب تک تھا قیس میں دم باقی — طے کر نہ سکا لیکن صحرائے محبت کو
حاضر ہے دلِ سوزاں میرا اسے آ دیکھے — دیکھا ہی کوئی چاہے گر جائے محبت کو
جوشش نہ خریدا کچھ اس عشق کی دکاں سے — سر دے کے کیا ہم نے سودائے محبت کو

۲۴۱/۷
روتے ہیں اس کی یاد میں ہم اپنے بخت کو — داماں میں لیے جگرِ لخت لخت کو
نالاں ہے خلق سختیِ دوراں سے دیکھیو — مت اختیار کیجیو وضعِ کرخت کو
میں پھل رہا ہوں داغوں سے مت قتل کر مجھے — میاں کاٹتا نہیں کوئی پھلتے درخت کو
آہن کو آہِ گرم ہماری کرے گداز — نالہ ہمارا نرم کرے سنگِ سخت کو
یہ تخت و تاج تیرا مبارک تجھے شہا — میں کیا کروں گا لے کے ترے تاج و تخت کو
دیکھا ہے جلوہ کون سے رنگیں لباس کا — گلشن میں گل نے آگ جو دی اپنی رخت کو
جوشش کبھی نہ ہوئے گا بیدار خواب سے — یہ خوب آزما چکے ہیں اپنے بخت کو

۲۴۲/۵
جا کر کوئی سمجھا دے ٹک اس عہد شکن کو — تازہ نہ کرے آ کے سرِ نو داغِ کہن کو
ناداں ہیں جو غنچہ دہن کہتے ہیں اس کو — غنچے سے تو نسبت ہی نہیں اس کے دہن کو

میرے دل پر داغ کا آ دیکھ تماشا
بو مشک کی اس زلف سے کس طرح نہ آئے

اس بزم میں خاموش ہی رہ لوں ہیں جوشش —
بنا ہی چھوڑیں ہیں آخر وہ جام جم دل کو ۳۱۴۳
وہی خیال ہیں ہر دم رہا کرے لیکن
کرم کیا ہے تو اے بے خودی یہ لازم ہے
بہت کٹھن ہے رہ عشق جی دھڑکتا ہے
چلا ہی جائے ہے اُس کی طرف نہیں تھمتا —

بس تجلی کر تو جیسے بارش نیسانی کو ۳۸۴/۶
عارض یار پہ خط یوں ہے کہ جس طرح کوئی
دل سوزاں سے کنارہ ہی کرائے طفل سبک سر
بے سر سامان ازل سخت خجل ہوتا ہے
یہ گھر سے روتے ہوئے حیران و پریشاں تک ہے
لب پہ اُس کے نہ ہو خیال سیاہی جوشش —

تکلیف کا دیتا ہے نہ دو مجھ خراب کو ۳۸۵/۱۰
خوان فلک پہ کون رہے چشم دوختہ
کشت امید اہل ہوس خاک سبز ہو

جی چاہتا ہو یار اگر سیر چمن کو
وہ دام میں رکھتے ہیں صد آہوے ختن کو
آ و بزہ ہر گوش بنا کر در سخن کو
سلتے رہتے ہیں جو لوگ دم بہ دم دل کو
تعلقات سے فرصت ملے ہے کم دل کو
دکھا ہی چھوڑ کے ہستی سے تا عدم دل کو
الٰہی چھوڑ نہ جائیں یہ درد و غم دل کو
ہزار رکھتے ہیں اب تھام تھام ہم دل کو

چشم موقوف ہی کر اس گہر افشانی کو
ورق گل پہ لکھے آیت قرآنی کو
آگ سے ربط کسی طرح نہ ہو پانی کو
عشق میں دیکھ مری بے سر و سامانی کو
اشک دھو ڈال کبھی میرے خط پیشانی کو
حبشی گنج گہر پر ہے نگہبانی کو

یک ساں سمجھ چکا ہوں عذاب و ثواب کو
یک کاسہ شیر گو کہ ملا ماہتاب کو
یہ تشنہ لب سمجھتے ہیں دریا سراب کو

میرے دل و جگر کو تو نے کر جلا دیا
اس طرح بھونتا ہے کوئی بھی کباب کو

آگاہ جو ہیں رتبۂ سوز و گداز سے
ہم چشم داغ دل نہ کہیں آفتاب کو

کل بزم میں خط لب جاناں نے مے کشاں
منسوخ ہی کیا خط جام شراب کو

سرخوش ہیں اپنے نالہ و آہ و فغاں سے ہم
مطرب نہ چھیڑ بربط و چنگ و رباب کو

بحثوں میں اس سے یہ لب و لہجہ کہاں مجھے
کافی ہے خامشی ہی سوال و جواب کو

ساقی کدھر مزاج ہے تیرا شراب دے
مت کر خیال پنبۂ مینا سحاب کو

جوشش یہاں تو طاقت دیدار طاق ہے
گو آگ دیوے حسن کا شعلہ نقاب کو

۳۶/۱۱

چمن میں مکدر نہ رکھ باغباں کو
جلا آتش گل مری آشیاں کو

رہے کیوں نہ سایے میں ابرو کی مژگاں
اسی تیر سے ربط ہے اس کماں کو

لیا جی ہی فرہاد کا تو نے شیریں
غرض آفریں ہے تری امتحاں کو

اٹھا کر کے آنکھ اس کی آنکھوں کو دیکھے
کہاں طاقت اتنی ہے اس ناتواں کو

تری تیغ آدھی لہو سے بھری ہے
کیا قتل تو نے کسی نیم جاں کو

تپش دل کی چہرے سے اس کے عیاں ہے
دکھاؤں جسے اپنے داغ نہاں کو

بھری ہے تری آگ ہر استخواں میں
ہما چھیڑیو مت مرے استخواں کو

میاں کتنے بے صرفہ ہوتے ہیں عاشق
ترا سود سمجھے ہیں اپنے زیاں کو

ستانا ہی بے دست و پاؤں کو ناحق
ترا سر پھرا ہے کہو آسماں کو

نہ مجنوں نہ فرہاد ہوں میں و لیکن
سنو دوستاں ٹک مری داستاں کو

چلے جاتے ہیں چھوڑ کے جوشش کو تنہا — خدا جانے کیا ہو گیا ہمرہاں کو

۳۴۷

کیا عشق نے نیست نابود ہم کو — کوئی سمجھے کیا خاک موجود ہم کو
نہ مرنے کا ڈر ہے نہ جینے کی خواہش — مساوات ہے بود نابود ہم کو
سفیرِ دلِ دردپرور کے آگے — خوش آتا ہے کب لحنِ داؤد ہم کو
نہ بندی کہائیں گے اس بندگی سے — مگر عبد سمجھے وہ معبود ہم کو
کہاں تک کریں شکرِ احسان اس کا — رکھے ہے وہ ہر حال خوشنود ہم کو
جلو میں چلی فوج درد و الم کی — ہوئی عاشقی ہیں یہ بہبود ہم کو
جہاں مل گیا کوئی ہمدرد جوشش — ہوا اور بھی درد افزود ہم کو

۳۴۸

ہے جب سے شوقِ آئینہ اس خوش نگاہ کو — دیکھوں ہوں ہم کنار سدا مہر و ماہ کو
اے آفتاب تو نے منور کیا جہاں — بخشی نہ روشنی مرے روزِ سیاہ کو
غنچوں نے پھینکی اپنی کلہ بر سر ہوا — گلشن میں دیکھتے ہی مرے کج کلاہ کو
مانگے ہے داد سب سے جو تیغِ نگہ تری — مارا ہے شاید آج کسی دادخواہ کو
جوشش امیدِ عفو ہمیں کس طرح نہ ہو — رحمت کی یاد نے تو بھلایا گناہ کو

۳۴۹

نہ دشت ہی میں رکھے ہے نہ کوہ پر مجھ کو — لیے پھرے ہے یہ وحشت کدھر کدھر مجھ کو
کہیں نکل گئے گھبرا کے کثرتِ غم سے — دل و جگر کی تو ملتی نہیں خبر مجھ کو
نہ ہوگی صبح قیامت کو جیب سے اپنے — جو دشمنی ہے گریباں سے ہر سحر مجھ کو
اگرچہ خاک ہوا بس یہ گردشِ طالع — لیے ہی پھرتی ہے ہر آن دربدر مجھ کو

نہ تڑپے لاش مری بعد قتل اے قاتل — جو دیکھنے دے منہ اپنا تو پھر نظر مجھ کو
کسی کے آگے مرا سر جھکا جھکا نہ جھکا — جہاں میں خوش نہیں آتا یہ درد سر مجھ کو
تمام عمر پھرا ہی کیا میں اے جوشش — لیے پھری مری قسمت جدھر جدھر مجھ کو

۳۹۰
سمجھائے کوئی ہزار مجھ کو — ہے یار نہیں قرار مجھ کو
جب تک نہ ہو سامنے وہ گل رو — بھائے نہ کوئی بہار مجھ کو
کب تک میں رہوں کھلا تڑپتا — اے تیغ نگاہ مار مجھ کو
اس سبزۂ خط کو کیوں منڈایا — ہے تجھ سے یہی غبار مجھ کو
بے تاب یہ دل جو ہے بغل میں — نت رکھے ہے بے قرار مجھ کو
ہیں اس کے تو بے شمار عاشق — کرتا ہے وہ کب شمار مجھ کو
دیتی ہے پلا شراب جوشش — یہ توبہ شکن بہار مجھ کو

۳۹۱
کیوں نہ ہو بار تری بزم میں جاناں مجھ کو — اشک سوزاں نے کیا سرو چراغاں مجھ کو
شیخ کیا روز قیامت سے ڈراتا ہے مجھے — صبح محشر ہے مرا چاک گریباں مجھ کو
دشمنی ہے جو اٹھے آبلہ پائی سے مری — دوست رکھتا ہے مگر خار بیاباں مجھ کو
یار کی گردش داماں کا دیوانہ ہوں — تجھ سے کیا خوف ہے اے گردش دوراں مجھ کو
سایۂ کوہ جنوں سر پہ سلامت ہی رہے — تجھ سے الفت ہوئی ہر گوشۂ زنداں مجھ کو
مار ڈالے ہے چھیڑ کے یوں نہ ظالم لیکن — جان دیتا ہے ترا عشوۂ پنہاں مجھ کو

۳۹۲
قتل کرتا ہے تو اگر مجھ کو — دیکھ لینے دے اک نظر مجھ کو

بیکسی تو بھی ٹل گئی آخر
اُس کے کوچے میں چھوڑ کر مجھ کو

کیا بلا ہے یہ حرص خانہ خراب
لیے پھرتی ہے در بہ در مجھ کو

بے ہنر جانتا ہوں اپنے تئیں
ایک آتا ہے یہ ہنر مجھ کو

عشق میں عمر جلد رو کے سوا
نہ ملا کوئی ہمسفر مجھ کو

جب سے اُس شعلہ رو کو دیکھا ہے
بے قراری ہے جوں شرر مجھ کو

کام رونے ہی سے ہے اے جوشش —
شام سے ہے یہی تا سحر مجھ کو

۱۴۳/۲

توانائی تو کرتی ہے جدا آغوش سے مجھ کو
کرامت دیکھو اے ناتوانی دوش سے مجھ کو

رقیبو کیا کہوں اس کو سخن سمجھے نہیں ورنہ
سخن کی طرح ہوتا ربط اس کے گوش سے مجھ کو

کبھی پہنچا نہ حرفِ مدّعا کانوں تلک اُس کے
شکایت ہے تو یہ ہے اس لبِ خاموش سے مجھ کو

میں اپنے نالہ و آہ و فغاں سے آپ ناخوش ہوں
رکھا محروم اس کی بزمِ ناؤ نوش سے مجھ کو

ترا تو دین و ایماں ہے گلہ مستوں کا اے زاہد
ارادت کس طرح ہو تجھ سے خرقہ پوش سے مجھ کو

نہیں رونا ہی جو ظاہر ہیں وہ باطن میں گریاں ہے
یہ عقدہ کھل گیا ہے دیدۂ سرپوش سے مجھ کو

دل و دیں مفت اُس غارت گرِ ایماں کو دیوے گا
توقع یہ نہ تھی جوشش کے عقل و ہوش سے مجھ کو

۱۴۴/۱۰

نہ اٹھاتا اپنے در سے وہ سمجھ کے زشت مجھ کو
جو سجھاتی جبہہ سا کر مری سرنوشت مجھ کو

ابھی ہفت و ہشت کبھی جو بہشت رو بہ رو ہے
ترے کوچے میں پڑا ہوں یہی ہے بہشت مجھ کو

اُسے کہہ سناؤں رو رو جو ہے سرگزشت بیجا
یہی سوچ ہے ولیکن کہ اُٹھے نہ ہشت مجھ کو

رخِ لالہ گوں کا مجنوں خطِ سبز کا ہوں مفتوں
نہ بہارِ باغ بھائے نہ کنارِ کشت مجھ کو

مجھے پیرِ مے کدہ نے دیا جام بے خودی کا — نہ خبر حرم کی ہے نے خبر کنشت مجھ کو

نہ ہے حور سے مناسبت نہ مناسبت پری سے — نظر آئی سب سے باہر تری تو سرشت مجھ کو

جو خیال و خواب میں بھی نہ وہ ہم کنار ہووے — تو سرھانے بالش پر ہو بجائے خشت مجھ کو

ترے کوچے میں ملے ہے مرے دل کو چین حبیبا — نہ ملے گی ایسی جاگہہ کہیں اک بہشت مجھ کو

لبِ گور تک رہے گی مری ساتھ زالِ دنیا — نہیں چھوڑنے کی جوشش کبھی یہ پلشت مجھ کو

۴۰۵

اُٹھ گئے یاں سے اپنے ہم دم تو — ہاتھ ملتے ہی رہ گئے ہم تو

یار آیا ہے دیکھ لوں اس کو — اے اجل دم لے تو کوئی دم تو

مونسِ تازہ ہیں یہ درد و الم — مدتوں کا رفیق ہے غم تو

اپنا عاشق نہ جان تو مجھ کو — اس کو جانے ہے ایک عالم تو

بے حلاوت نہیں خطِ لبِ یار — فی الحقیقت شکر ہے یہ سم تو

دل بھی بہہ جائے گا ترے ہم راہ — کاروانِ سرشک ٹک تھم تو

کیوں رکھوں داغِ دل برائے جوشش — داغ کو یہ کرے ہے مرہم تو

۴۰۶

ذرا میرے دل کو جلا دیجیے تو — یہ جلتا ہے کیوں کر بھلا دیکھیے تو

ارم کی تو کیا بات ہے شیخ صاحب — پر اُس کی گلی کو بھی جا دیکھیے تو

رہِ عشق میں تو بہت آفتیں ہیں — دکھائے ہے کیا کیا خدا دیکھیے تو

یہ پھوڑا ہے پکا ہوا مدتوں کا — ٹک اک ہاتھ دل کو لگا دیکھیے تو

میں ہوں یارِ شاطر کہ ہوں بارِ خاطر — مجھے پاس اپنے بٹھا دیکھیے تو

مہ و مہر کی بھی جھپکتی ہیں آنکھیں — نقاب اپنے منہ سے اُٹھا دیکھیے تو
جدائی نے کیا حال اس کا کیا ہے — ٹک اک اپنے جوشش کو آ دیکھیے تو

مت تصور شمع کو اے مہ وشاں سے حسن کرو — یہ بھی عاشق ہے اسے مت داخلِ مجلس کرو
کہتے ہو گر وصف میں اُس کے مخمس شاعرو — مصرعِ قد کو اسی کے مصرعِ خامس کرو
مر گیا ہوں میں تصور میں کسی خوش چشم کے — نصب تربت پر مری یارو نے نرگس کرو
تم کو اے اکسیر ساز کیا گدازِ دل سے کام — یا کرو سیماب کشتہ یا گدازِ مس کرو
شیخ صاحب ہے اگر مستی و شورش کا خیال — سیر ٹک تم مثنوی کا دفترِ سادس کرو

کیسے کیسے خوب رو آتے ہیں میری روبرو — دیکھتا ہوں کب میں ان کی طرف تیرِ دروبرو
کیا تماشا ہو کہ اے لیلیٰ وشاں گلزار میں — بیہ مجنوں بیٹھے بالوں کو بکھیرے روبرو
لو ہو آنکھوں میں اُتری کس طرح یہ بوالہوس — تیرے کوچے میں کریں جب سو بھیری روبرو
مہر تابندہ کو دکھلائے فلک روزِ سیاہ — گر نہ آئے تیرے مجرے کو سویری روبرو
مجھ کو آتے ہیں نظر کتنے ہوئے دو چار منہ — پھرتے ہیں اغیار جوشش اُس کو گھیری روبرو

کہاں صورتِ کمان کی اور کہاں تیری میاں ابرو — عجب کج فہم ہیں جو تجھ کو سمجھے ہیں کماں ابرو
بغیر از مرگ چھٹکارا نظر آتا نہیں مجھ کو — لیے جاتی ہیں دل آنکھیں طلب کرتی ہیں جاں ابرو
ہلال ابر سیہ میں جس طرح چھپ جائے گر دیکھو — ہوئی ہے آج اس کے بکھرے بالوں میں نہاں ابرو
فلک یہ دشمنی رکھتا نہ اس کے دوستدار دل سے — جو رشکِ کہکشاں ہوتی نہ تیری زرفشاں ابرو
نہ رکھتے دوست اپنا ترک چشم مہ وشاں اس کو — اگر ہوتی نہ جوشش رشکِ تیغ دو زباں ابرو

۱۴۱ اس تند خو سے دوستی پیدا نہ کیجیو — دیوانے اپنی جان کا سودا نہ کیجیو

آزردہ ہو کے ہم سے وہ ملنا بھی چھوڑ دے — اے نالہ دیکھیو کہیں ایسا نہ کیجیو

قاصد کسی کے نام سے خط دیجیو اُسے — مذکور اُس کے سامنے میرا نہ کیجیو

اے سادہ لوح آئینے جا اس کے روبرو — اس منہ پہ اپنے حسن کا دعویٰ نہ کیجیو

بے تابیوں کے ہاتھ سے گھبرا کے عشق میں — اے درد میرے دل سے کنارہ نہ کیجیو

کہنے سے تیرے غیر سے کچھ بولتا نہیں — پھر ساری عمر بولیاں مارا نہ کیجیو

جوشش گلی میں یار کی لایا تو ہے دلے — اپنی طرح کہیں تجھے رسوا نہ کیجیو

۱۴۲ بلبل کی طرح یاں نہ گلوں کی ہوس میں بیٹھ — سیر چمن محال ہے کنج قفس میں بیٹھ

اُس کے لبوں پہ بوالہوسوں میں نہ جی جلا — کھاتے نہیں ہیں شہد بجو ہم مگس میں بیٹھ

ہستی بے ثبات ہے تو مطمئن نہ رہ — جائے گا جوں حباب یہ گھر اک نفس میں بیٹھ

غافل نہ سرسری گزر اس رہ گزار سے — سن گوش دل سے کس کی صدا ہے جرس میں بیٹھ

لڑنے کو اُٹھ کھڑا ہوا تو اک ہی بات میں — زاہد غضب کہاں دل صاحب نفس میں بیٹھ

خوبان دہر جمع ہیں اُٹھ بزم غیر سے — اے ترک کج کلاہ تو اپنی پنس میں بیٹھ

تسخیر کا بتوں کی نہ دم مار بوالہوس — ہوتے ہیں سرکش ایسے کسی کے بھی بس میں بیٹھ

ہے اہل امتیاز کی آنکھوں میں وہ ذلیل — جوشش جو کوئی فخر کرے اپنا دس میں بیٹھ

۱۴۳ جوں آئینہ یہ ستم رسیدہ — رہتا ہے مدام آب دیدہ

ماتم کدہ جہاں میں جوں ابر — رونے کے لیئے ہوں آفریدہ

کیوں کر نہ ہوں رائیگاں در اشک — ہے دامن و جیب تو دریدہ
کوچے سے ترے اُٹھوں نہ ہرگز — جوں نقش قدم ہوں آرمیدہ
ظالم تری گردش نگہ کو — کب پہنچے ہے آہوی رمیدہ
اُس شوخ کو جب سے میں دیا دل — اک حلق ہے مجھ سے یاں کشیدہ
تو نے تو کہی ہے اس زمیں میں — جوشش یہ غزل بہ از قصیدہ

جن نے لوٹا یار کے دستِ حنائی کا مزہ — ہاتھ آیا اُس کے تئیں ساری خدائی کا مزہ
آزمالے دل پہ گر تیغ آزمائی ہو تجھے — ہے اسی چورنگ پر تیغ آزمائی کا مزہ
مر مٹوں گا در سے تیرے سر اب اٹھنے کا نہیں — مثل نقش پا ملا ہے جبہہ سائی کا مزہ
لذتِ عیش ابد گو ہو میسر وصل میں — پر نہ بھولے گا مرے دل سے جدائی کا مزہ
اے ہوس کیوں کر نہ مستغنی ہوں میں کہ خاکسار — ہے کہاں شاہی میں اس در کی گدائی کا مزہ
ٹوٹتے ہیں ہاتھ سے بے تاب ہو کے بال و پر — جب قفس میں یاد آتا ہے رہائی کا مزہ
آپ ہی ہوں ہر طرف آئینہ خانے کی طرح — ہے اسی عالم میں جوشش خود نمائی کا مزہ

گل بر مژہ کا سر و سامان ہے شعلہ — لے سر سے مرے تا بہ داماں ہے شعلہ
اُس ترک کے ٹک روئے عرق ناک کو دیکھو — سیماب کے قطروں کا نگہباں ہے شعلہ
گر درپے آزار ضعیفاں نہیں سرکش — کیوں خس سے بھلا دست و گریباں ہے شعلہ
کب بار ملے خار و خس حرص و ہوا کو — اس بارگہ دل کا تو درباں ہے شعلہ
مشہور ہے آتش کدۂ دہر میں سرکش — پر آہ کے آگے تو پشیماں ہے شعلہ

کمخواب میں کب ایسی جھمک ہوتی ہی سچ کہہ — پاجامہ ہے یہ یا تہ دامان ہے شعلہ

جوشش سے جگر سوختہ کا حال نہ پوچھو — پرکالۂ آتش ہے دل اور جان ہے شعلہ

٢١٥/٥

شیخ مست وجد ہیں آصوت محراب کو دیکھ — چشم رکھتا ہی تو ٹک موج مے ناب کو دیکھ

نہ وہ ساقی ہی نہ مطرب ہے نہ ہی چنگ و رباب — جی نکلتا ہی مرا جلوۂ مہتاب کو دیکھ

کامیاب اس لب شیریں سے ہوا ہیں جب سے — نفرت آتی ہی مجھے شربت عناب کو دیکھ

تجھ سوا اور تو کوئی نہیں ایسا بے درد — کہ نہ افسوس کرے اس تری بے تاب کو دیکھ

کس کا مقدور جو ہو سد رہ آگے جوشش — کوہ ہٹ جائے مری اشک کے سیلاب کو دیکھ

٢١٦/٩

یار تیرا جلوۂ نیرنگ دیکھ — ہو گیا ہے شمع کا کیا رنگ دیکھ

کوئی سر زانو سے اٹھ سکتا نہیں — اس نہ مانے کے ہیں کیا سر جنگ دیکھ

بے وفائی تجھ سے کی دل نے مرے — یہ نکالے ڈھنگ تیرے ڈھنگ دیکھ

محتسب کو مے کشی سے ہے گریز — شیشۂ مے سے ڈری ہی سنگ دیکھ

دیکھتے ابرو کے دل ٹکڑے ہوا — کٹ گیا تلوار کو چورنگ دیکھ

پاؤں میں مہندی لگا کہتا ہے یار — کس طرح آؤں یہ عذر لنگ دیکھ

اپنی تو دریا دلی ساقی نہ چھوڑ — تنگ دل مت ہو مجھے دل تنگ دیکھ

نام سے جز ننگ ہے رکھتے ہیں ننگ — اپنے دیوانوں کا نام و ننگ دیکھ

کیا کہوں جوشش شکوہ حسن یار — جس نے دیکھا ہو گیا وہ دنگ دیکھ

٢١٧/٥

دم بہ دم کیوں نہ ہی شغل دم کشی کے ساتھ — آپڑا کام مجھے اس دل پر درد کے ساتھ

شہسوار اک نظر گیا تو نہ پھر دیکھے گا ۔۔۔ دل پر آرزو اُڑتا ہی پھرے گرد کے ساتھ

عاشق پاک ملے بوالہوسوں سے کیوں کر ۔۔۔ ربط ہوتا ہی نہیں مرد کو نامرد کے ساتھ

اے مہوّس نہ ہو رنگت پہ طلا کی نازاں ۔۔۔ کیا ہے نسبت اُسے عاشق کی رخ زرد کے ساتھ

سیر کر دفتر قدرت کو جو دیکھا جوشش — جلوۂ حق نظر آیا مجھے ہر فرد کے ساتھ

بخت بد ہونے نہ دی خون مرا اُس کے ہاتھ ۱۴۸ گو کہ آجائے ہے جوں دزد حنا اُس کے ہاتھ

مر گیا ہوں پہ مری خاک ہے سرگشتۂ دید ۔۔۔ لگ گیا تھا کہیں دامن کو ذرا اُس کے ہاتھ

جب کرے شانہ صفت سست درازی کوئی ۔۔۔ باندھے وہیں تری زلف رسا اُس کے ہاتھ

عقدت فرسودہ ہوئے ناخن تدبیر بیاں ۔۔۔ نہ کھلے آہ ترے بند قبا اُس کے ہاتھ

برگ گل پنجۂ خورشید خجالت کش ہیں ۔۔۔ دیکھنا کیا کف پا اُس کے ہیں کیا اُس کے ہاتھ

صبح گل گشت چمن میں کہیں اک دستۂ گل ق کر کے ہیں ترک ادب جا ہی بیا اُس کے ہاتھ

دیکھ کر ہو متبسم مرے منہ پہ مارا — الغرض رکھے سلامت ہی خدا اُس کے ہاتھ

گوئے میدان وفا ہی ہے عالم جوشش — جب سے دی حسن نے چوگان جفا اُس کے ہاتھ

لطف و اشفاق و کرم اُن نے کیا کیا کچھ ۱۴۹ ورنہ میرے دل مایوس میں تھا کیا کیا کچھ

نہ رہا تخت سلیمان نہ رہی مسند جم ۔۔۔ ہو گیا دم میں زمانے سے فنا کیا کیا کچھ

ہاتھ ڈالا ہے سر شام ہی زلفوں تیری ۔۔۔ صبح تک دیکھیے آتی ہے بلا کیا کیا کچھ

نہ وہ سامان طرب ہے نہ وہ اسباب نشاط ۔۔۔ آہ تاراج غم عشق ہوا کیا کیا کچھ

یہ ہماری ہی وفا ہے کہ سہے جاتی ہیں ۔۔۔ ورنہ کرتے ہیں بتاں جور و جفا کیا کیا کچھ

درد و اندوہ و غم و رنج و محن ای جوشش — ہم کو اس چرخ ستمگر نے دیا کیا کیا کچھ

۴۲۰/۸ ہے زلف پر اُس کی دستِ شانہ — ٹک دیکھو گردشِ زمانہ

تا خاک مری نہ خشتِ خم ہو — چھوڑوں نہ درِ شراب خانہ

عاشق وہ جی سے چاہتا ہے — سنتے ہیں یہ بات غائبانہ

کیوں ہو نہ تباہ کشتیِ دل — یہ عشق ہے بحر بے کرانہ

بلبل بھڑکی ہے آتشِ گل — جل جائے نہ خار آشیانہ

ہم مرگ طلب ہیں کیا کریں گے — اے خضر یہ عمر جاودانہ

مرتا ہوں خمار سے ہوئی صبح — ساقی مجھے دے مئے شبانہ

لکھیے اس کو بیاضِ دل پر — جوشش یہ غزل ہے عاشقانہ

۴۲۱/۷ مر رہتے ہیں در پہ ترے دو چار ہمیشہ — ہے جور و جفا تجھ کو سزاوار ہمیشہ

عاشق ترا مرنے کو ہے تیار ہمیشہ — دکھلا نہ مژہ خنجرِ خوں خوار ہمیشہ

اک چھیڑ نکالے ہے نئی یار ہمیشہ — رہتا ہے مرے درپئے آزار ہمیشہ

اللہ سلامت رکھے تیری لبِ شیریں — سنوایا کرے باتیں مزے دار ہمیشہ

ہے ڈر سے ترے عالمِ بالا تہ و بالا — لٹکے ہے تری عرش پہ تلوار ہمیشہ

جوں حلقہ در در پہ ترے صبح سے تا صبح — رہتا ہے ترا طالبِ دیدار ہمیشہ

اظہار کروں جس سے میں احوال کو اپنے — احوالِ تباہ اس کا رہے یار ہمیشہ

۴۲۲/۵ جل گئے شمع سے ملتے ہی پر پروانہ — آہ کیا پوچھتے ہو اب خبرِ پروانہ

خود بہ خود بزم میں کاہیدہ ہوئی جاتی ہے — لگ گئی شمع کو شاید نظر پروانہ

کوئی غم خوار نہیں ایک مگر بے تابی — کہ پڑی پھرتی ہے نت گرد سر پروانہ

مار ڈالا تپش دل نے مقابل ہوتے — شمع تک ہونے نہ پایا گزر پروانہ

بے دھڑک آگ میں کودی ہے سمندر کی طرح — دیکھنا دیکھنا یارو جگر پروانہ

تا سر شمع وہ پہنچے نہ کبھی اے جوشش — گر نہ ہو پائے طلب بال و پر پروانہ

۴۲۳/۵

مار رہیے سر پہ عشق کا تیشہ — نیک و بد کا نہ کیجیے اندیشہ

اے صنم تجھ سے کیوں نہ دل ٹوٹے — سنگ سے ٹوٹتا ہی ہے شیشہ

اٹھ گیا شیر بیشۂ مجنوں سا — کیوں نہ خالی ہو عشق کا بیشہ

آتش عشق ہی سے ہے معمور — شمع کے نخل کا رگ و ریشہ

متوکل ہی رہیے اے جوشش — کیوں گدائی کا کیجیے پیشہ

۴۲۴/۵

اتنے لیے مانگوں ہوں اپنا دل افسردہ — بھاتا نہیں ہاتھوں میں تیرے گل پژمردہ

اب دیکھیے کیا ہوئے اس دل ہی سے بگڑی ہے — سرکا نہ محبت میں جب دل کے ہیں آزردہ

ہے کون یہاں مانع ملنے کا رقیبوں سے — بے وجہ کسی سے تم کیوں ہوتے ہو آزردہ

ہر چند میں روتا ہوں پر خشکی طالع سے — ہے دامن تر میرا جوں دامن افسردہ

اس باغ میں اے جوشش مانند صنوبر کے — کیا زیست ہے گر ہوئے پہلو میں دل مردہ

۴۲۵/۷

دیکھیں ہیں مغاں کب ہم سوئے در میخانہ — یاں اور ہی مستی ہے بے شیشہ و پیمانہ

کرتے ہیں پرستش ہم آتش کدۂ دل کی — نے قابل مسجد ہیں نے لائق بت خانہ

پابند خود آرائی مانند زناں تا کے
امداد طلب ہوں میں ای ہمت مردانہ

عشرت کی ہوس مطلق پائے گی نہ گنجایش
یہ درد و الم دل میں ہیں جب تئیں ہم خانہ

سینے کو مرے روشن رکھتا ہے یہ داغ دل
جوں شمع شبستاں سے ہے رونق کاشانہ

گھر جب سے کیا دل میں سودای محبت نے —
یک ساں ہی سمجھتا ہوں آبادی و ویرانہ

۴۲۸/۳

دیکھیے دست یار میں پیالہ
ہوا اس انتظار میں پیالہ

مست و مدہوش کیوں نہ ہوں بلبل
لائی نرگس بہار میں پیالہ

۴۲۸/۷

چشم گر رونے کا تلاش ہے یہ
ایک ہی پل میں راز فاش ہے یہ

رو دیئے تا ہو سبز کشت امید
اب تردد ہے یہ تلاش ہے یہ

دیکھ قاتل نے مجھ کو مقتل میں
یہ نہ پوچھا کہ کس کی لاش ہے یہ

غم و غصہ ہی کھاتے گزری ہے
عاشقوں کا ترے معاش ہے یہ

درد پہلو تہی کرے کیوں کر
اپنے یاروں میں یار باش ہے یہ

پردۂ چشم فرش رہ کرتا
کیا کروں یار بد قماش ہے یہ

دیدۂ تر کو دوست رکھا جو شش —
بہت تحفہ گلاب پاش ہے یہ

۴۲۷/۷

اگر جا ہوں ترا ہم بزم ہوں ظالم ہوس ہے یہ
کوئی دم بیٹھنے بھی پاؤں کوچے میں تو بس ہے یہ

غم و اندوہ سے یک دم مجھے فرصت نہیں ملتی
یہ مہینے کیسے ہیں کیسا برس ہے یہ

سرشک چشم سے آسیب پہنچے کیں نہ مژگاں کو
کہ وہ سیلاب کے مانند ہے اور مثل خس ہے یہ

نہ ہو مغرور اتنا ہستی موہوم پر اے دل
حباب آسا قیام اس کو نہیں کچھ یک نفس ہے یہ

ترے جاں سوختہ جس طرح سے یاں زیست کرتے ہیں — اسی کو زیست کہتے ہیں تو کیا ہی خاک بس ہے یہ
تمھارے زلف و خط کا قیدی اک عالم نظر آیا — خدا قائم رکھے اس کو عجب دام و قفس ہے یہ
کبھی اس کی زباں لگتی نہیں باتوں سے اے جوشش — مجھے رہ رہ یہی آتی ہے دل ہے یا جرس ہے یہ

۴۲۸

بڑھتی جاتی ہے میری اس کی چاہ — پر سچ ہے ہوتی ہے دل کو دل سے راہ
اس دہان و کمر کی مت پوچھو — کام کرتی نہیں کسی کی نگاہ
مرتے ہیں انتظار میں اس کے — آ بھی جائے کہیں وہ یا اللہ
اس کی زلف سیہ ہے ایک بلا — اس بلا سے خدا ہی دیوے پناہ
کھینچ کر مجھ پہ غیر کو ماری — آفریں آفریں جزاک اللہ
ہے شب زلف کا تماشائی — کیوں نہ جوشش کا ہوئے روز سیاہ

۴۲۹

اور تو میں کیا کہوں تاثیر آہ — پھوٹ جائے سنگ میں یہ تیر آہ
طالع خوابیدہ شاید جاگ اٹھے — ٹک ہلا اے درد دل زنجیر آہ
لٹ دھوئیں کی شمع پر ہی دیکھ لے — گر نہ دیکھی ہو کبھی تصویر آہ
میرے تئیں رسوا کیا بدنام اسے — آہ میں کیا کیا کہوں تقصیر آہ
سنگ دل اس سا نہ ہوئے گا کوئی — لگ کے جس کے دل سے اچٹا تیر آہ
آسماں جلنے لگے جوشش اگر — ناتوانی ہو نہ دامن گیر آہ

۴۳۰

مر گیا اک پل میں بیمار نگاہ — دیکھنا ٹک دیکھنا کار نگاہ
تیر کے تلوار کے ہیں دل پہ زخم — آہ کیا کیا کچھ ہیں آثار نگاہ

اس قدر نازک ہے وہ نازک بدن — خوش نہیں آتا اُسے بارِ نگاہ
رشتۂ مرہم سے کب ہووے رفو — چاک دل کو چاہیے تارِ نگاہ
یار کی ابرو کو تو ابرو نہ جان — ہے یہی شمشیرِ خم دارِ نگاہ
زخم یاں ہر جنبش کیے ہیں دل لو — مردماں ہے گرم بازارِ نگاہ
کی نگہ کل تو نے سب کے حال پر — کیا نہ تھا جوشش سزاوارِ نگاہ

۴۳۱
۷

اس شرمگیں کے منہ پہ نہ ہرگز نگاہ رکھ — سر رشتۂ نگاہ کو اپنے نگاہ رکھ
کس لطف سے ہے آئینہ دیکھا اس کے روبرو — گردوں نہ دل میں آرزوی مہر و ماہ رکھ
دیوانے چاہتا ہے اگر وصلِ یار ہو — تیرا بڑا رقیب ہے دل اُس سے راہ رکھ
دل دار ہو تو یا کہ دل آزار تیرا شوق — دل دے چکا میں خواہ نہ رکھ اس کو خواہ رکھ
عوضِ قتل کر بخشے منظور ہے جو دل — دامانِ تیغِ یار ہی کو تو گواہ رکھ
میں چاہتا ہوں تجھ کو تو چاہے ہی غیر کو — یہ کیا غضب ہے چاہنے والے کی چاہ رکھ
جوشش جدا ہے یار سے تو جانتا ہوں میں — اتنا بھی اضطراب خدا پر تو نگاہ رکھ

۴۳۲
۸

شیخ کو کعبے سے جو مقصود ہے — وہ کنشتِ دل ہی میں موجود ہے
میرے جلنے کی کسی کو کیا خبر — سوزشِ دل آتشِ بے دود ہے
نے حرم سے کام ہے نے دیر سے — خانۂ دل ہی مرا مسجود ہے
فرق مت کر عاشق و معشوق میں — خود ایاز اور آپ ہی محمود ہے
کیا پری کیا حور کیا جن و بشر — سب میں وہ شاہد مرا مشہود ہے

مشربِ عشاق میں اے زاہدو — اُس کا جو مخلوق ہے معبود ہے
سنگ و آہن کو یہ کرتی ہی گداز — آہ ہے یا نغمۂ داؤد ہے
کس سے اے جوشش کہوں ہیں دردِ دل — میرے اس کے بولنا مفقود ہے

۲۳۳/۹

اپنی وہ بے ثبات ہستی ہے — کہ سدا نیستی کو ہستی ہے
نام سُنتے ہو جس کا ویرانہ — وہی سودائیوں کی بستی ہے
شمع سے ہاتھ کھینچ اے گلگیر — انہیں بھی کیا درازدستی ہے
چشمِ وحدت سے گر کوئی دیکھے — بت پرستی بھی حق پرستی ہے
ایک بوسے پہ جنسِ دل کو نہ چھوڑ — یار ان مولوں بہت سستی ہے
اپنے ابرِ قطرہ سے اے جوشش — جائے آب آگ ہی برستی ہے

۲۳۴/۸

لب پہ جو مرے آہ غم آلود نہیں ہے — اظہارِ محبت مجھے مقصود نہیں ہے
ہم جیسے فقیر دل کو تو یوں بھی نہ کہے وہ — پھر آئیو کچھ اس گھڑی موجود نہیں ہے
کہتے ہوں ہیں یہ گبر و مسلمان کے منہ پہ — وہ عبد نہیں جس کا تو معبود نہیں ہے
نرمائی ہے کس طرح سے اُس آہنِ دل کو — یہ آہ اگر نغمۂ داؤد نہیں ہے
پھرتے ہیں کئی رُتیں ہے حیران و پریشاں — اس عشق کی سرکار میں بہبود نہیں ہے
تاثیر مدد کیجیو اب سینے میں اپنے — اس نالے سے اک آہ بھی افزود نہیں ہے
خوبیِ ایاز آپ ہی نظر آگئی ہوتی — افسوس ترے عہد میں محمود نہیں ہے
اس آتشِ فرقت کے سوا دہر میں جوشش — دیکھا تو کہیں آتشِ بے دود نہیں ہے

جی میں جس وقت کہ مضمون کمر آتا ہے ۴۳۵/۷ بس کہ نازک ہے میاں باندھتے ڈر آتا ہے
یاد آتی ہے حلاوت تری لب کی مجھ کو اے شکرلب جو کہیں ذکر شکر آتا ہے
اس قدر گھر کیا صورت نے تری آنکھوں میں جس طرف دیکھتے ہیں تو ہی نظر آتا ہے
چوب داروں سے مجھے دست و گریباں دیکھا پر نہ بولا اسے آنے دو اگر آتا ہے
کس طرح یار تجھے کہیے نہ خورشید لقا دیکھتے ہی تجھے اشک آنکھوں میں بھر آتا ہے
کچھ بھی موجود ہے سامان ضیافت ای دل آج سنتے ہیں وہ خوں خوار ادھر آتا ہے
چشم تر آہ بہ لب خستہ جگر ہوں جوشش — حال اپنا مجھے بے طرح نظر آتا ہے

ہوا نہ یاد دہن بحر دہر تو کیا غم ہے ۴۳۶/۵ تجھے محیط جو سمجھا محیط عالم ہے
محققوں سے یہ نکتہ مجھے ہوا معلوم خلاف طبع جو ہووے وہی جہنم ہے
لگا ہے جب سے مرے ہاتھ کنج تنہائی سوائے دل نہ کوئی یار ہے نہ ہمدم ہے
کسی کا سایۂ تیغ نگاہ اے جراح ہمارے زخم جگر پر بہ جائے مرہم ہے
مدام ہو نہیں سکتی ہے صیقل اے جوشش — وگرنہ دل بھی مرا آئینے سے کیا کم ہے

تو عبث بوسہ طلب اس سے بہ سالوسی ہے ۴۳۷/۸ آخر الامر پشیمانی و مایوسی ہے
ہم سخن یار سے ہوں میں یہ کہاں فرصت وقت مدعی آٹھ پہر درپے جاسوسی ہے
سامنے ہوتے ہی اس کے نہ رہی اپنی خبر نگہ ہوش رہا یار کی جادو سی ہے
بوریا و کلہ فقر ہمارے نزدیک تخت اسکندری و افسر کاؤسی ہے
یار کچھ کام نہیں طوف حرم سے مجھ کو آستاں بوسی کعبہ ترے ابرو سی ہے

مغربی اور جنوبی حلبی اور ہندی — اتنی تلوار ہیں ہیں کوئی بھی نری برسی ہے
کیا نظر آئے مگر زلف کمر تک پہنچی — زلف کے بالوں میں پنہاں دو کمر موسی ہے
مانع فکر سخن ہو جو مت اے جوشش — شعر کہنے سے میں ناچار ہوں کہ سستی ہے

۴۳۸/۶
اس کو تو غنچہ لب اور غنچہ دہن کہتا ہے — کوئی بھی اہل سخن ایسا سخن کہتا ہے
رنگ و سنگ اناگ سب اُس میں ہیں پہ ڈھنگ کہاں — کون دانتوں کو ترے درّ عدن کہتا ہے
چشم بد دور سلامت ہی رہ اے باغ جہاں — جو تجھے دیکھتا ہے رشک چمن کہتا ہے
جب نظر آتے ہیں گل سبز یہاں لالہ رخاں — داغ تازہ ہوں یہی داغ کہن کہتا ہے
اُن نے دیکھا نہیں تجھ کو نہ بدن کو تیرے — جھوٹ کہتا ہے جو کوئی سیم بدن کہتا ہے
جوشش اس باغ جہاں میں ہے فقط قامت کو — راست کہتا ہے جو کوئی سرو چمن کہتا ہے

۴۳۹/۵
اے زلف اس کے منہ سے تو تو لپٹ رہی ہے — گیسو کو کاٹو مت وہ آپ کٹ رہی ہے
ہو کس طرح میسّر اس بحر حسن کی سیر — ابرو کی ایک کشتی سو بھی اُلٹ رہی ہے
دل دینے کی حقیقت ہم خوب جانتے ہیں — ہے غم کسی کا اس کو جو زلف لٹ رہی ہے
محروم ہم ہی ہیں اس مہماں سرا میں ورنہ — کس کس طرح کی نعمت خلقت کو بٹ رہی ہے
خالی نہیں خلل سے جوشش یہ خیبر دل — دن رات فوج غم کی اس سے چمٹ رہی ہے

۴۴۰/۸
فرہاد یہ بے فائدہ خارہ شکنی ہے — گھر کیجیے کسی دل میں یہی کوہ کنی ہے
جو چاہیے اے چرخ تجھے مانگ تو مجھ سے — ہر چند گدا ہوں میں پہ دل میرا غنی ہے
تیرے لب جاں بخش کے اے یار مقابل — نے لعل بدخشاں نہ عقیق یمنی ہے

بچنے کا نہیں آج میں بے تابی دل سے — اے صبر مری جان ہی پر آن بنی ہے
بو کس کی یہ آتی ہے صبا تجھ سے کہ تجھ پاس — نے نافۂ تاتار نہ مشک ختنی ہے
غیروں ہی کو کیا قتل کرے گی تری ابرو — ظالم یہ گنہگار بھی گردن زدنی ہے
وہ خار سے محفوظ نہ تجھے رنج قبا سے — گل میں تو کہاں تیری سی نازک بدنی ہے
کس چیز کا غم ہو نہ مجھے کس چیز کی شادی — جوشش نہ یہاں خرچ ہے نے آمدنی ہے

۴۴۱

نہ مرا دوست کوئی ہے نہ مرا دشمن ہے — ایک یہ دل ہی غرض دوست ہی یا دشمن ہے
سر بلندی نہ کر اس بحر میں مانند حباب — اے گدا پیشہ تری حرص و ہوا دشمن ہے
شکوۂ دشمنی غیر نہ کر کیا حاصل — آپ ہی اپنا دوانے تو بڑا دشمن ہے
دیکھ سکتا نہیں اک دم بھی مجھے در پہ ترے — آہ کیا چرخ ستمگار مرا دشمن ہے
لکھ دیا رنج خدائی کا مری قسمت میں — کس قدر دیکھو تو کمبختی قضا دشمن ہے
دشمن داغ جگر ہے یہ دم سرد مرا — جس طرح شمع شبستاں کی صبا دشمن ہے
اپنی خوں خوار پہ موقوف نہیں اے جوشش — جس کو اس بزم میں دیکھوں ہوں مرا دشمن ہے

۴۴۲/۵

آئینہ آٹھ پہر چشم جو تر رکھتا ہے — کیا کسی روئے درخشاں پہ نظر رکھتا ہے
خانۂ عشق کو اسباب تعلق سے کیا — دل وہ گھر ہے کہ نہ دیوار نہ در رکھتا ہے
نالۂ گرم موثر ہو ترے دل میں نہ ہو — یہ دم سرد ہمارا تو اثر رکھتا ہے
کس طرح تجھ سے ملاقات میسر ہوئے — یہ دعا گو ترا نے زور نہ زر رکھتا ہے
کس طرح کہیے نہ جوشش کو بھلا صاحب درد — آہ و نالہ ہی سے شغل آٹھ پہر رکھتا ہے

خوش نما گرچہ مہ کا ہالہ ہے ۲۴۴ تیرے کانوں کا بالا بالا ہے
در میخانہ کا گدا ہوں میں لے پیالہ مرا پیالہ ہے
دل صد پارہ بہ بغل میں نہ ہو درد دکھ کا مرے رسالہ ہے
اُس نگہ اُس مژہ کی کچھ مت پوچھ ایک برچھی ہے ایک بھالا ہے
ہے دم و ہوش اپنا بے ہوشی ہوش جب سے یہاں سنبھالا ہے
کیسے وعدہ خلاف سے جوشش ق حق تعالیٰ نے کام ڈالا ہے
مجھ کو ہے انتظار و بے تابی — اُس کو حیلہ ہے اور حوالہ ہے

پہلو میں سوختوں کے نے دل ہی نہ جگر ہے ۲۴۵ آتش کدہ ہے سینہ یاں شعلہ یا شرر ہے
کس طرح سے نہ ہوئے عاشق بھلا سیہ رو اقلیم حسن میں تو دو شام اک سحر ہے
ٹوٹے ہزار مجھ پر یاں آسمان غم کا کچھ غم نہیں ہے میری اللہ پر نظر ہے
جو جاتا ہے سو نہیں آتا ہے یاں سے شاید ملک عدم کا رستہ بے خوف بے خطر ہے
طے کس طرح سے ہوگی جوشش رہ محبت — نے کوئی راہ بر ہے نہ کوئی ہم سفر ہے

دیدۂ خوں بار میرا اس قدر خوں بار ہے ۲۴۶ کلبۂ احزاں میں نقش بوریا گلزار ہے
اُٹھ گیا دنیا سے دل اب بادشاہ وقت ہوں ملتجی ہوتا کسی سے مجھ کو کیا درکار ہے
ایک دن کا ماجرا ہے میں اُٹھا تھا سیر کو ق دیکھتا کیا ہوں یہ جھگڑا بر سر بازار ہے
برہمن کہتا ہے بت خانے میں ہے ذات احد شیخ کہتا ہے غلط کعبے ہی میں وہ یار ہے
اس میں جوشش بول اُٹھا سنئے ہو شیخ و برہمن جانے دو اپنی طرف دیکھو یہ کیا تکرار ہے

آئینۂ دل میں کچھ اگر ہے ۶۴۴/۹ تیرا ہی جمالِ جلوہ گر ہے
ہم مر گئے تیری جستجو میں اے رشکِ سحر کہاں ہے تو کدھر ہے
رہ بر نہیں چاہتی رہِ عشق واں شوق ہی اپنا راہبر ہے
کیوں مارے ہے لافِ حجِ اکبر ق اپنے کیے پر بھی کچھ نظر ہے
کعبے سی جگہ پہنچ پھر آیا — تو حاجی نہیں ہے گدی خر ہے
اُس در ہی کی آرزو میں جو شش — یہ مشتِ غبار در بہ در ہے

سلامت پا میں اب تک آبلہ ہے ۴۴۴/۵ مجھے خارِ بیاباں سے گلہ ہے
فقیروں کے بھی دن تا کے گا ہی اگر کیجیے کرم کیا فاصلہ ہے
چلا جاتا ہے اشکِ اقلیمِ دل سے تھکے ہر گز نہ یہ وہ قافلہ ہے
خدا حافظ ترا اے بے مروت رقیبوں سے بہت تو لاگ چلا ہے
طلب گار ایک بوسے کا ہے جو شش — ترا جوشش بہت کم حوصلہ ہے

اوجِ فلک پہ ماہ بھی کیسا جمیل ہے ۴۴۴/۷ تیرے شکوہِ حسن کے آگے ذلیل ہے
شانہ بیان کر نہیں سکتا بہ صد زباں افسانہ تیری زلف کا طول و طویل ہے
عشوے میں اور کرشمے میں ناز و ادا میں یاں تیرا عدیل کون ہے تو بے عدیل ہے
نسر باد کیا کرے گا وہ دم مارتا نہیں اُس چشمِ سرمہ سا کا جو کوئی قتیل ہے
باغِ بہشت ہے یہ مرا داغ دار دل چشمہ ہماری چشمِ تر کا جوں سلسبیل ہے
دیتا نہیں ہے بادۂ عشرت کسی کو یاں ساقیِ روزگار بھی کیا ہی بخیل ہے

دردِ غمِ حسین میں جوشش پکار رہے ـــ نذرِ امام پیاسے نہ جانا بہل ہے
جاہ و حشم کی خواہش دولت کی آرزو ہے ۴۴۹/۶ دو دن کی زندگانی تس پر یہ جستجو ہے
صورت پرست ہوں ہیں مانند آئینے کے جو کچھ ہے میرے دل میں سو میرے رو بہ رو ہے
پیدا ہوئی ہے دل میں جن کے ضیاء وحدت مانندِ شمع اُن کے نے پشت ہے نہ رو ہے
کس طرح سے یہ دل ہو آلودۂ کدورت اشکِ رواں ہمارا سرگرمِ شست و شو ہے
ہم کون ہیں جہاں میں سب ذات ہے اُسی کی سمجھا جنھوں نے تجھ کو اُن کی یہ گفتگو ہے
وابستہ جان سے ہے خوبیٔ جسم جوشش ـــ مرجھا گیا جہاں گل نے رنگ ہے نہ بو ہے
سوزاں جوں شمع آستیں ہے ۴۵۰/۸ کیا قطرۂ اشک آتشیں ہے
اے ناصحو کیا بکا رہے ہو دل کہنے میں اس گھڑی نہیں ہے
کوچے سے جدا نہ جان ہم کو گو ہم ہیں یہاں پہ دل وہیں ہے
کیا خوب کی اُس کے دل میں تاثیر اے آہ تجھے صد آفریں ہے
جلنے کی تجھے قسم ہے اے شمع مجھ سا بھی جگر جلا کہیں ہے
خوش رہ چکے ہم اگر تمھاری یہ چین ہے اور یہ جبیں ہے
محجوب ہے عکس سے بھی اپنے کتنا وہ یار شرمگیں ہے
جوشش کانوں تلک نہ پہنچے ـــ میرا وہ نالۂ حزیں ہے
آج گلشن میں کس کا پرتو ہے ۴۵۱/۶ ہر کلی گل کی شمع کی لو ہے
خضر ہر چند پیتا پہنچے آبِ حیات زندگی جیسے پانی کی رو ہے

پیسے ہے اُس کو آبیاشئ فلک — جس کے پاس ایک مشت بھی جو ہے
غیر سے لینا امتحانِ وفا — یہ جفا مجھ پہ مرا از سرِ نو ہے
ہے کدھر وہ غزال جس کے لیئے — رات دن مجھ کو یہ تگ و دو ہے
ہے یہ جوشش وفا سرشتوں میں — تو جو کہتا ہے بے وفا تو ہے

۴۵۲ / ۷

ہر دم میں یاں ترقیؔ دم کو زوال ہے — اس زندگی پہ لوگوں کو کیا کیا خیال ہے
اُس گل عذار کے لبِ شیریں پہ خال ہے — یا چشمۂ بہشت پہ بیٹھا بلال ہے
اے سیلِ اشک چشم بہا دے اِسے کہیں — دل پہ مرے جمی ہوئی گردِ ملال ہے
دیکھی تھی تیری ابرو سے خوں ریز ایک دن — کاہیدہ اُس ہی دن سے فلک پر ہلال ہے
جامِ شراب منہ سے لگے محروم میں رہوں — ہے تو وار دے جواب یہ میرا سوال ہے
اُس بارے میں کیا طلبِ معذرت کروں — مجھ کو تو اپنے فعل سے حد انفعال ہے
جوشش کمال کی نہ طلب کیجو زینہار — سنتے ہیں ہر کمال کو آخر زوال ہے

۴۵۳ / ۵

پیتا نہیں شراب مجھے آپ مست ہے — ساقیؔ روزگار بھی حد تنگ دست ہے
کوئی سوائے شانہ وہاں چھوٹتا نہیں — دیکھو تو کوئے زلف میں کیا بند و بست ہے
بے فائدہ اُلجھتے ہو اے شیخ و برہمن — عاشق خدا پرست ہے نے بت پرست ہے
اے بوالہوس نہ رکھیو قدم راہِ عشق میں — واں ہر قدم میں شیشۂ دل کو شکست ہے
جوشش خدا کے واسطے ٹک چشمِ غور سے — دیکھ اس غزل میں قافیوں کی کیا نشست ہے

۴۵۴ / ۵

ہاتھ میں تیرے زلف و شانہ ہے — ایک عالم ترا دوانا ہے

جب تلک جسم و جان میں ہے ربط
میں ہوں اور تیرا آستانہ ہے

مجھ کو ہے انتظار و بے تابی
اُس کو حیلہ ہے اور بہانہ ہے

کاروانِ سحر شباب کا ہے
نہ کہیں ٹھور ہے نہ ٹھکانا ہے

کر زبانِ شکایت اب کوتاہ —
جوشش اک طرح کا زمانہ ہے

۴۵۵

یار جو ہے بے وفا کچھ نہیں کیا ہے
آدمی کچھ ہے وہی جس میں وفا ہے

دیکھ تجھے ایک نظر ہو گیا بے خود
کیا کہوں میں تجھ کو آہ یار تو کیا ہے

شربتِ دیدار دے مجھ کو دوئے درد
درد کی میرے یہی یار دوا ہے

جوشش دیوانہ کو بادہ سے مطلب —
مست تری چشم کا مست سدا ہے

۴۵۶

ہم صفیرو کیا کروں بابِ قفس تو باز ہے
قدرتِ رفتار ہے نے طاقتِ پرواز ہے

یار تو مجھ کو جلا اک بوسہ جاں بخش سے
تا کہے عالم فلانی صاحبِ اعجاز ہے

ہے دلِ ہر غنچہ و گل آج لبریز شرر
قہر اے بلبل ترا یہ شعلۂ آواز ہے

جس جگہ ہو جلوہ فرما وہ مرا خورشید رو
چادرِ مہتاب بھی واں فرشِ پا انداز ہے

نے ہے وہ آہ و فغاں نے نالہ نے درد و الم
اک دمِ سرد اب ہے جو ہر دم مرا دمساز ہے

ہوتے ہی عاشق گئے تاب و تواں صبر و قرار
دیکھیے انجام کیا ہو جس کا یہ آغاز ہے

ہیچ ہے جوشش میرے اُس کے کس طرح سودا بنے —
میں نیاز اُس کی کروں ہوں اور اُس کو ناز ہے

۴۵۷

سینہ ہے چاک چاک جگر داغ دار ہے
جوں لالہ اس چمن سے یہی یادگار ہے

ہیں داغِ عشق گلشنِ دل میں بجائے گل
نے خطرۂ خزاں ہے نہ فکرِ بہار ہے

قاصد شتاب آ کہ تری انتظار میں — بے تاب دل بے قرار یہ امیدوار ہے

کچھ خوفِ آفتابِ قیامت نہیں اگر — سر پر ہمارے سایۂ دیوارِ یار ہے

جوشش نزاکتِ کمرِ یار کیا کہوں — پیچیدگیِ تارِ نگہ اُس پہ بار ہے

۴۵۸

سُن مرا قصہ اگر سننا تجھے منظور ہے — داستانِ مجنوں و فرہاد تو مشہور ہے

پرتوِ رخ سے شبِ مہتاب سی ہے جلوہ گر — کون کہتا ہے کہ زلف اُس کی شبِ دیجور ہے

شوق سے کر سیرِ گلشن واں نہیں کوئی اہلِ دید — ایک نرگس ہے وہ آپ ہی آنکھوں سے معذور ہے

اُس لبِ نوشیں کے از بس کھائی ہیں نیش ... — یہ نہیں معلوم دل یا خانۂ زنبور ہے

یہ بہارِ حسن تو دو چار دن ہے مثلِ گل — اے بتِ مغرور تو کس بات پر مغرور ہے

تاک کر سنگِ حوادث کس کو مارے گا فلک — شیشۂ دل تو مرے پہلو میں چکنا چور ہے

گل رخاں بے زور زر ملتے نہیں ہیں بار ... — پاس ہے جوشش کے قدر نے زور نے مقدور ہے

۴۵۹

تو دو حسن و جمال رکھتا ہے — جس سے مہ انفعال رکھتا ہے

سادہ رو دیکھتا ہے آئینہ — جو ہوس خط و خال رکھتا ہے

یار کی زلف کا خیال مجھے — سخت آشفتہ حال رکھتا ہے

جا مرے دل میں نخلِ آہ کی طرح — وہ ہرا نونہال رکھتا ہے

ق

عہد میں اُن لبوں کے زاہد بھی — مے کشی کا خیال رکھتا ہے

محتسب ہو نہ مانعِ بادہ — شیخ تو کیا مجال رکھتا ہے

شاعری اک زوال ہے جوشش — سمجھے وہ جو کمال رکھتا ہے

۴۶۰/۵

آ گئے اُس کے سنگ ہی شمشیر ہے
آہ کس کے قتل کی تدبیر ہے

شمع کے مانند اُس کی بزم میں
اشک بھی میرا گریباں گیر ہے

سوزِ جاں سے آشنا یہ چاک دل
مثلِ چاکِ سینۂ گل گیر ہے

زرد جوں زر کیوں نہ ہو یہ خاکسار
خاکِ کوچے کی ترے اکسیر ہے

جوں صدا جوششِ دلِ وحشی مرا
خانہ زادِ حلقۂ زنجیر ہے

۴۶۱/۷

خلق جب سے ہم ہوئے دردِ الم سے کام ہے
یہ سمجھتے ہی نہیں آرام کس کا نام ہے

ایک کارِ عشق ہے جو روزِ اوّل ہے ہنوز
ورنہ یاں ہر کام کے آغاز کا انجام ہے

صیدِ دل کرتا ہے وہ بُتِ زلف و خط و خال سے
پاس اُس کے نے قفس نے دانہ و نے دام ہے

بندۂ زنّارِ زلف و مصحفِ رخسار ہوں
جستجو سے کفر کے نے خواہشِ اسلام ہے

کس طرح ہوئے تسلی اس دلِ بیتاب کو
اِن دونوں موقوف اُس سے نامہ و پیغام ہے

ایک جا دیکھی نہ ہو تو نے کبھی گر صبح و شام
زلف و رخ کو دیکھ لے یہ صبح ہے وہ شام ہے

اب تو اُٹھنے کا نہیں اس در سے جوشش زینہار
پائمالِ یار ہوں مجھ کو یہی آرام ہے

۴۶۲/۴

اسبابِ تعلق سے مزاج اُس کا بری ہے
دنیا میں جسے خواہشِ بے دردسری ہے

اس دل میں ترے حسن کی وہ جلوہ گری ہے
جو دیکھے ہے کہتا ہے کہ شیشے میں پری ہے

آئینے کو تو سامنے رکھتا تو ہے لیکن
دل میں مرے بھی حسرتِ دیدار بھری ہے

کرتا ہے تو نِت رشتی و خوبی میں تفاوت
اے آئینے بتلا تو یہ کیا دیدہ وری ہے

گر ہے ہوسِ نام تو فرہاد صفت ہو
عشاق کی مرنے ہی میں کچھ نام وری ہے

جوں سروٗ مجھے سنگ سے آزار نہ پہنچے — جوشش ثمرِ عیش مری بے ثمری ہے

۲۶۳/۸

تو آپ یاں ہی دل سو کسی رہ گزر میں ہے — اے طفل ہرزہ گرد تو میری نظر میں ہے

اُس کو کہاں قیام جو اس رہ گزر میں ہے — مانند ریگ شیشۂ ساعت سفر میں ہے

ممکن نہیں جو کر سکے دعوائے ہمسری — وہ ابر میں کہاں ہے جو اس چشمِ تر میں ہے

کس واسطے ہو غنچۂ دل اُس سے [illegible] — کیا آہ میں نہیں کہ نسیمِ سحر میں ہے

تسلیم دل میں تو نہیں ملتا ترا سُراغ — اے کاروانِ اشک تو کس رہ گزر میں ہے

اتنا تو سنگ دل نہیں جو مہربان ہو — اے آہِ سرد کس لیے فکرِ اثر میں ہے

تیغِ جفائے یار کے منہ پر سے کیوں ہٹوں — عشّاق کو تو عیشِ ابد ترکِ سر میں ہے

ملتا ہے جو مزہ مجھے اس کے کلام میں — جوشش کب اس طرح کی حلاوت شکر میں ہے

۲۶۴/۴

میں آ نہ سکوں اور صبا جا کے رہی ہو — کوچے میں ترے یار عجب باد بہی ہے

جی چاہے تو ملیے جو نہ چاہے تو نہ ملیے — دل میں تو ہمارے نہ یہ ہی ہے نہ وہی ہے

جوشش تو یہاں تک ہوا رسوائے خلائق — جو دیکھے ہے کہتا ہے یہ دیوانہ وہی ہے

۲۶۵/۶

یاں ہر گھڑی جو رونے کا تار بندھ رہا ہے — تیرا ہی دھیان مجھ کو لیے یار بندھ رہا ہے

مارے گا تو کسی کو میں خوب جانتا ہوں — دامن کمر سے تیری خوں خوار بندھ رہا ہے

ابر و ہوا [illegible] گل اور مل ہے آ بھی — سامان مے کشی کا مے خوار بندھ رہا ہے

توسن کو ناز کے تو جولاں دے جتنا چاہے — فتراک سے ترے دل دلدار بندھ رہا ہے

عاشق ترے سے تجھے جتنے وہ خون ہی مر گئے — پھر کس کے واسطے اب ہتھیار بندھ رہا ہے

نادان ہی کوئی اس پہ ڈالے گا ہاتھ جوشش — زلفوں میں اُس کی دل سا ہشیار بندھا ہے

۴۶۶ / ۷

چشم پہ آبِ دیدہ گردابِ اشک ہی — جیدھر نگاہ پڑتی ہے سیلابِ اشک ہے

تاثیر ریز گریۂ عشاق کیوں نہ ہو — آتش خجل ہو جس سے یہ وہ آبِ اشک ہے

کیوں کر رہی نہ آنکھوں میں اے مردمانِ چشم — یہ خونِ دل یہ لختِ جگر تابِ اشک ہے

مژگاں سے کیوں نہ پنجۂ مرجاں ہو منفعل — ہے تو یہ خارِ خشک پہ شادابِ اشک ہے

یاں تک کیا ضعیف غمِ عشق نے مجھے — نے طاقت آہ کی ہی نہ اب تابِ اشک ہے

سوزِ جگر ہجومِ غمِ عشق و دردِ دل — سامانِ آہ و نالہ و اسبابِ اشک ہے

جوشش رکھ احتیاط سے دامان و جیب میں — ضائع نہ کر کہ یہ دُرِ نایابِ اشک ہے

۴۶۷ / ۹

جدائی میں تری ظالم مری کب آنکھ لگتی ہے — جگا دیتی ہی بیتابیِ دل جب آنکھ لگتی ہے

یہاں تو نالہ و آہ و فغاں ہی بے قراری ہی — کسی کی کس طرح راتوں کو یارب آنکھ لگتی ہے

ہوا پامالِ راہِ انتظار آرام و عیش اپنا — پڑے ہے چین کس دن کون سی شب آنکھ لگتی ہے

جدا افسردہ کیا ہی دل کو اُس کی بے وفائی نے — کہاں یا ہی وہ تعشق کس سے یاں اب آنکھ لگتی ہے

رکھے ہی دشمنی کیا خفتگیِ بخت اے جوشش — ہم آغوش اُن سے جب ہوتا ہوں میں تب آنکھ لگتی ہے

۴۶۸ / ۷

مست وہ بادہ نوش آتا ہے — دشمنِ عقل و ہوش آتا ہے

خانۂ چشم کا خدا حافظ — اشک طوفاں بہ جوش آتا ہے

دورِ ساغر ہے جس کی گردشِ چشم — یاد وہ مے فروش آتا ہے

کیوں نہ ایذا ہو خواہشِ لب میں — ہاتھ بے نیش نوش آتا ہے

لا ابھی ساقی شراب ابر سیاہ — کیا یہ جوشش و خروش آتا ہے

لوگ ہوتے ہیں پی کے مے بیہوش — مجھ کو پینے سے ہوش آتا ہے

کوچۂ زلف یار سے جوشش — کب یہ حلقہ بہ گوش آتا ہے

۲۶۹/۹

دل میں بھری ہے آگ اور آنکھوں میں آب ہے — مانند شمع حال ہمارا خراب ہے

دل سے جو بہتر اشک نہ آئے عجب نہیں — بریاں ہو جب کباب تو اس میں کب آب ہے

دل کس طرح چمن میں لگے آج باغباں — نے ابر نے ہوا ہے نہ جام شراب ہے

غافل کر اس کی سیر تو غفلت کی چشم سے — ہستیٔ بے ثبات خیالات خواب ہے

خال سیہ نہ ہوئے یہ رخسار یار پہ — دیوان حسن کا نقط انتخاب ہے

عالم خراب ہوئے جو وہ بے حجاب ہو — ہے خیر کچھ اسی میں کہ منہ پر نقاب ہے

لذت سے خاک عشق کی پیری میں ہم دنا — معشوق خرد سال ہے عہد شباب ہے

اس مے کدے میں کون ہو ساقی سے کھینچتی — خون جگر شراب ہے اور دل کباب ہے

دیکھا ہے جب سے زلف کو شانے کے ہاتھ میں — جوشش ہمارے دل کو عجب پیچ و تاب ہے

۲۷۰/…

منظور تم کو پیارے اگر امتحان ہے — پھر دیر کیا ہے لیجیے حاضر یہ جان ہے

قاتل دعا کے تیر میں اس نیم جان کے — اٹھنے سے ہاتھ رہ گئے ہلتی زبان ہے

جوشش کی چشم تر پہ یہ رخسار قطرہ نہ ہو — آتی ہے فوج اشک یہ اس کا نشان ہے

۲۷۱/…

جس طرح دل کا داغ جلتا ہے — اس طرح کب چراغ جلتا ہے

یاد گو ہے بہار پر تجھ بن — اپنی بھا دیں تو باغ جلتا ہے

آتشِ گل سے کر حذر بلبل | ورنہ بالِ فراغ جلتا ہے
شمع ساں ہوں گدازِ آتشِ عشق — دل جلا اور دماغ جلتا ہے

لوحِ دل پر جو کوئی نقشِ فنا رکھتا ہے ۴۷۲/۳ کام وہ ہستیِ موہوم سے کیا رکھتا ہے
خونِ دل کا تو مرے ہی نمکیں لے خوں جو آ | لیک یہ لختِ جگر زور مزہ رکھتا ہے
شکوۂ تفرقۂ دہر عبث ہے جوشش — شوق تیرا ہی تجھے اُس سے جدا رکھتا ہے

وہ ہے اور مشقِ ظلم رانی ہے ۴۷۳/۸ میں ہوں اور ذوقِ جاں فشانی ہے
خاکساروں میں کیوں نہ ہوں مشہور | تیرے کوچے کی خاک چھانی ہے
چشمِ تر کیوں نہ رہے مثلِ حباب | ایک ہی دم کی زندگانی ہے
پی چُنے آنکھوں نے خوانِ لختِ جگر | آہ یہ کس کی میزبانی ہے
سانس لیتے کراہتا ہوں میں | آہ کیا ضعف و ناتوانی ہے
سُن مری سرگزشت وہ بولا | کس دوانے کی یہ کہانی ہے
میرے سوز و گداز کے آگے | شمع خجلت سے پانی پانی ہے
نت ہی جھینکنا ہے اے جوشش — جب تلک اپنی زندگانی ہے

کیوں نصیبوں کو اپنے روتا ہے ۴۷۴/۱ جو خدا چاہتا ہے ہوتا ہے

. . . ہے سو جاں بہ لب ہے ۴۷۵/۴ مرنے کا تعجب نہیں جینا ہی عجب ہے
یوں تو تری ہر بات میں ہے جان کا سودا | لیکن یہ جھڑک بولنا اے جان غضب ہے
کچھ کان بھرے ہیں غیر نے یا تھی مری تقصیر | تو بے سبب آزردہ نہیں کچھ تو سبب ہے

تو اپنے سر انجام سے غافل نہ ہو جوشش — کیا جانے سفر ہستی موہوم ہے کب ہے

چٹکی وہ اُس کی صاحب تاثیر سنگ ہے ۱۲۷۶ھ لکھتے ہی دل کے پارہ ہوا تیر سنگ ہے
کیا احتیاج سنگ تجھے تیر کے واسطے — سرمہ ہی اپنے نگاہ کی شمشیر سنگ ہے
پتھراؤ سے نہ ہاتھ اٹھانا تو زینہار — اے بت تری دوانے کی تعزیر سنگ ہے
دل میں ترے بھری ہے محبت سے ہوس — اس شیشے کے تو واسطے اکسیر سنگ ہے
جو حرف اس پہ بیٹھا ہوا نقش کا لحجر — دل کر کے عیب کو کرتے ہیں تعبیر سنگ ہے
کچھ بول بھی اے کوہ تحمل صدا سے کوہ — سنتا نہیں کہ صاحب تقریر سنگ ہے
یاں تک پری رخوں نے کیا شیشہ دل کا چور — چھاتی پر اب نہالی کی تصویر سنگ ہے
عاجز کیا ہے سختی دل نے بہت مجھے — حکاک کے پسر تو اسے چیر سنگ ہے
تلوار تیز کر کے نہ دی تو نے اُس کے ہاتھ — عاشق کے قتل میں تری تقصیر سنگ ہے
جوشش ہمارے دل میں ہے یوں ان بتوں کی قدر — جوں بت کدے میں صاحب توقیر سنگ ہے

یہ دل جو بغل میں جیسا لالہ آفریں ہے ۱۲۷۲ مگر خرمن حرص کا خوشہ چیں ہے
ہوا جوں کمان خشک زاہد و لیکن — ہنوز اُس کے تیر طمع دل نشیں ہے
اجل تو اُٹھا کر کے لے چل یہاں سے — مجھے مطلق اُٹھنے کی طاقت نہیں ہے
اِدھر دھجیاں ہو رہا ہے گریباں ق اُدھر خون دل سے بھری آستیں ہے
یہ کیا حال ہے تیرا دیوانے سچ کہہ — ہماری طرح تو بھی عاشق کہیں ہے
نظر کام کرتی نہیں جس کمر پر — اُسے دیکھ جوشش جو باریک بیں ہے

اِس کان ملاحت کی اگر یاد نہیں ہے ۴۷۸ یہ خون دل اور لخت جگر کیوں نمکیں ہے
کیا جانیے کیا لطف ہے سینے میں ہمارے جس تیر کو کھینچوں ہوں نکلتا ہی نہیں ہے
سنتا ہے جہاں شور یہ کہتا ہے وہ ظالم — اس گرد میں شاید وہ دِوانا بھی کہیں ہے
دم مارے نہ رہے آگے کیا ماہ کی قدرت ہے ۴۷۹/۴ کھڑا اتر آئے پیارے اللہ کی قدرت ہے
ناطاقتی دل نے گھبرا دیا مجھے ایسا ہے — نے تاب ہے نالے کی نے آہ کی قدرت ہے
آنکھوں میں اپنی دشت و بیاباں بہشت ہے ۴۸۰/۲ جب تک بغل میں یہ دلِ وحشت سرشت ہے
گھر میں ہی کیوں نہ سجدے کیا کیجیے زاہد — کعبے میں اور کیا ہے یہی سنگ و خشت ہے
پھیٹا تو ایک پیچا ہے اور جامہ چست ہے ۴۸۱/۲ اس کا بلی پنجے کی بھی کیا سج درست ہے
زور آوری ہے کیسا ہی مضمون باندھیے الفاظ جس کے سست ہیں وہ شعر سست ہے

جب جدائی میں شام ہوتی ہے ۴۸۲/۹ نیند سب کی حرام ہوتی ہے
ترک تازی پہ تو جو باندھے کمر ابھی تہ کی تمام ہوتی ہے
دیکھ بولی زلیخا یوسف کو یہی شکل غلام ہوتی ہے
بھول جاتا ہوں میں خدائی کو اُس سے جب رام رام ہوتی ہے
اک اشارے سے ابرو خونریز باعثِ قتلِ عام ہوتی ہے
جب وہ آتا ہے منزلِ دل میں اور ہی دھوم دھام ہوتی ہے
زلف و رخ کے خیال ہی میں سدا صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
روکشِ ابروے یار کب ہے تیغ گو بے نیام ہوتی ہے

فوجِ درد و الم کی اے جوشش — مجھ پہ یورش مدام ہوتی ہے

جو کچھ شمع کی جسم و جاں کی طرح ہے ۴۸۳/۵ وہی اس دلِ ناتواں کی طرح ہے
نہ گل میں ترا رنگ و بو دیکھتا ہوں — نہ غنچے میں تیرے دہاں کی طرح ہے
ترے ہجر میں اشک اقلیمِ دل سے — رواں ہر گھڑی کارواں کی طرح ہے
رذالوں سے خواہاں نجیبوں کے دشمن — یہی اب کے نواب و خاں کی طرح ہے
بھلا کس سے تشبیہ دوں ان کو جوشش — سبھوں سے نرالی بتاں کی طرح ہے

کچھ کام نہیں ہمیں وفا سے ۴۸۴/۵ تو ہاتھ نہ کھینچیو جفا سے
کل سب کے گلے لگے ملے تم — تھے ہم بھی تو صورت آشنا سے
ظالم تجھے حق رکھے سلامت — ہم مر گئے تو تری بلا سے
دیکھا بس آبِ تیغ تجھ کو — پیاسے مرتے ہیں تیرے پیاسے
جوں آئینہ اس جہاں میں جوشش — معمور ہے دل مرا صفا سے

یار محفوظ ہے رقیبوں سے ۴۸۵/۵ بولتا کب ہے ہم غریبوں سے
بار پائیں ہم اس کی محفل میں — یہ توقع کہاں نصیبوں سے
دردِ دل کی مرے دوا نہ کریں — ہے یہی آرزو طبیبوں سے
باغباں ان کو باغ سے مت ہانک — چہل رہتی ہے عندلیبوں سے
دوستی اس سے کی ہے اے جوشش — دشمنی ہو گئی حبیبوں سے

مجھ کو آنکھوں نے کیا سرو چراغاں اشک سے ۴۸۶ شعلہ زن ہوں ہر بن سے تا بداماں اشک سے

آئینہ ساں اُس رخ حیرت فزا کے روبرو — رات بھری رہتی ہی میری چشم حیراں اشک سے

منہ لگا کر منہ سے اُس کے رات روئی اس قدر — جمع ہو گئیں یار کی زلف پریشاں اشک سے

ہاتھ کیوں ڈالے ہی گردن پر مری اب ای جنوں — جل گیا مدت ہوئی میرا گریباں اشک سے

یاد میں اُس گل بدن کی آہ روئے یاں تلک — ہو گئے سرسبز میرے خار مژگاں اشک سے

تیر تیرے کر دل پہ جو بیٹھے تھے اے ابرو کماں — اب تلک نکلیں ہیں ان تیروں کے پیکاں اشک سے

کم نہیں ہونے کی جوشش سوزش دل مثل شمع — تر کرے گو چشم گریاں تا بہ داماں اشک سے

۴۸۸

ہر چند کہ دیکھے ہے وہ پیار کی آنکھوں سے — برسنکلے ہے بے رحمی اُس یار کی آنکھوں سے

شدت سے لگا بہنے احوال پہ گر میرے — آنسو بھی کبھی ٹپکے مکار کی آنکھوں سے

. . . کیا شرح و بیاں کیجیے — بیماری نمایاں ہے بیمار کی آنکھوں سے

ہے تیغ نگہ کھینچے شمشیر بکف مژگاں — اب جیتے نہیں بچتے خونخوار کی آنکھوں سے

. . . کی آنکھوں سے آنکھیں تمہی بہتر ہیں — کیا اچھی ہیں ای پیارے دو چار کی آنکھوں سے

. . . سے کر ہم چشمی اے آئینے — غافل نہ ملا آنکھیں بیدار کی آنکھوں سے

ہر طرح اُسے دیکھا وہ دیکھ ہی لیتا ہے — عیاری کرے کیا کوئی عیار کی آنکھوں سے

اتنی بھی رسائی ہو جوشش تو غنیمت ہی — خاک کف پا ملیے دلدار کی آنکھوں سے

۴۸۹

کام کیا مجھ کو ربط عالم سے — آشنا ہوں میں اک تری دم سے

جان تک تجھ کو دے چکے ہم تو — اور تو چاہتا ہی کیا ہم سے

آستیں کا مری خدا حافظ — آگ نکلے ہے دیدۂ نم سے

گر نہ ہوئے امیدِ شادیِ وصل — جی نکل جائے ہجر کے غم سے

وہی آرام سے ہے اے جوشش — اُٹھ گیا جو کوئی کہ عالم سے

ھ ۹۰/۹

منہ بنائے ہوئے پھرتا ہے دو کل سے ہم سے — کوئی آج اُس کو ملا دے کسی کل سے ہم سے

نالہ و آہ فغاں کیوں نہ ہوں ہم دم اپنے — دوستی عشق کو ہے روزِ ازل سے ہم سے

نالہ خاموش پھر آزردہ نہ ہو جائے کہیں — آج بولا ہے وہ کس ردّ و بدل سے ہم سے

خوف رکھتے ہیں تری کم نگہی کا ورنہ — یار ڈرتے ہیں کوئی تیغِ اجل سے ہم سے

جوشش اُس عربدہ جو ترک ستمگار نے آج — آشتی کی ہے تو ہے جنگ و جدل سے ہم سے

ھ ۹۱/۹

کیا شمع کو ہے نسبت اُس شوخ سیم بر سے — داغی غلام جس کے ہیں سینکڑوں قمر سے

کیوں کر نہ کہیے نازک مو سے تری کمر کو — وہ تاب آگ سے کھائے یہ گرمیِ نظر سے

جلوے نے تیرے بخشی یہ باغ کو تجلی — پیوند ہر شجر کو ہے طور کے شجر سے

جل کر تمام سینہ اک آبلہ ہوا ہے — نکلے ہے یا الٰہی کیا آگ چشمِ تر سے

نوکِ مژہ پہ قطرے آنسو کے جم رہے ہیں — حیرت زدوں کو تیرے کیا کام ہے گہر سے

نوبت یہاں تلک تو پہنچی ہے اب ہنر کی — ہر بے ہنر کو دعویٰ ہے صاحبِ ہنر سے

ہے عشق کار فرما اقلیمِ دل کا اپنی — گو بادشاہ بھی ہو بدتر ہے یاں نفر سے

جب تک کہ دھڑ پہ سر تھا لاکھوں ہی دردِ سر تھا — سر دے کے تجھ کو قاتل چھوٹا ہیں دردِ سر سے

ٹک کھول چشمِ غفلت جوشش ہے جائے عبرت — میاں سرسری گزر مت دنیا کی رہ گزر سے

ھ ۹۱/۵

لاکھوں ہی کیے قتل گنہ گار مجھی سے — رہتی ہے کڑی ایک تری تلوار مجھی سے

ہر ایک گنہگار کی یاں ایک سزا ہے
گردن زدنی ہیں تو گنہگار بھی مجھ سے

کہتے ہیں تری تیغ کو ہے قاتل عالم
اے کاش رہے اس کو سروکار بھی مجھ سے

منصف تو بد دل ہے یہی ڈر ہے کہ مجھ کو
بخشیں نہ کہیں میرے طرفدار بھی مجھ سے

منظور اُسے جور و جفا سے ہے جو کوشش
رہتا ہے خفا اک وہ ستمگار بھی مجھ سے

۲۹۲
۹

یار نکلا نہ تا سحر گھر سے
بندھ گئے ہاتھ حلقۂ در سے

گر یہی رست خیز نالہ ہے
مجھ کو ڈر کیا ہے شور محشر سے

آستیں جل نہ بجھے گی شمع صفت
ہاتھ اُٹھا میرے دیدۂ تر سے

اہل جوہر نہیں فراغ نصیب
تیغ زنجیر میں ہے جوہر سے

ہوتی ہے اب روانہ کشتی مے
ابر دل کھول کر کہو برسے

اپنے سینے میں داغ آتش زا
ہیں بڑے سیکڑوں سمندر سے

فیض پروردہ سے ہیں کہ نہیں
لب صدف کا تر آب گوہر سے

دل حیراں مرا حضور اُس کے
چھپے نہ آئینۂ سکندر سے

عمل بد عمل میں ہیں جو کشش
دل مرا کانپتا ہے اس ڈر سے

۲۹۳
۷

روشن ہوا یہ خانۂ دل اُس کے نور سے
موسیٰ ہمیں غرض نہیں کچھ کوہ طور سے

آئین عاشقی میں ترقی کی آرزو
رہتی ہے میرے عجز کو اُس کے غرور سے

اے غافلو یہ زندگی ناپائدار ہے
باور نہ ہو تو پوچھ لو اہل قبور سے

نقش حصیر اپنے بدن پر ہے پیرہن
سنجاب سے ہے کام نہ مطلب سمور سے

جز اشک دعویٰ کون مرے منہ سے کرے غم — غربت زدہ ہوں آگیا ہوں میں راہ دور سے

آپ ہی میں جل بجھوں گا سحر تک بہ رنگ شمع — مجھ کو اٹھا نہ دیجیو اپنے حضور سے

پھنس جائے گا تو دام تعلق میں یک بیک — جو کشش نہ تھی امید یہ تیرے شعور سے

۲۹۴

جدا ہوں جب سے میں اس شعلہ رو سے — بھبھوکے نکلے ہیں ہر ایک مو سے

میاں تم میرے گھر آؤ نہ آؤ — اٹھایا میں نے دل اس آرزو سے

۲۹۵

بکھرے بالوں میں ہی کھڑا تیرا حسن خوبی سے — ابر میں مہ کو نہ دیکھا کبھی اس خوبی سے

کبھی غمزہ تھا کبھی عشوہ کبھی ناز و ادا — لے لیا دل کو مری جان نے کس خوبی سے

غافلوں کو نہیں کچھ خاک در عشق کی قدر — مطلع جوں نہیں اکسیر کی اس خوبی سے

خم رخی خوب نہیں مانو کہا آؤ مسلو — آگئے تم ملتے تھے جس خوبی سے اس خوبی سے

دشمن حسن دو حواس آہ تجھے دیکھتے ہی — نہ حواس اپنے رہے اور نہ حس خوبی سے

مبتلا درد سر عشق میں ہے یک عالم — صندل اس طرح لگاتا ہی وو گھس خوبی سے

گردش چرخ سے نالاں نہ ہو گر دانا ہے — جو کشش اس اسیرا میں بیٹھ کے بس خوبی سے

۲۹۶

اگر دو چار بھی ہو جائے کہیں مجھ سے — تو یہ غضب ہے کہ وہ بولتا نہیں مجھ سے

سیاہ بخت بھی ہوتے ہیں میاں کہیں مجھ سے — کہ سرخ رو نہ ہوئی تیری تیغ کیں مجھ سے

گئے گلابی مرے ہاتھ سے تھی کہیں اس کے — شب گزشتہ عجب حرکتیں رہیں مجھ سے

میں ان رقیب چکوروں سے تو نہیں ملتا — رہی ہے جبیں بہ جبیں کیوں وو نہ جبیں مجھ سے

ہجوم نالہ و آہ و فغاں سے یک دم میں — بہ تنگ آگئے سب میری ہم نشیں یا مجھ سے

اس اشک کو میں کھایا ہی جلاد بنا کیا
گلہ رکھے ہی جو داماں آستیں مجھ سے

کہوں ہزار غزل اس زمین میں جوشش —
....

۲۹۷/۳

.... ستم سے
برباد رکھو پیارے یہ یا نہ ہو گئے ہم سے

اللہ تا قیامت تجھ کو رکھے سلامت
کیا کیا ستم نہ دیکھے ہم نے ترے کرم سے

...... تیرے میں سر سے ہاتھ اٹھاؤں —
لیکن نہ سر اٹھاؤں ظالم تری قدم سے

۲۹۸/۹۸

چاند ٹکڑے سے تری ہی بار کہ ہر طرح سے
نظروں میں اٹک چلے ہیں اس کو ہم ہر طرح سے

یا خاک ہو جاؤں گا یا ہوں گا خاک رہ گزر
لے رہوں گا یار میں تیرے قدم ہر طرح سے

چاہیے کی اپنے تو جس طرح چاہے لے قسم
ہم تو ہیں تیار کھانے کو قسم ہر طرح سے

گر جفا گر جو رہے گا ہی تعدی گہ ستم
حال پر میرے وہ کرتا ہی کرم ہر طرح سے

خواہ بت خانہ ہو مسکن خواہ بیت اللہ ہو
تیرے ہی بندے کہائیں گے صنم ہر طرح سے

گوش دل سے اپنے نہ دی ذرا تو سن پائیں
ہم کہیں گے قصۂ درد و الم ہر طرح سے

ہجر میں روئیں گے یا نالے کریں گے تو نہ رو
یار ہم کر لیں گے اپنا آپ غم ہر طرح سے

وہ کبھی عشوے کری ہے اور کبھی ناز و ادا —
ہم پہ ہو رہتا ہے اے جوشش ستم ہر طرح سے

۲۹۹/۵

دور اشک سے تپ دل پر غم نہ ہو سکے
باراں سے سوز برق کبھی کم نہ ہو سکے

جمعیت جہاں کو برہم کرے فلک
لیکن یہ بزم غم کبھی برہم نہ ہو سکے

گو ہاتھ آئی تخت سلیماں پہ تا بہ مرگ
وارستگاں سے منت خاتم نہ ہو سکے

جب تک کہ دو پیالے یہ آنکھیں پلا نہ دیں
مستوں سے تیرے سیر دو عالم نہ ہو سکے

اس بحرِ موج خیز میں جوششِ حباب وار — سیراب میرے دیدۂ پُرنم نہ ہو سکے

۵۰۰/۵ جیسا ہوا ہے دہر میں مجنوں نہ ہو سکے — صحبت برابر زیست کسی دن نہ ہو سکے

شبنم کی طرح سامنے اُس آفتاب کے — ہونے کو تو ہوئے تھے ولیکن نہ ہو سکے

عقرب کی کیا مجال جو ہو جائے دو بدو — زلفِ سیہ کے سامنے ناگن نہ ہو سکے

ہے سحرِ سامری تری آنکھوں کا اختراع — تیرا حریف تو کوئی کاہن نہ ہو سکے

جوشش کرے وہ قتل تو اس بیکسی بغیر — کوئی مرا نصیر و معاون نہ ہو سکے

۵۰۱/۵ تیری خدمت سے جدا یار نہیں ہونے کے — ہم کہیں اور گرفتار نہیں ہونے کے

گو کہ اس خانۂ ہستی سے کریں نقل مکاں — یہ تری چشم کے بیمار نہیں ہونے کے

آئینہ رو ہیں وہ اور ہم ہیں غبارِ رہِ عشق — اس کی خاطر پہ کبھی بار نہیں ہونے کے

گور میں تو نے سلایا ہے جنھوں کو اے بخت — شورِ محشر سے بھی بیدار نہیں ہونے کے

بیچنا ہوئے جو دل تجھ کو تو بیچ اے جوشش — پھر بتاں اس کے خریدار نہیں ہونے کے

۵۰۲/۳ دامان کو دکھائیے کیا دن بہار کے — قربان ہوں میں اس مژۂ اشک بار کے

لالے کی پنکھڑی نہ ہو دامان میں مرے — ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں دلِ داغ دار کے

ساقی کہیں شراب بھی اس بہار میں — جوشش کی جان نکلے ہے مارے خمار کے

۵۰۳/۶ متروکِ جگر نالے ہیں مردودِ اثر کے — جوں تیر ہوائی نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے

کیوں کر نہ گریں قاصد اشک اپنی نظر سے — کس کام کے ہیں یہ نہ خبر کے نہ عطر کے

ہوتی ہے ترقی مری بیتابیِ دل کو — اے کاش . . . آنکھ نہ بھر کے

غیروں سے تجھے دیکھ کے سرگرمِ محبت — ہم رہ گئے ناچار دمِ سرد ہی بھر کے
رسوائے خلائق تجھے کر چھوڑیں گے آخر — ڈر طفل سخنگوں سے کہ یہ بھیدی ہیں گھر کے
اس کے لب و دندان کے مشتاق ہیں خوش‌چشم — نے لعل کے طالب ہیں نہ مشتاق گہر کے

۵۰۴
کشتی ہے تباہ دل شدوں کی — لینا خبر اپنے بیخودوں کی
اے سرو سہی کے آب گلشن — چلیو مت چال خوش قدوں کی
کیوں کر وہ کرے سلوک ہم سے — خاطر ہے نہ عاشقوں کی
تعمیر کنشت دل ہوا جب — زاہد نہ بنا تھی مسجدوں کی
کہنا مت مان واعظوں کا — بیہودہ ہے بات بیہدوں کی
ڈاڑھی نہ رہے گی شیخ صاحب — صحبت میں نہ بیٹھو امردوں کی

۵۰۵
نت نئے عذر ہیں نہ آنے کے — ہم ہیں دیوانے اِن بہانے کے
شوق سے تو مجھے نشانہ کر — ہوں میں قابل ترے نشانے کے
مجھ سے جوشش تو کچھ سبب پوچھ — ق — واں سے آنے کے یاں سے جانے کے
چپ ہی رہ جا یہ قفل ہیں بیانے — اُس کی قدرت کے کارخانے کے

۵۰۶
منتفی سب ہیں یہ دنیا جگہ آرام کی — اس میں گر تو ہی نہیں ملتا تو پھر کس کام کی
سالہا گذری کہ ہم بیٹھے ہیں تیرے منتظر — اے کبوتر خوش لگی تجھ کو ہوا کس بام کی
مار ڈالا درد دل نے انتہائے عشق ہیں — تھی یہی تدبیر اس آغاز کے انجام کی
تو جو ہم کو یاد فرماتا نہیں لے بے وفا — چال کیا دنیا سے اُٹھ گئی نامہ و پیغام کی

جانتے بھی ہم نہیں اس کدے میں یا نصیب — شکل کیا مینا کی ہے اور کیا ہے صورت جام کی

کفر پر مت طعن کر اے شیخ میری رو سے زہد — مجھ کو ہے معلوم کیفیت ترے اسلام کی

کیوں نہ چھیڑوں اس کو جوشش کہ بھاتی ہے مجھے — خوبی اس کی چھیڑ لبوں کی شستگی دشنام کی

—

۵۰۷

گرم غیروں سے آشنائی کی — یار نے حد ہی بے وفائی کی

روز محشر تو روز محشر ہے — بری ہوتی ہے شب جدائی کی

نہ مٹا جو لکھا تھا قسمت میں — ہم نے ہر چند جبہہ سائی کی

بے وفا وہ نکل گیا جوشش — بھولے جو اس سے آشنائی کی

—

۵۰۸

چھوڑ دی چال ظلم رانی کی — ان نے کیا خاک مہربانی کی

کیوں ڈرائے ہے اے اجل ہم کو — ہے ہوس کس کو زندگانی کی

ایسے جینے سے موت بہتر ہے — اس کی خاطر پہ جب گرانی کی

اے خضر تجھ ہی کو مبارک ہو — آرزو عمر جاودانی کی

صاف دل تو وہ بدگمان نہ ہوا — ہم نے ہر چند جاں فشانی کی

ہم رہے پاس اعتراض ہی میں — غیر پر ان نے مہربانی کی

چشم نے رات تا سحر جوشش — اس کے پاؤں پہ دُر فشانی کی

—

۵۰۹

طبیعت آج بہکی ہے ہمارے دیدۂ تر کی — دبیر چرخ سے کہہ دو خبر لے اپنے دفتر کی

صفائی خط کی ان کے کون پا سکتا ہے کیا قدرت — اڑ جاتی ہے قلعی یاں تو آئینے کے جوہر کی

کہاں طے ہو سکے رستہ تجلی خیز دیدار کا — پڑی ہی اس راہ میں روح الامیں کو اپنے شہپر کی

ہے کشتیِ وجود فنا دم میں جوں حباب
اس بحر کے کنارے سے ہم پار ہو چکے

اے شیخ عزمِ طوفِ حرم تھا یہ کیا کریں
اب وا ہم ان بتوں کے پرستار ہو چکے

جوشش مشتاقی کا یہ غمِ ہجر تا بہ کے —
ہم اپنی زندگانی سے بیزار ہو چکے

۱۳ ۹

چشم کس طرح نہ حیرت سے ہو پامال اس کی
مردمِ دیدۂ آئینہ ہے تمثال اس کی

سنگ پارہ ہے وہ شیشے کی خوں ریزی
مرد ماں دیکھ تو پھر آنکھیں ہیں کیوں لال اس کی

نے کسی نے ترے بیمار کو مارا اے چشم
جز قضا کون کرے پرسشِ احوال اس کی

ہائے وہ ماہ نہ آنکھوں پہ چڑھے ہے نہ دل
بس کہ دل چھپ گئے خوبیِ خط و خال اس کی

غنچۂ دل کی جگہ جیسے تبسم آتا ہے
ٹوٹ کر سینے میں رہ جائے اگر بھال اس کی

دیکھو دیکھو مت اس کی طرف اے جوشش —
آفتِ جان ہے رخ زلف ہے جنجال اس کی

۱۳ ۲

وہ جوانی کے جو تھے ایام آخر ہو چکے
پیری آئی اب کہاں آرام آخر ہو چکے

ضبطِ اشک و آہ سے کیا فائدہ اے ہمدماں —
رو پیے دل کھول کر بدنام آخر ہو چکے

۱۴ ۱۰

پہنچی ہے خبر کیا اسے ابروئے صنم کی
خم بار خجالت سے ہے محرابِ حرم کی

آنکھوں کو کیا فرش رہِ یار و لیکن
اڑ کر نہ پڑی خاک کبھی تیرے قدم کی

کس طرح کہوں حالِ دلِ زار کسی سے
نالوں سے نہیں ملتی ہے فرصت مجھے دم کی

مطلق نہیں آگاہ وہ آئینِ وفا سے
کرتا ہے شکایت جو ترے ظلم و ستم کی

طالب جو ہوا اس کے دہن اور کمر کا
اس ہستیِ موہوم سے لی راہ عدم کی

اے شیخ جو تو کعبۂ دل دار کو دیکھے
دل میں نہ رہے تیری ہوس باغِ ارم کی

وہ جلسے تو معلوم جو کچھ رہتے تھے باہم
سب ترے ستم نے ان روزوں ملاقات بھی کم کی

پھر کھا قسم اے وعدہ فراموش قسم ہے
بھاتی ہے ادا مجھ کو تری جھوٹی قسم کی

سیدھا تجھے کر چھوڑیں گے ہے قائلِ شیخ
ساقی نے صراحی کی جو گردن کبھی خم کی

جوشش کی طرف دیکھے ہے دزدیدہ نگہ سے
ہے سب سے جدی وضع ترے لطف و کرم کی

٥١٥/٦
سادہ رویاں جو خط نکالیں گے
ایک عالم کو مار ڈالیں گے

تیر اس کا جو ادھر آئے گا
اپنی چھاتی سے ہم نکالیں گے

قتل کرنا نہیں جو تو ہم کو
ہم بھی کیا تجھ سے خوں بہا لیں گے

امتحاں ہے تو اس سے کیوں ڈریے
جان لیویں گے اور کیا لیں گے

جیتے ہم رہ سکے اگر اے دل
تجھ سا دشمن بغل میں پالیں گے

اس زمیں میں جو کوئی کہے گا غزل
ہم غزل سے غزل لڑائیں گے

٥١٦
لوحِ ہستی کو نہ لے تیغ و تبر چھیڑیں گے
ذکرِ ارّہ ہی سے چھیڑیں گے اگر چھیڑیں گے

عشق کی راہ میں سر کاٹ کے دھر دیویں گے
.... جو سر چھیڑیں گے

داغِ دل پہ مرے کوئی ہاتھ نہیں رکھ سکتا
.... سپر چھیڑیں گے

غیر کے کہنے میں مت چل زکریا کی طرح
ورنہ یاں تجھ کو بھی آرے تلے دھر چھیڑیں گے

دل کے پھوڑے نے ستایا ہی یہ سنتی ہیں خبر
اس کو جرّاح مسیحا تا بہ سحر چھیڑیں گے

ق
ہم نے جوشش یہ سنا ہے کہ ہنر مند کئی
کہتے ہیں سب سے ہو کیسا ہی حجر چھیڑیں گے

بیٹھے پیرا کریں خارا و بلور و الماس
دل وہ پتھر نہیں جو اہلِ ہنر چھیڑیں گے

۵۱۷/۲ گو اپنے ہاتھ مفت ہی دونوں جہاں لگے — لیکن بغیر کوئے صنم جی کہاں لگے

دیر و حرم تو کیا ہے سنا شیخ و برہمن — جنت بھی ہے جہنم اگر جی نہ واں لگے

۵۱۸/۲ روز عاشق ترا آنے کو اے جانی آئے — سُبکی ہے جو ترے دل پہ گرانی آئے

کس سے تصویر تری کھنچ سکے اے آئینہ رو — منہ لگے دیکھنے گر سامنے مانی آئے

ہم کو تو یاد نہیں ہم پہ جو گزری تجھ بن — تیرے آگے کہے جس کو یہ کہانی آئے

آنکھیں روشن ہوں مری حضرت یعقوب کی طرح — جس گھڑی سامنے وہ یوسف ثانی آئے

چین کیا خاک ملے دل کو مری پیری میں — ہر گھڑی یاد جب ایام جوانی آئے

گرم ہو بزم سخن اس سے جہاں میں جوشش — شمع کی طرح نہ جسے چرب زبانی آئے

۵۱۹/۲ یہ تو ممکن نہیں آغوش میں وہ یار آئے — نام لیتے ہوئے عاشق کا جسے عار آئے

خوش ہے یوں سینے میں دل دام تعلق سے نکل — چھوٹ کر باغ میں جوں مرغ گرفتار آئے

جنس بازار محبت ہے مرا دل اے درد — بیچیے گر کوئی تجھ سا ہی خریدار آئے

دل رنجور نے دی مہر خموشی لب پر — آہ کیا ہے عیادت کوئی غمخوار آئے

کھینچ لائے نہ اگر عفو کی امید اس کو — کس طرح سامنے تیرے یہ گنہگار آئے

سرکشوں سے نہ رکھ امید توقع جوشش — کب قدم بوسی کو خار سر دیوار آئے

۵۲۰/۲ رونے پہ جس گھڑی یہ چشم پر آب آئے — رستے ہیں یہ چھکے گر منہ پہ سحاب آئے

صحبت برآر کب ہو آئینۂ خاطر دل سے — جب عکس ہی سے اپنے اس کو حجاب آئے

قانون دل کی آواز کانوں میں جب بھری ہو — خاطر میں کب صدائے چنگ و رباب آئے

ہے چشم مست تیری غارت گرِ دل و دیں
کیا تیرے پاس کوئی خانہ خراب آئے

رہیو انیسِ دل تم اے صبر و تاب و طاقت
نامے کا میرے جب تک واں سے جواب آئے

جوشش بھری ہوئی ہیں ٹکڑے جگر کے دل کے
اس چشم خوں فشاں میں کس طرح خواب آئے

۵۲۱/۲

رونے پر جب یہ چشم نہ آئے
کوہ کے پانی تا کمر آئے

رو بہ رو اُس کے تو نہ رو جوشش
کہیں اس کا بھی دل نہ بھر آئے

۵۲۲/۹

بھاتی نہیں زیادہ تری گفتگو مجھے
میں خوب جانتا ہوں تجھے اور تو مجھے

پڑتی ہے جب نگاہ مری ماہتاب پر
آتا ہے یاد آہ وہی سادہ رو مجھے

کس طرح میں نہ روؤں کہ ہے نمازِ عشق
کرنا ہی آبِ چشم سے اپنے وضو مجھے

رسوا نہ ہوں میں چشم غزالاں میں اس قدر
وحشت لیے پھرے نہ اگر کو بکو مجھے

ایسے کہاں نصیب کہ دیدارِ یار ہو
گردش ہی میں رکھے گی سدا جستجو مجھے

زخمِ جگر تو میرا نہ پائے گا التیام
احسانِ منتِ صفت نہ کرائے رفو مجھے

کرتا ہوں زلفِ یار سے ہر آن گفتگو
کہتی ہے خلق اس لیے افسانہ گو مجھے

تقصیر ایسی کیا ہوئی مجھ سے کہ جب نہ تب
چشمِ غضب سے دیکھے ہے وہ تند خو مجھے

جوشش اسی کے در کی گدائی سے کام ہے
شاہیِ دو جہاں کی نہیں آرزو مجھے

۵۲۳/۶

اے بخت تاج و تخت سے کیا کام ہے مجھے
کافی ہے بس یہی کلہِ بوریا مجھے

دنیا کی جستجو ہے نہ عقبیٰ کی آرزو
جب سے ملا ہے یہ دلِ درد آشنا مجھے

اس بحرِ بے کنار میں جوں کاسۂ حباب
اندیشۂ بقا ہے نہ فکرِ فنا مجھے

ہوتا اگر نہ غنچہ و گل میں ترا ظہور — یارب چمن کی سیر سے کیا کام تھا مجھے
جوں جوں ہنسے ہے یار میں روتا ہوں زار زار — کیا جانیے کہ ان دنوں کیا ہو گیا مجھے
جوشش ملے ہے لذت کونین عشق میں — درکار کیا ہے منت شاہ و گدا مجھے

۵۲۴
عیش کی ہے اسی سے آس مجھے — غم دیا جس نے بے قیاس مجھے
اُس جفا جو سے اشک و آہ بغیر — کون کر دیوے روشناس مجھے
باغباں دست برد گل چیں نے — اس چمن سے کیا اُداس مجھے
دم خنجر پہ دم نکلتا ہے — اب ہے مرنے سے کیا ہراس مجھے
ابھی طوفاں مچاؤں رو رو کر — گر نہ ہو یار تیرا پاس مجھے
اپنی عریانی ہی سے ہوں محفوظ — کچھ نہیں حاجت لباس مجھے
اُس تغافل شعار کے ہاتھوں — ایک ہی ہے امید و یاس مجھے
صحبت غیر اُس کو بھاتی ہے — کب بٹھاتا ہے اپنے پاس مجھے
دل کو مت چھوڑ تیری خدمت میں — درد اتنی ہی التماس مجھے
شکوۂ دہر کیا کروں جوشش — غم سے باقی نہیں حواس مجھے

۵۲۵
آ گئی جوشش وضع خاموشی و تنہائی مجھے — کوئی دیوانہ کہے ہے کوئی سودائی مجھے
لگ گئی ہے آنکھ پر آنکھوں میں پھرتا ہے وہی — عین خواب وصل ہے یہ خواب تنہائی مجھے
اور ہی کچھ رنگ دشت خار کا ہوئی بہار — اک قدم چلنے دی گر یہ آبلہ پائی مجھے
کعبۂ دل چھوڑ کر مسجد میں سجدہ کیجیے — زاہدو آتی نہیں یہ ناصیہ سائی مجھے

تجھ سے ہو جائے شناسائی یہی ہے آرزو — یوں تو اک عالم سے ہو گئی ہے شناسائی مجھے

لے گئی یک مرتبہ دل کو شراب بیخودی — چشم مخمور اس کی ہوشش یاد جب آئی مجھے

۵۲۶/۵ جو درد و غم سے کسی کے ہوئے گراہ مجھے — رکھیں نہ دوست کبھی میرے اشک و آہ مجھے

ہزار بار ترے در پہ لائی بے تابی — پہ دیکھنے نہ دیا تجھ کو اک نگاہ مجھے

جہاں تمام نظر آئے ہے سیاہ بخت — ترا خیال جو آئے ہے گاہ گاہ مجھے

کسی کے روئے درخشاں کا ہوں میں لو آشنا — پسند آئے نہ ٹک حسن مہر و ماہ مجھے

عجب نہیں جو نہ ہوئے وہ میرے درپئے کیں — کہ اس کی تیغ سمجھتی ہے خیر خواہ مجھے

۵۲۷/۹ جوں گرد کارواں نہیں آرام یاں مجھے — کس رہگزر میں چھوڑ گئے ہمرہاں مجھے

بے مہری سپہر بھی شرمندہ ہو گئی — تجھ سے تو یہ امید نہ تھی مہرباں مجھے

جوں گرد باد بیٹھنے دے گا نہ چین سے — گردش ہی میں رکھے گا سدا آسماں مجھے

نام و نشاں سے ہاتھ اٹھاؤں نہ جب تلک — کیوں کر ترا نشاں ملے اے بے نشاں مجھے

اظہار اپنی خوبیوں کا اس قدر نہ کر — معلوم ہو گئیں تری سب خوبیاں مجھے

کہنے سے غیر کے تو مجھے بدگماں نہ جان — ہے وہ ہی بدگماں جو کہے بدگماں مجھے

اے یار سجدہ گاہ دو عالم ہے در ترا — جوں آستان کعبہ ترا آستاں مجھے

بے تابیاں نہ کر دل بے تاب اس قدر — مارے ہی ڈالتی ہیں یہ بے تابیاں مجھے

جوشش سوائے شمع شبستاں ہے آہ حیف — اس بزم میں ملا نہ کوئی ہم زباں مجھے

۵۲۸/۷ ناتوانی اٹھنے دیتی تھی نہ بستر سے مجھے — وحشت دل نے نکالا کھینچ کر گھر سے مجھے

نے بلد نے راہ بر ہے کوئی راہِ عشق میں — دست و پا گم کردہ ہوں چلنا پڑا سر سے مجھے
طالبِ دیدار کو کچھ جان کا صرفہ نہیں — تشنہ ہوں سیراب کر مژگاں کے خنجر سے مجھے
اے ہوس کس واسطے ہوں طالبِ ظلِ ہما — سر پہ کچکول گدائی کم ہے افسر سے مجھے
میں نہ ہم بزم ہوا جن سے اے نازک مزاج — سانس بھی لینی ہوئی دوبھر تری ڈر سے مجھے
اے صفا دشمن نمود جوہر آئینہ دیکھ — صاف دل ہوں کام کیا اظہار جوہر سے مجھے
نقشِ دل پر مصرعِ فدوی ہے جوشش جوں نگیں — اب نکلنا خوش نہیں آتا کہیں گھر سے مجھے

$\frac{٥٢٩}{٥}$

کھینچ شمشیر کہ دھڑکا نہ تجھے ہے نہ مجھے — قتل کر قتل کہ خطرہ نہ تجھے ہے نہ مجھے
ہاتھ آیا ہے قناعت کا خزانہ اے دل — اب کسی بات کی پروا نہ تجھے ہے نہ مجھے
میں تصور سے ہوں محظوظ تو غیروں سے خوش — یار ملنے کی تمنا نہ تجھے ہے نہ مجھے
رحم ہرگز نہ کیا چاہیے - اب اندیشہ — ستم و جور و جفا کا نہ تجھے ہے نہ مجھے
ترک گلزار جہاں کیوں نہ کروں اے جوشش — خواہش سیر و تماشا نہ تجھے ہے نہ مجھے

$\frac{٥٣٠}{٣}$

ایک بوسہ جو لب سے دو گے مجھے — اے مری جان مول لو گے مجھے
ابھی تم نام بھول جاتے ہو — ہجر میں یاد کب کرو گے مجھے
غیر سے پیش رفت ہووے گی — میں سنوں گا جو کچھ کہو گے مجھے

$\frac{٥٣١}{١١}$

مت ستا چشم اشک بار مجھے — دیکھ لینے دے روی یار مجھے
کس ادا سے وہ ہاتھ جھاڑی ہے — ناز سے پشت دست مار مجھے
دل پُر درد آہ و نالہ کی — دیتے ہے تکلیف بار بار مجھے

دشمن جاں ہوا ہیں تیری لیے — تو نے سمجھا نہ دوستدار مجھے

زور رکھتی ہے آتش دوری — مثل سیماب بے قرار مجھے

کیجیے اس دور یہ روزگار سیر — دے جو فرصت یہ روزگار مجھے

شمع ساں بزم وصل سے اس کی — داغ حسرت ہے یادگار مجھے

میں ہوں سرخوش مے محبت سے — خلق کہتی ہے بادہ خوار مجھے

پائمالیٔ فوج غم نے آہ — کر دیا خاک رہ گزار مجھے

کیا کہوں بخشش قضا و قدر ق — ٹوکتا کیا ہے بار بار مجھے

چشم دی ہے سو خوں فشاں جوشش — دل ملا ہے سو داغدار مجھے

۵۳۲ کہاں اے صاحب جوہر اگرچہ نے ہنر ہوئے — بسان تیغ جس کے قبضے میں یک مشت زر ہوئے

سراپا معنی باریک ہی زلف دراز اس کی — بجائے اہل معنی یہ سطول مختصر ہوئے

صفا پیدا کرے اس بحر نے پایاں میں جو کوئی — اسے گھر بیٹھے آب و دانہ حاصل جوں گہر ہوئے

ہوا پرتو سے تیرے آئینہ جس طرح نورانی — ضیاے شمس سے روشن نہ یوں جرم قمر ہوئے

سنو اے ساکنان دہر گر نالے لگوں کرنی — بنائے گنبد گرداں ابھی زیر و زبر ہوئے

کروں میں حلق تر آب دم شمشیر سے اس کے — نہیں ممکن کہ ہمت سے قضا کی اس قدر ہوئے

جو کوئی دشت جنوں میں خاک پھانکے گرد باد آسا — وہی ہم خانہ بردوشوں کا جوشش ہم سفر ہوئے

۵۳۳/۹ جب تلک یاں رہی اے کشتہ مے خوار رہے — غرض آیا وہی یہ خانہ خمار رہے

گور کھا ہیں نے انھیں اپنے دل و جاں سے عزیز — لیکن آخر یہ غم و درد مجھے مار رہے

ٹک منہ لے آفتِ دیں گبر مسلماں کو دکھا — تا نہ آپس میں کسی نوع کی تکرار رہے
زاہد اس زہدِ ریائی سے تو بہتر ہے اگر — گروِ بادہ بدستِ احبّت و دستار رہے
صورتِ یار نمودار نہ ہووے ہرگز — آگے آنکھوں کے اگر پردۂ پندار رہے
راہ پاوے نہ کبھی گلشنِ وحدت کی طرف — جو کوئی دامِ تعیّن میں گرفتار رہے
دل کہیں چشم کہیں ہوش کہیں گوش کہیں — ایسی طاعت سے تو بہتر ہے جو انکار رہے
بخت نے ہم کو دکھایا نہ کبھی روزِ وصال — جب تلک جیتے رہے طالبِ دیدار رہے
جب تلک مے کدۂ دہر میں ہے اے جوشش — مست و مدہوش رہے عقل سے بیزار رہے

٥٣٤

خوشی سے گہ وہ میری بزم میں گزر نہ کرے — ڈروں ہوں صحبتِ غم دیدگاں اثر نہ کرے
شراب میں تو بڑی منفعت ہے اے ساقی — جو زہر بھی ترے ہاتھوں سے پیں ضرر نہ کرے
بہ رنگِ شمع تپِ دل فرو نہ ہووے گی — کبھو یہ چشم مجھے آنسوؤں سے تر نہ کرے
اگر نہ ہو اُسے منظور میری پامالی — تو مشتِ خاک پہ میری کبھی گزر نہ کرے
جو کوئی اور ہماری جگہ ہو اے جوشش — تو اُس کی گالیاں سن سن کے درگزر نہ کرے

٥٣٥

اس دل میں آ تجلیٔ عرفاں کیا کرے — اوجڑ میں جل کے شمعِ شبستاں کیا کرے
آئینہ دار آنکھ جھپکتی نہیں کبھی — کس طرح سوئے عاشقِ حیراں کیا کرے
کرتا ہے ماہ مہر سے ہر دم مقابلت — کوئی کسی پہ دہر میں احساں کیا کرے
یاں جس کی چشمِ دل میں ہو نورِ معرفت — وہ کور سیرِ عالمِ امکاں کیا کرے
انجامِ کارِ عشق کو ساماں چاہیے — جوشش جو ہو گئے بے سر و ساماں کیا کرے

۵۳۶/۹

آنکھوں سے اُٹھ گئے اُس عزلت گزیں کے پردے
حائل کہاں ہیں اب اُس پردہ نشیں کے پردے

اے باغباں رشکِ نقش و نگارِ چیں ہیں
گلشن میں عکسِ گل سے ہر شہ نشیں کے پردے

ان کی نظر سے اُٹھ گئے جن کو ہے کشف کوئی
کیا آسماں کے پردے اور کیا زمیں کے پردے

جو دور ہے اُسے یہ نزدیک دیکھتے ہیں
جوں دوربیں ہیں چشمِ باریک بیں کے پردے

آنکھوں سے یہ نکل کر دامن ہی دیکھتا ہے
طفلِ سرشک بیٹھا کب آستیں کے پردے

غفلت ہی کا ہے پردہ جو دیکھتے نہیں ہیں
منہ پر نہیں پڑے ہیں اُس مہ جبیں کے پردے

جس دم حبیب میرا بے پردہ ہوئے اُس دم
اُٹھ جائیں بے تحاشا عرشِ بریں کے پردے

وحدت سرائے جاناں اُن کو کہاں میسر
دل پر پڑے ہیں جن کے یاں کفر و دیں کے پردے

مطرب نہ چھیڑ ان کو جوشش کا دل جلے گا
رکھتے ہیں سوز تیری سازِ حزیں کے پردے

۵۳۷/۶

گر حال پر مرے وہ ستمگر نظر کرے
جور و جفا کسی پہ نہ بارِ دگر کرے

موثر تری ہی دل میں نہیں نہ اے صنم
یہ آہ گرم وہ ہے کہ پتھر میں گھر کرے

دیتا نہیں ہے فرصتِ تحریرِ دردِ دل
اس طفلِ اشک کو کوئی کیا نامہ بر کرے

یہ وحشت خیز شعلۂ غم کیا عجب ہے گر
پیراہنِ سینہ دل کو یہ [illegible] کرے

ہو خشک تشنگی سے پر امکاں ہی نہیں
آبِ خدنگ تر لبِ زخمِ جگر کرے

جوشش کہاں نصیب کہ یہ شورشِ جنوں
رسوائے خاص و عام کرے دربدر کرے

۵۳۸/۵

کب سے مجھے نامہ و پیغام سے وہ شاد کرے
جس سے یہ ہو نہیں سکتا کہ کبھی یاد کرے

زلف سے مجھ کو نکالا تو کیا قیدِ خط
حق تری عمر دراز اے ستم ایجاد کرے

داد دینی تو کسی کی تجھے منظور نہیں   تیرے آگے کوئی کیا نالہ و فریاد کرے

قیس کی طرح کروں دشتِ جنوں کو آباد   عشق گر تھوڑی سی وحشت مجھے امداد کرے

اس گرفتار کو ہے آرزو اتنی جوشش —   کہ قفس سے مجھے صیاد نہ آزاد کرے

۵۳۹ / ۹

گر قصد اپنے گھر کا وہ غنچہ دہن کرے   ہر گل چمن میں چاک ابھی پیرہن کرے

تا حشر سیرِ باغ و بہارِ عدن کرے   جو خاک کوئے دوست عبیرِ کفن کرے

مانند شمع مجھ کو یہ سوز و گدازِ عشق   نزدیک ہے کہ رونقِ ہر انجمن کرے

جانے ہیں شاعری میں خطا اس کی شاعراں   جو زلف کو مقابلِ مشکِ ختن کرے

رخصت نہ ایک حرف کے دے تنگیِ دہاں   قصدِ سخن ہزار وہ غنچہ دہن کرے

گر شیخ دین میں ہی پرستش بتاں کی کفر   گزرے ہم ایسے دیں سے خدا برہمن کرے

عقدے رہیں نہ غنچہ و بلبل کے درمیاں   وابند پیرہن کو جو وہ گل بدن کرے

اے یار قید ہو تری زنجیرِ زلف میں   دیوانہ ہوئے جو کوئی دیوانہ پن کرے

جوشش کرے جو اہلِ سخن کے سخن میں دخل —   یک عمر چاہیے کہ وہ مشقِ سخن کرے

۵۴۰ / ۵

کیا فائدہ جو شکوۂ ایام کیجیے   راضی رضا پہ رہیے اور آرام کیجیے

اپنی تو جاں مری نظر آتی نہیں مگر   اس جنگ جو سے صلح کا پیغام کیجیے

اے نامہ بر جو لائے ہمیں تو جوابِ خط   یہ نقدِ جاں ابھی تجھے انعام کیجیے

نے تم سے ہم ملے نہ کبھی ہم سخن ہوئے   بے فائدہ کسی کو نہ بدنام کیجیے

جوشش رہا نہ دہر میں کچھ لطفِ زندگی —   چلیے یہاں سے اپنے سر انجام کیجیے

۵۴۱/۵ سیر اپنے عاشقوں کی جاں فشانی کیجیے — آیئے کوچے تلک ٹک مہربانی کیجیے

آب ہو نکلا ہی جاتا ہے مری آنکھوں کی راہ — گوہرِ دل کی کہاں تک پاسبانی کیجیے

خونِ دل لختِ جگر سب کچھ یہاں موجود ہے — جی میں ہے تیروں کی اُس کے میہمانی کیجیے

ہم کو پیری نے کیا یاں تک ضعیف و ناتواں — اتنی طاقت ہی نہیں کہ ذکرِ جوانی کیجیے

زندگی سے ہے یہی منظور اے جوشش مجھے — پاس اُس کے بیٹھیے اور شعر خوانی کیجیے

۵۴۲/۵ الم کیا کیا نہ ہم پر گردشِ ایام سے گزرے — تعلق دل سے اُٹھ جائے تو کیا آرام سے گزرے

وہ غارت گر نظر آتا نہیں جس کے لیے ہم نے — دل و دیں سے اُٹھایا ہاتھ ننگ و نام سے گزرے

نہ منہ اُس کا نظر آیا کبھی نے زلف ہاتھ آئی — ہم ایسی صبح سے باز آئے ایسی شام سے گزرے

نہ رونے کے رہے قابل نہ لائق آہ کرنے کے — ہوئے ناکارے ہم ایسے ضعف سے اب کام سے گزرے

عناد و بغض جو کچھ کفر سے ہے شیخ صاحب کو — یہی اسلام ہے جوشش تو اس اسلام سے گزرے

۵۴۳/۷ عشق میں جان ہی سے در گزرے — ہم سے جو ہو سکا سو کر گزرے

یار بن لطف کیا ہے جینے کا — ایسی ہم زندگی سے در گزرے

مغتنم جانتا ہوں رونے کو — گر مری یوں ہی عمر بھر گزرے

تشنۂ خوں رہے خدنگ اُس کے — اُس جگر کے سوا جدھر گزرے

کہیو میری طرف سے اے قاصد ق — اُس کی محفل میں تو اگر گزرے

کسی دشمن کو بھی نہ روزی ہو — دن جو کچھ تیرے دست پر گزرے

ہم نے دریا بہا دیے جوشش — دیدۂ تر لیے جدھر گزرے

۵۴۴/۶

جس سرزمین پر کہ وہ سرو رواں چلے — قمری و فاختہ ہی کے سائے میں واں چلے

دے گالیاں یہ شمع نے گل گیر سے کہا — چھوٹے کسی کا ہاتھ کسی کی زباں چلے

چل نکلا طفلِ اشک سے کہہ کر یہ لختِ دل — میں بھی رکاب میں ہوں تمہی تو جہاں چلے

کروٹ بھی ماری ضعف کے لینا محال ہے — طاقت کہاں ہے اتنی کہ یہ ناتواں چلے

دل کی شکستگی کی نہ کچھ فکر ہو سکی — بس دیکھتے ہی اس کو ای شیشہ گراں چلے

طفلِ سرشک و لختِ جگر خونِ دل سبھی — آپس میں مل کے پوچھ تو جوشش کہاں چلے

—

۵۴۵/۵

اوروں کی سننے پائے نہ اپنی سنا چلے — کیا آئے اس جہان میں ہم اور کیا چلے

تنہا عدم میں رہنے کا ہوئے گا اتفاق — اک دل رفیق تھا سو اسے بھی گنوا چلے

مثلِ حباب دم میں ہے اس کو شکستگی — اس بحرِ بے کنار میں جو سر اٹھا چلے

پردہ بن جو دیکھے ٹک تری کانوں کے جھومکے — چادر میں ماہتاب کی منہ کو چھپا چلے

جوشش ہی کچھ نہ زخمیِ تیغِ نگہ ہوا — جتنے تھے اس کے سامنے تلوار کھا چلے

—

۵۴۶/۱۰

آئے وہ چار باتیں دل آزار کر چلے — کیا خوب تم عیادتِ بیمار کر چلے

گر ہے یہ خط یہ زلف تو یہ شیخ و برہمن — کوئی دن میں ترکِ سبحہ و زنار کر چلے

عشاق مسکراتے تجھے دیکھ مر گئے — حقِ نمک ادا یہ نمک خوار کر چلے

لے گور میں چلے دلِ نالاں کو ہم مگر — آہ و فغاں سے خلق کو بیزار کر چلے

زلفوں کو منہ پہ کھول کے رخصت ہوا ہے ناز — دامِ بلا میں ہم کو گرفتار کر چلے

یوں تو لڑا ہیں انکھڑیاں غیروں سے ہی مگر — میرے جگر میں تیر ہی تم مار کر چلے

کھینچی نہیں ہے اس نے ابھی تیغ امتحاں
حاضر ہوں بندگی میں ذرا پھر کھڑی تو ہو
اکتاہٹ آتی کیا ہے ابھی گھر کو جائیو
جوشش اگرچہ نزع میں آیا و لے وفا —

۵۴۷/۳ گلزار کو جو ہمہ رو شان دید کر چلے
آنکھیں دکھا کے تم چلے نرگس کو باغ سے
ہے دور دور چشم سیہ مست کا تری —

۵۴۴/۵ حسرت و درد و الم اندوہ و غم لے کر چلے
تھی بہت راہ عدم دور و دراز اس واسطے
عیش و عشرت کا نہ منہ دیکھا اس آفت میں
عشق میں کہلاؤ گے سالار فوج غم وہی
تم نے رخصت مانگی جوشش جیب پہا آنے لیے —

۵۴۹/۶ کشورِ عشق میں رسوا سر بازار ہوئے
طوق و زنجیر سے رہتا ہے سرو کار ہمیں
وائے قسمت کہ اسے ایک نظر دیکھتے ہی
سینہ صافی میں ہوں مشہور میں آئینہ صفت
خط کے آنے سے میاں ہوتے ہو محجوب عبث

گنتے ہی اس کے عشق سے انکار کر چلے
یہ کیا ہے اے رقیبو کہ انکار کر چلے
کوئی دم میں یاں سے ہم بھی سفر یار کر چلے
صد شکر ہے کہ آخری دیدار کر چلے
عاشق گلوں کو جوں گل خورشید کر چلے
عالم کی دید سے اسے نومید کر چلے
کوئی دن میں شیخ مستوں کی تقلید کر چلے
جو کوئی ہے چلا تھا یاں سے ہم لیکر چلے
کوئی دم اس دارِ فنا بیٹھے ہم لیکر چلے
چشم تر آئے تھے ہم اور چشم نم لیکر چلے
دوشِ دل پر آہ کا جو کوئی علم لے کر چلے
بدگماں ایسے ہوئے جو تم قسم لے کر چلے
اُس کے ہاتھ آپ بکے جس کے خریدار ہوئے
حلقۂ زلف میں ہم جب سے گرفتار ہوئے
قابلِ قتل ہوئے ایسے گنہگار ہوئے
تھے غرض جب سے طرح دار میاں ہوئے
اک طرح دار ہی تھے اور طرح دار ہوئے

دور کر اس دلِ آزارِ طلب کو جوشش — یہ دل آزار تری شکل سے بیزار ہوئے

آہ صبحِ شعور شام ہوئی ۵۵۰/۷ عمر غفلت ہی میں تمام ہوئی

کھینچ مت مجھ پہ خنجرِ مژگاں یار بس تیر کی اب تمام ہوئی

رات نالے نے یہ مچائی دھوم نیند ہمسائے کی حرام ہوئی

آہ اس مے کدے میں اے ساقی مے الفت نہ صرف جام ہوئی

روز ملتے تھے اب وہ بات کہاں نوبتِ نامہ و پیام ہوئی

جب گیا کفر کیش کافر کیش بارے تب اس سے رام رام ہوئی

ہم نے سر کو جھکا دیا جوشش — تیغ جب اس کی بے نیام ہوئی

لب جو تم جو بے حجاب ہوئے ۵۵۱/۹ سارے گرداب آفتاب ہوئے

دیکھ بھی ٹک ادھر اے خانہ خراب ہم ترے واسطے خراب ہوئے

ہو کے گھونٹ کیوں نہ گھونٹیں ہم تم تو غیروں سے ہم شراب ہوئے

رات غیروں کے سامنے دیکھا عشوے کیا کیا نہ بے نقاب ہوئے

ہم ہیں اب اور ہجر کی راتیں وصل کے دن خیال و خواب ہوئے

گالیاں بے حساب دینے لگے آج تم بر سرِ حساب ہوئے

دیکھ اس آفتاب کی صورت مضطرب آہ جوں سراب ہوئے

اُس ترسا بچے کا بندہ ہوں جس کے دیوانے شیخ و شاب ہوئے

اس کے ہونٹوں کی بات کیا جوشش — ہم سے ناکام کامیاب ہوئے

یاد میں اُس لب کی جب گریاں ہوئے ۵۵۲/۵
دیدۂ تر چشمۂ حیواں ہوئے

دی پریشانی فلک نے غنچہ ساں
تنگ دل ہم سے جو ٹک خنداں ہوئے

آتش دل وہ ہے جس سے مثل موم
نرم اُس کے تیر کے پیکاں ہوئے

خون دل لخت جگر تھا ماحضر
تنگ آیا جس کے ہم مہماں ہوئے

جن کی خاطر میں نہ تھی حور و پری —
تیری زلفوں کے بلا گرداں ہوئے

مشتاق میں بھی ہوں یہ دل بیقرار بھی ۵۵۳/۸
منہ دیکھتا ہے کیا کوئی تلوار مار بھی

ہم وہ فتادہ ہیں کہ نہ ہوئے کبھی بلند
ہم راہ گرد باد ہمارا غبار بھی

ہرچند وصل میں تو ہزاروں ہی لطف ہیں
لیکن رکھے ہے زور مزہ انتظار بھی

شرمندہ چشم تر سے نہیں صرف جویبار
ہے غرق آب شرم میں ابر بہار بھی

بلبل گلوں ہی سے نہیں نالاں چمن کے بیچ
پہلو میں اس غریب کے چبھتے ہیں خار بھی

اے خضر اپنی عمر پہ نازاں نہ ہو جیو
دیکھی کسی کی عمر یہاں پائدار بھی

تو نے دیا دل اُس کو اے دیوانے کیا کیا
دیتا ہے دل کسی کو کوئی ہوشیار بھی

جوشش سے اشک گرم کے رہتے ہیں شکوہ مند —
دل بھی جگر بھی اور مژۂ اشکبار بھی

غیروں پہ لطف ہے ترا بلکہ کرم بھی ۵۵۴/۹
یار اک نگہ لطف کے مشتاق ہیں ہم بھی

چوں نقش قدم تو ہوئے پامال علائق
دیکھیں گے ان آنکھوں سے کبھی اُس کے قدم بھی

اس دل سے تو جانے کی نہیں دیر کی الفت
بالفرض اگر ہم نے کیا طوف حرم بھی

خنداں ہے ادھر برق اُدھر ابر ہے گریاں
شادی ہی زمانے میں تو ہے ساتھ ہی غم بھی

دل اور جگر بہ گئے جوں اشک کے ہمراہ
اے کاش کہ بہ جاتے مری دیدۂ نم بھی

اس کے لب گوں کا لکھوں وصف تو جوشش —
لغزش ہی میں آجائے ابھی پائے قلم بھی

۵۵۵
زنگ کلفت سے جو فرصت پائیے
دل کو آئینہ ہی کر دکھلائیے

غیر کو تو وہ اٹھا دیتا نہیں
آپ ہی اس بزم سے اٹھ جائیے

عشق میں کیوں چھوڑیے پاس نفس
پھونک پھونک اس آگ کو سلگائیے

شکوۂ اغیار سے کیا فائدہ
چپکے ہی رہ جائیے غم کھائیے

چلیے تک دشت و بیاباں کی طرف
اس دل وحشی کے تئیں بہلائیے

ہو چکی فکر غزل تو انصرام —
جوشش اپنی فکر میں آجائیے

۵۵۶
دامان دل سے گرد تعلق کو جھاڑیے
جوں سرو پاؤں باغ تجرد میں گاڑیے

ممکن نہیں کہ دیکھیے روے شگفتگی
جب تک بہ رنگ غنچہ گریباں نہ پھاڑیے

جو کچھ کہ ہاتھ آئے اڑا دیجیے اسے
قاروں کی طرح مال زمیں میں نہ گاڑیے

بستی میں دل کی حرص و ہوا کا قیام ہے
توفیق ہو رفیق تو اس کو اجاڑیے

جوشش کوئی ہزار کرے یاں مخالفت —
اپنی طرف سے تو نہ کسی سے بگاڑیے

۵۵۷
کوے بتاں میں یار و اگر جانے پائیے
ایسے ہی جائیے کہ کبھی پھر نہ آئیے

مجھ کو سنا سنا کے وہ کہتا ہے غیر سے
اس تیغ کو کسی پہ کبھی آزمائیے

ہے مجھ سے یار دیدہ و دانستہ منحرف
روٹھا جو کوئی ہووے تو اس کو منائیے

کہتا ہوں درد دل تو وہ کہتا ہے کیا بکے
چپ رہیے بس زیادہ نہ باتیں بنائیے

جور و جفائے یار سے جی جائے یا رہے　　حرفِ شکایت اپنی زباں پر نہ لائیے
بے یار مے کشی کی نہ تکلیف دو مجھے　　لازم ہے کیا کہ زہر کا پیالہ پلائیے
رزّاق دے ہی رہتا ہے کھانے کو ہر طرح　　کس کس کے آگے اتنے لیے سر جھکائیے
جوشش وہ تیغ کھینچ کے آیا ہے سامنے —　　کس زندگی کے واسطے اب جی چھپائیے

٥٥٨ ے

مرنا تو بہتر ہے جو مر جائیے　　جی سے کسی کے نہ اُتر جائیے
قتل تو کرتا نہیں وہ کس طرح　　اس کے گنہ گار ٹھہر جائیے
جی نہیں لگتا چمنِ دہر میں　　کیجیے کیا آہ کدھر جائیے
کیا لکھوں طاقت نہیں اے نامہ بر　　مرنے ہی کی لے کے خبر جائیے
آئے ہو گر یاں تلک اے مہرباں　　بیٹھیے کوئی دم تو ٹھہر جائیے
سوئے حرم یا طرف بت کدہ　　ق　　الغرض اے شیخ جدھر جائیے
دونوں جگہ جلوہ گہہ یار ہے　　خواہ ادھر خواہ اُدھر جائیے

٥٥٩ ے

سحر کا وقت ہے اور پی چکا ہے جام کئی　　ابھی نہ گھر سے نکل ہیں خدا کے کام کئی
گل اور لالہ و سرو و صنوبر و شمشاد　　ترے غلاموں میں نامی ہیں یہ غلام کئی
میں کیا کہوں تری تیغ نگہ کی خوں ریزی　　کئی سسکتے ہیں اور ہو گئے تمام کئی
ادھر ہے عشوہ و غمزہ اُدھر ہے ناز و ادا　　کھڑے ہیں آگے ترے بہر اہتمام کئی
نہ مار لاف خرام اے تدرو اس کے حضور　　خجل ہوئے ہیں یہاں تجھ سے خوش خرام کئی
پھرا نہ ایک بھی جیتا گلی سے قاتل کی　　گئے ہیں لے کے مرا نامہ و پیام کئی

کچھ ایک مجنوں ہی فرہاد و وامق و جوشش — دوانے پن میں نکالے ہوئے ہیں نام کئی

مردمِ پیشیں نہ کہ یہ کر گئے وہ کر گئے ۵۶۰/۵ آئے اس دنیا میں اور دو چار دن رہ کر گئے
کل سرِ بازار ایسے روئے اس کی یاد میں دل جگر دونوں گلی میں یار کی بہ کر گئے
تیری الفت کی بدولت اس خراب آباد سے جو جو سہنے کی نہ تھیں باتیں وہ ہم سہہ کر گئے
جی رہے یا جائے بن جائے رہا جاتا نہیں جب گئے اس تیغ کے آگے ہی کہہ کر گئے
عالمانِ دہر جوشش مدرسے میں عشق کے — آنے کو آئے کتابیں اپنی سب تہ کر گئے

روٹھ مت چل یار موسم روٹھ چلنے کے گئے ۵۶۱/۴ مت بدل تیور کہ دن تیور بدلنے کے گئے
سوکھ ہی جانا ترا بہتر تھا اے نخلِ مراد پھولنے کے موسم اور ایام پھلنے کے گئے
سر کٹا جائے کیوں کر اُس کی بزمِ عیش میں جب گئے ہم شمع ساں مشتاق جلنے کے گئے
نے رہا ساقی نہ مطرب نے رہا چنگ و رباب — وے جو تھی اسباب اپنے دل بہلنے کے گئے

اس تند خو سے جو ہیں مری آنکھ لڑ گئی ۵۶۲/۴ اس دل سے اور عقل سے وہیں بگڑ گئی
کیا کہیے تیرے ہاتھوں سے ای دستِ بردِ عشق اس دل کی بستی بات کے کہتے اجڑ گئی
تیرا تو قول تھا کہ نہ ہووے گی یہ تمام اے ساقی دو ہی گھونٹ میں بس بے بنڑ گئی
جوشش لکھا ہیں اس کو سفینے پر اس طرح — گویا کہ بھولی تھی یہ غزل یاد پڑ گئی

ہرچند رکھیے چشمِ تر انگشت کے تلے ۵۶۳/۸ ہے طفلِ اشک کو سفر انگشت کے تلے
مت ناز سے لبوں کو دھر انگشت کے تلے اخگر کوئی رکھے ہے سر انگشت کے تلے
کس طرح سے دو بادیہ پیما ہو اے جنوں ہوں سو سو خار جس کی ہر انگشت کے تلے

شانے نے ہاتھ کھینچا ہے جو زلفِ یار سے — کوئی دل آگیا مگر انگشت کے تلے

پڑ جائیں انگلیوں میں پھپھولے طبیب کے — رکھے وہ نبض میری گر انگشت کے تلے

اہلِ رقم کو چین نہیں ہے کسی جگہ — دیکھو قلم کو ہے سفر انگشت کے تلے

انگشت دخل رکھ مرے ہر حرف پر حسود — بے آب ہوئے کب گہر انگشت کے تلے

جوشش دل اس کے ہاتھ پڑا ہے جو مثل موم — مل ڈالے سنگ کو بھی دھر انگشت کے تلے

٥٦٤/٣

گو کہ اس باغِ جہاں میں ہو بہارِ دوستی — لیک ہے دو چار دن جوں گل قرارِ دوستی

شمع پروانے سے بدظن بدگمان بلبل سے گل — اٹھ گیا ایسا جہاں سے اعتبارِ دوستی

اب نہ وہ شورِ جنوں جوشش رہا ہے نے وہ عشق — آہ اک سینے میں رہ گئی یادگارِ دوستی

٥٦٥/٥

روتے روتے مٹ نہ جائیں دل سے داغِ دوستی — ہے انھیں پھولوں سے آب و رنگِ باغِ دوستی

دوستی نے تیری اک عالم کو دشمن کر دیا — یار کافر ہوں اگر اب ہو دماغِ دوستی

ناصحوں کی بادپیمائی سے الفت کم نہ ہو — کب بجھے بادِ مخالف سے چراغِ دوستی

تھے عجب ایام جو ہم اور تو ہم بزم تھے — شوق کی مے سے لبالب تھا ایاغِ دوستی

دوستی نایاب ہے عالم میں عنقا کی طرح — لیجیے کیا خاک اے جوشش سراغِ دوستی

٥٦٦/٩

اس جفا جو کو دل دیا تو نے — اے دوانے یہ کیا کیا تو نے

دردِ سر سے جہان کے چھوٹے — مار ڈالا بھلا کیا تو نے

کہتے کہتے زباں تھکی لیکن — نہ سنا ماجرا مرا تو نے

منہ پہ حرفِ وفا نہیں لاتا — کس سے سیکھی ہے یہ جفا تو نے

قصۂ درد کو مرے سچ کہہ   نہ سُنا رات یا سنا تو نے
رازِ دل کیوں چھپایا اے جوشش ––   مجھ کو سمجھا نہ آشنا تو نے

۵۶۷/۵

اے عشق مجھے خوار کیا کیا کیا تو نے   رسوا سرِ بازار کیا کیا کیا تو نے
جو راز کہ سو پردے میں اشک چھپا تھا   اُس راز کو اظہار کیا کیا کیا تو نے
رکھ کر مجھے محروم ملاقات سے اپنی   منت کشِ اغیار کیا کیا کیا تو نے
اے عشق کے شہباز مری طائرِ دل کو   جنگل ہی میں مردار کیا کیا کیا تو نے
جوشش کو جو رکھا باز طلب گاریِ دیں سے ––   دنیا کا طلب گار کیا کیا کیا تو نے

۵۶۸/۵

حباب آسا جو دیکھا روی ہستی اس دوانے نے   پلک کے مارنے کی بھی نہ دی فرصت زمانے نے
دلِ صد چاک ہیرا کیوں نہ ہو رشکِ گلِ خنداں   نمک چھڑکا ہے زخموں پر کسی کے مسکرانے نے
اگر اوج آرزو ہے مشق وضعِ لاابالی کر   بگولے کو کیا ہے سرکش اتنا خاک اُڑانے نے
خفا تھا وہ بتِ بے رحم درد آمیز باتوں سے   جگایا رات اُس کو صبح تک میرے فسانے نے
حریف اُس ترک کا ہو یہ جگر کس کا ہے اب جوشش ––   کنارہ یاں کیا ہے جس کے تیروں سے نشانے نے

۵۶۹/۱۰

بادہ پی بادۂ غم و غصۂ دیریں لے جائے   حسد و بغض و عناد و غضب و کیں لے جائے
نقدِ جاں کو جو تری کاکلِ مشکیں لے جائے   زلفِ سرکش سے بھی کہہ دو کہ دل و دیں لے جائے
فرشِ رہ دیدۂ عشاق ہے اُس تک قاصد   کوئی آئین نہیں نامہ کس آئیں سے لے جائے
عوضِ بوسہ اگر چاہے ابھی دیتا ہوں   دین و ایمان و دل و جاں وہ لے دیں جائے
نقدِ جاں تحفہ ہے بازارِ محبت میں ترے   دستِ رنگین سے یا ساعدِ سیمیں لے جائے

آہ کیا طالعِ برگشتہ سکارِ دل ہے — شکنِ زلف نہ لے ابرو سے پر چیں جائے
برگِ گل کو دے خجالت کفِ پا اُس کی — پنجۂ مرجان کا وہ دستِ نگاریں لے جائے
پھینک دوں باغ میں گر دل کے جگر کے ٹکڑے — بھر کے دامن میں ابھی شوق سے گلچیں لے جائے
بادۂ شوق سے لبریز ہے یہ ساغرِ دل — وہ ہی لے جائے گا جو اس کو بہ تمکیں لے جائے
سرخوشی بخشے اُن آنکھوں کا تصور جوشش — تلخ کامی مری یا دلِ لبِ نوشیں لے جائے

۵۷۰

چھوڑے ہے کس طرح سے مے نوشی — زورِ عالم رکھے ہے بے ہوشی
اک نظر اُس کو دیکھنے پائیں — گو میسر نہ ہو ہم آغوشی
قید کرنا کسی کو ہے منظور — زلف کرتی ہے تجھ سے سرگوشی
ہوں میں سرگشتہ مثلِ ریگِ رواں — کیا کہوں اپنی خانہ بر دوشی
وصف میں اُس دہن کے اے جوشش — ہم نے کی اختیار خاموشی

۵۷۱

تیرے دیوانے بیابانِ عدم کو چل بسے — کیا تماشا ہے کہ ویراں شہر ہو جنگل بسے
ایسی کوئی بستی نہ دیکھی ہم نے اس دل کے سوا — آج جو اُجڑ ہو تیرے ہاتھ سے اور کل بسے
بے قراری کیوں نہ ہو اس کا دم دہشت آٹھ پہر — رات دن اے شوخ جس دل میں ترا چھابل بسے
دیکھنے ہی سے ترے ہیکل کے ہے کل اُس کو پا — کل کہاں اُس دل کو جس دل میں تری ہیکل بسے
آئے گی گل کی لپٹ کپڑوں سے تیرے گل بدن — گو نہ پھولوں سے ترا پیراہنِ ململ بسے
گھیرے یوں رہتا ہے عرشِ دل کو ہر شب دودِ آہ — آسماں پر جس طرح سے رات کو بادل بسے
کیوں نہ دیوانہ ہوں جوشش دیکھ اُسے جس شوخ کے — دانتوں میں مسی برا بجے آنکھوں میں کاجل بسے

ناصح جو اے دل نہ ترے ساتھ گزرتی ۵۷۲ — کیا جانیے کس طرح سے کل رات گزرتی

بے تابی دل چین نہ دیتی مجھے اے صبر — کل تو جو نہ ہوتا عجب اوقات گزرتی

نے جام نہ شیشہ ہے نہ مطرب ہے نہ نے ہے — یہ ہوتے تو کس خوبی سے برسات گزرتی

بس کاٹ کے رکھ دیتا زباں کو تری آگے — شکوے کی زباں پر جو کوئی بات گزرتی

اُس چشم سیہ مست کو گر دیکھتا زاہد — بھر عمر تری سوئے خرابات گزرتی

اے شیخ جو تو دیکھتا اُس آفت جاں کو — نیت مانگتے ہی تجھ کو مناجات گزرتی

گر تو شب تنہائی میں ہوتا نہ اے جوشش — بے حرف و حکایات ہی اے یار گزرتی

اُس نے جس دم مجھ سے بے تقصیر کے ٹکڑے کیے ۵۷۳ — دو ہیں ہو کر منفعل شمشیر کے ٹکڑے کیے

پُرزے کاغذ کے جہاں دیکھو انھیں ناموں کے ہیں — اُس نے اتنے میرے نامے چیر کر ٹکڑے کیے

اُس کی زلفوں کا دوانا یہ دل دیوانہ تھا — ناصحا اس واسطے زنجیر کے ٹکڑے کیے

صاف جب دل سے نہ نکلا اُس کماں ابرو کا تیر — پھینک کر تیر و کماں زہگیر کے ٹکڑے کیے

زلف و ابرو کو تنک دیکھا تھا یہ تقصیر ہوئی — باندھ کر اس واجب التعزیر کے ٹکڑے کیے

کھینچ کر تصویر میری دی مصور نے اُسے — آہ جھنجھلا کر مری تصویر کے ٹکڑے کیے

سلسلے میں اُس کی زلفوں کے ہوئے جا کر مرید — شیخ جی نے آج اپنے پیر کے ٹکڑے کیے

قتل گہہ میں دیکھ کر جوشش کو کہتی ہے یہ خلق — ہائے کس نے ایسے خوش تقریر کے ٹکڑے کیے

آرزوئے ہستی موہوم اے دل کس لیے ۵۷۴ — دور کر جانے بھی دے یہ فکر باطل کس لیے

دی ہے دھونی اب درِ دل پر جو ہونی ہو سو ہو — کوچۂ دلدار ہوتے پھریے سائل کس لیے

ہم کنارا اُس سے غریقِ بحرِ الفت ہو گئے — ہم اُٹھائیں منتِ آغوشِ ساحل کس لیے

بیقراری دل کو ہے اے سالکانِ راہِ عشق — ہیں مقامات اس قدر منزل بہ منزل کس لیے

بیٹھ رہ کنجِ قناعت میں خموشی کر شعار — دل جلی ہوتی پھرے ہے شمعِ محفل کس لیے

گر نہ مقدور... رکھتا تھا جوششِ عشق میں — بخت نے سونپا تھا ایسا کام مشکل کس لیے

۵۷۵/۶

خفگی اُس سے درمیاں آئے — مجھ کو وہ دن خدا نہ دکھلائے

سوزشِ دل اگر بیاں کروں — ابھی میری زبان جل جائے

جو رہے یاد میں ترے لب کی — زندگی کا مزہ وہی پائے

قتل میرا تو چاہتے ہیں سبھی — کاش اُس کے بھی جی میں آ جائے

روٹھ بیٹھا ہے مجھ سے وہ جوشش (ق) — کوئی جا کر اُسے یہ سمجھائے

آرزو ہی میں تیرے ملنے کی — آہ کیا وہ غریب مر جائے

۵۷۶/۴

اُس یار جفا جو نے ہی کیا وضع نکالی — ہر بات میں ہیں جھڑکیاں ہر بات میں گالی

چھاتی جو بھر آئے ہے تو یہ آئی ہے جی میں — کوچے میں ترے بیٹھ کے دل کیجیے خالی

اُس کے غمِ دوری سے ہم آغوش ہوں جیسے — رو بیٹھیں ہیں مرے حال پہ تصویر نہالی

شاکی نہ ہوئے دل پُر درد سے جوشش — وہ دل بھی کوئی دل ہے جو ہو درد سے خالی

۵۷۷/۶

ہے جی میں تجھ بغیر کبھی لب نہ کھولیے — تیرے ہی پاس بیٹھیے تجھ سے ہی بولیے

لے چلیو راہِ عشق میں اِس ناتواں کو — اے عقل اختیار کی ٹک باگ کو لیے

دل کو مرے جلائے ہے کیوں آتشِ فراق — مجھ سے تو انتقام جو لینے تھے سو لیے

تیری بھویں غضب ہیں بناوٹ سے ان کو کیا
شمشیر زنگ خوردہ جو ہو اُس کو رد کیے

اے رخصت بہار یہ حسرت ہی رہ گئی
دل کھول کر چمن میں کبھی ہم نہ رو لیے

جوشش سے پوچھتے ہو عبث لطف وصل کا —
الطاف سے تمک اپنے ہی دل کو ٹٹو لیے

۵۷۸ / ۶

جگر سے آہ اُس کے تیر کا پیکان لے نکلی
یہ عزرائیل . . . میری جان لے نکلی

گریباں چاک سر پر خاک آنکھوں میں بھرا آنسو
مجھے وحشت تری در سے بایں عنوان لے نکلی

نہ اُس سے اُٹھ سکا جب بوجھ ہے باب تنعم کا
عدم سے شمع سب جلنے ہی کا سامان لے نکلی

نکلتے ہی ڈبایا بحر خوں میں ایک عالم کو
تری تلوار اے ظالم یہ کیا طوفان لے نکلی

گلی سے اُس کی جب گھبرا کے باندھا رخت وحشت نے
مجھے بھی ساتھ اپنے آہ یہ نادان لے نکلی

کسی کو گھر دبے میں نے نہ اپنے شعر اے جوشش —
مگر چوری سے یہ شہرت مرا دیوان لے نکلی

۵۷۹ / ۸

نہ برچھی ہاتھ میں لیوے نہ شمشیر و سپر باندھے
ہمارے قتل پر تک وہ کماں ابرو کمر باندھے

وہ باندھے شیخ عمامہ جسے سر درد دنیا ہو
ہمیں کس واسطے سر کو کوئی بے درد سر باندھے

کسی کو بھی نہ سوجھی گل کے مجمع میں تری چھل بل
نہ تجھ سا کوئی نٹ کھٹ ہو نہ خلقت کی نظر باندھے

جلے گا آتش گل سے یہ خار آشیاں تیرا
صبا بلبل سے کہہ اس باغ سے رخت سفر باندھے

خط شوق اُس کو لکھ کر باندھوں میں بال کبوتر پہ
یہ جی ڈرتا ہے جھنجھلا کر کہیں اُس کے نہ پر باندھے

نہ چشم کم سے دیکھو اشک کو اور دل کے ٹکڑوں کو
کہ ہے اہل نظر جو گانٹھ یہ لعل و گہر باندھے

میں کشتہ اُس کی ابرو کا ہوں اور کاکل کا دیوانہ
نہ چھوڑوں دیکھنا اُس کا اگر مار و گر باندھے

درازی اُس کی زلفوں کی بیاں کیا کیجیے جوشش —
نہ باندھی جائے گر وہ شام سے لے تا سحر باندھے

۵۸۰

چمن میں صبح دم اُس یار نے بندِ قبا کھولے
گرہ غنچوں کے دل کی کس طرح بادِ صبا کھولے

پھنکے گر صورِ اسرافیل برپا شورِ محشر ہو
جو دیکھے خواب میں تجھ کو وہ آنکھیں اپنی کیا کھولے

بہ رنگِ غنچہ محجوبی تری بھاتی ہے گلشن میں
تجھے منہ کھولنے سے کیا غرض تیری بلا کھولے

جو دستِ نارسا رکھتے ہیں بندھ جائیں گے ڈرتا ہوں
نہ پھر شانے سے مشاطہ تری زلفِ رسا کھولے

لبِ خاموش تیرا جاہلوں سے وا نہیں ہوتا
یہ قفل ابجدی ہے اس کو تو حرف آشنا کھولے

مرے تو ناخنِ تدبیر فرسودہ ہوئے یارو
گرہ پر ہے گرہ دل میں پڑی اس کو خدا کھولے

بھرا ہے خونِ دل لختِ جگر ہے تہ بہ تہ جوشش
وہ آنکھیں بند کر لیوے جو کوئی منہ مرا کھولے

۵۸۱

ممکن نہیں کہ تجھ تک وہ بن مرا اٹھ آئے
بیٹھا رہوں میں کب تک یاں سے خدا اٹھائے

آنکھوں میں وہ پھرے ہے اور آنکھیں مند گئی ہیں
ایسا نہ ہو مجھے کوئی روزِ جزا اٹھائے

مطلب کو نے طلب یہ بیمار تیرا پہنچے
طاقت کہاں کہ یارب دستِ دعا اٹھائے

گل خستہ حال ہو اور آشفتہ حال بلبل
منہ سے نقاب اُس کے گر ٹک صبا اٹھائے

تنہائی کا مزہ بھی جوشش عجب مزہ ہے
تنہا جو کوئی بیٹھے وہ ہی مزہ اٹھائے

۵۸۲

نہیں نالے کو تا گردوں رسائی
بدن تک نا پہنچے کب تیر ہوائی

پھریں گے خوب رویوں ہی کے در پر
اگر قسمت میں اپنی ہے گدائی

مرا دل توڑ کر او دل شکن تو
پھرے ہے ڈھونڈتا اب مومیائی

خفا ہوتا ہے وہ نامِ وفا سے
کہاں تک کیجے اُس کی بیوفائی

نہ ہوگا ہم سے ترکِ عشق جوشش
کرے مطعون گو ساری خدائی

۵۸۳ دیکھ ہنستا گر فلک سب یار ہنستے بولتے — پاس میرے بیٹھتے اک بار ہنستے بولتے

ہے کسی کی چشم گویا اور لب خنداں کی یاد — جان دیوے کیوں نہ یہ بیمار ہنستے بولتے

آہ کیا ہوتا جو ہم اور تو گل و بلبل کی طرح — باہم اے رشک گل و گلزار ہنستے بولتے

زخم کاری کی طرح ہے نیم بسمل کا ترے — کام آخر ہو گیا خوں خوار ہنستے بولتے

بولنے والے ہنسیں گے سب تجھی اے تند خو — کھینچتا ہے کوئی بھی تلوار ہنستے بولتے

خندۂ جام شراب و قلقل مینا کو دیکھ — مے کدے میں رہتے ہیں دو چار ہنستے بولتے

بولتی ہے رات بولے صبح ہنستی ہے ہنسے — اپنی تو ہے موت اے دل دار ہنستے بولتے

ق خوش قدان گل دامن کہسار میں جوشش کے ساتھ — پھرتے تھے جوں کبک خوش رفتار ہنستے بولتے

ایک ہم روتے تھے اور سر مارتے تھے سنگ پر — لگ گئی تھی چپکی تجھ بن یار ہنستے بولتے

۵۸۴ دامان وصل و دست طلب دور تا بکے — ہم سے گریزاں اے بت مغرور تا بکے

معمار کارخانۂ ارواح ہو جسے — رہیے بنا ہے جسم کے مزدور تا بکے

آئینہ وار سامنے اس کے رہا کروں — ہوئے گا یا الٰہی یہ مقدور تا بکے

ہر دم خیال پردہ دری ہے سرشک کو — رکھیے گا راز عشق کو مستور تا بکے

ہر آن نفس شوم سے ہے جنگ دیکھیے — ہوتا ہوں میں مظفر و منصور تا بکے

جوشش خموش درد و الم کا بیاں نہ کر — کوئی سنے یہ قصۂ مشہور تا بکے

۵۸۵ ہے ذات اس کی جسم کی تعمیر میں چھپی — صورت . . . . . . میں چھپی

یاں جو عمل ہے اس کی مکافات ساتھ ہے — نعمت یہ ہے ہر ایک کی تقصیر میں چھپی

کل میرے اُس کے چاہ کی تقریب آ گئی — تقریر کی بہت پہ نہ تقریر میں چھپی

اے یار اپنی سنگ دلی پہ نہ بھولیو — تاثیر بھی ہے نالۂ شب گیر میں چھپی

مجنوں کا نام کوئی نہ لیتا یہ کیا کروں — وحشت مری یہ خانۂ زنجیر میں چھپی

بے تاب ہو کے تاب سے اس آفتاب کی — شبّیر کی مثال نہ زلف گرہ گیر میں چھپی

ٹک کھینچ کر نیام سے تو کر لے امتحاں — جو ششش کی ہے اجل تری شمشیر میں چھپی

[illegible]

پاس کس کے تجھ کو دیکھا یار اُٹھتے بیٹھتے — طعنے دیتے ہیں مجھے اغیار اُٹھتے بیٹھتے

گھر کیا ہو آہ جس کے دل میں دردِ عشق نے — وہ گرا ہے کیوں نہ جوں بیمار اُٹھتے بیٹھتے

ہلنے کی طاقت نہیں ہر چند مارے ضعف کے — آ رہوں گا تجھ تلک اے یار اُٹھتے بیٹھتے

پاسے گلبن تیری بو آئی جو بیٹھے کوئی دم — ورنہ واں سے بیٹھتے ہی یار اُٹھتے بیٹھتے

جی میں آئے بیٹھ یا اُٹھ کوئی ترا مانع نہیں — کھینچتا ہے مجھ پہ کیوں تلوار اُٹھتے بیٹھتے

قتل غیروں کو اگر کرتا نہ اپنے رو بہ رو — پاس سے تیرے ہم اُٹھے خوں خوار اُٹھتے بیٹھتے

صبح سے تا صبح زاہد تو جو پڑھتا ہے نماز — پاؤں بھی دکھتے نہیں مکّار اُٹھتے بیٹھتے

آشنا تعظیم سے جو ششش اگر ہو تا رقیب — بہرِ تعظیم اُس کی ہم سو بار اُٹھتے بیٹھتے

٥٨٧/١١

نوبت اپنی نو جان تک پہنچی — حیف اُس کے نہ کان تک پہنچی

دل کے ٹکڑے ہیں یہ ستارے نہ ہوں — آہ لے آسمان تک پہنچی

ہے وہ آزردہ بات شکوے کی — کیا کسی مہربان تک پہنچی

مفت فرسودہ ہوئی یہ پیشانی — نہ ترے آستان تک پہنچی

دشمنی مجھ سے تیری تیغ نے کی
دوستی امتحان تک پہنچی

آتشِ عشق نے جو سر کھینچا
حسن کے دود مان تک پہنچی

بارِ غم جب کسی سے اُٹھ نہ سکا
نوبت اس ناتوان تک پہنچی

تیرے مقتول کا ہے کام تمام
کارد آ استخوان تک پہنچی

آتشِ گل سے جلنی مثلِ شرر
عندلیب آشیان تک پہنچی

کوئی سرگشتہ یاد آ ہی گیا
تیغ اُس کی جو سان تک پہنچی

دیکھتے اُس کو محو تھے جوشش —
کب شکایت زبان تک پہنچی

۵۸۸

عیش و عشرت ہی میں کچھ ہے زندگی
مرگ ہے بے یار و بے مے زندگی

جو ترے کشتے ہیں اے مطرب پسر
ہے انھوں کی نالۂ نے زندگی

نے ہوا نے ابر نے ساقی نہ مے
کیجیے اس طرح تا کے زندگی

مر گئے جوشش اسی دریافت میں —
کیا کہیں ہے کون سی شے زندگی

۵۸۹

کیا بد گمانیاں ہیں مری جان لیجیے
یہ دل تو ہے وہی اسے پہچان لیجیے

ہم سے تو یہ کبھی نہیں ہونے کا ناصحو
سینے تمہاری بات کو اور مان لیجیے

نے عیش کی طلب ہے نہ عشرت کی آرزو
اے چرخ کس لیے ترا احسان لیجیے

گر حکم ہو تو کاٹ کے سر آگے لا رکھوں
لینے کا اس کے رکھیے نہ ارمان لیجیے

آیا ہوں تنگ شہر میں وحشت کے ہاتھ سے
جی چاہتا ہے راہ بیابان لیجیے

گر امتحانِ عشق ہو منظور تو ابھی
کرتا ہوں میں نیاز دل و جان لیجیے

منہ دیکھ نوخطوں کا ہی آئے ہے خیال — دے کر کے نقد جان یہ قرآن لیجیے

۵۹۰/۷ مجھے اس سیم تن سے ان نوں صحبت نہیں رہتی — یہ سچ ہے اہل دولت کی سدا دولت نہیں رہتی

زباں پر آئے میری کس طرح سے حرف شکوے کا — تجھے جب دیکھتا ہوں میں مجھے طاقت نہیں رہتی

جو کچھ گزرے ہے مجھ پر ہجر میں لکھتا اسے لیکن — اس اشک و آہ سے قاصد مجھے فرصت نہیں رہتی

خدا کے واسطے محبوب مت ہو تو رقیبوں میں — تری اس چشم پوشی میں مری عزت نہیں رہتی

وہ دن ہے کون سا جس دن نہیں روتا ہوں میں تجھ بن — وہ شب ہے کون سی جس شب مجھے رقت نہیں رہتی

کروں کس طرح سے اے یار تجھ سے عرض حال اپنا — یہاں تو دیکھتا ہوں میں کبھی خلوت نہیں رہتی

نہ ہو تا طالب دولت کبھی جوشش کہ سنتے ہیں — جو کچھ افلاس میں ہمت ہے وہ ہمت نہیں رہتی

۵۹۱/۶ حشر تک کوئی صبح و شام سنے — سرگزشت اپنی کب تمام سنے

یہ مری آہ آتشیں وہ ہے — عرق آتا ہے جس کا نام سنے

غیر دشنام کچھ جواب نہ دے — یار جس سے مرا سلام سنے

بس زباں کو سنبھال بے حصر — گالیاں کب تلک غلام سنے

اس کا منہ پھر نہ دیکھے وہ بے چشم — جس کے منہ سے ہمارا نام سنے

سخن درد دل میں رکھ جوشش — لطف کیا ہے کہ ہر کدام سنے

۵۹۲/۷ غلط ہے یہ کہ یہ ارض و سما نہ جل جائے — ہماری آہ کے شعلے سے کیا نہ جل جائے

جب اس کو غیر سے یہ گرم جوشیاں ہوں — ہمارا جی کہو جل جائے یا نہ جل جائے

جلے بلوں کے تو مشہد پہ تو کرے ہے گزر — یہ دیکھیو کہیں دامن ترا نہ جل جائے

گر استخواں پہ ہو اس دل جلے کی سایہ فگن — یہ دخل کیا ہے کہ بال ہما نہ جل جائے

کہے تھی شمع پتنگے کے حق میں رات یہ حرف — نہ کود آگ میں یہ دل جلا نہ جل جائے

تجھے میں اس دل سوزاں کو یاد دوں کس طرح — ڈروں ہوں دست نگاریں ترا نہ جل جائے

ملے نہ بار اسے بزم عشق میں جوشش — بہ رنگ شمع جو سرتا بہ پا نہ جل جائے

۵۹۳/۷

کہیے بیت اللہ یا عرش بریں ٹھہرائیے — کچھ ٹھہرتی ہی نہیں کیا دل کے تئیں ٹھہرائیے

شمع ساں جلتی رہے ہو اشک سوزاں سے تر — کس طرح اس آتشیں کو آتشیں ٹھہرائیے

مجھ کو ٹھہراتی ہے عاشق تیرا آپ ہی پہ خلق — اس میں تو تقصیر میری کچھ نہیں ٹھہرائیے

عشق کی سرکار کا بندہ یہ بندہ ہو چکا — گبر کہیے اس کو اب یا اہل دیں ٹھہرائیے

اس کمر کا تو کوئی دیتا نہیں مجھ کو نشاں — اس زمانے میں کسے باریاب ہیں ٹھہرائیے

مجنوں و فرہاد کا تو ذکر کیا اس عہد میں — مجھ سا بھی دیوانہ تو بارے کہیں ٹھہرائیے

جی میں آیا ہے غزل ایک اور کہیے اس گھڑی — جوشش ایسی ہی شگفتہ اور زمیں ٹھہرائیے

۵۹۴/۵

ترے ملنے کی سو سو فکر ای مغرور کر دیکھی — نہ دیکھی تیری صورت سعی تا مقدور کر دیکھی

شکست شیشۂ دل سے صدا اٹھتی نہیں مطلق — صراحی اس دل پر خوں کی چکنا چور کر دیکھی

نظر آئی سیاہی تیری زلفوں کی سی کب اس میں — ہزاروں مرتبہ سیر شب دیجور کر دیکھی

کسی کی چشم کا بیمار ہے جو یہ نہیں ہوتا — بہت سی ہم نے تدبیر دل رنجور کر دیکھی

تعلق کے ہی پردے میں چھپی ہے یار کی صورت — ہوا و حرص دنیا دل سے جوشش دور کر دیکھی

۵۹۵/۵

گو ہاتھ نہ آئیں ترے نیساں کے موتی — ہیں اشک ہی مجھ بے سر و ساماں کے موتی

مکھڑا ترا مہتاب ہے اور اُبر سیہ لٹ — ہیں اختر تابندہ تری کان کے موتی

گر تو ہی نہ دیکھے گا مرے دیدۂ تر کو — پھر کس کی نظر گزریں گے اشکوں کے مرے موتی

غوّاص ہے یہ خال سیہ چشمۂ لب پر — آیا ہے ترے دانتوں کے تئیں چاہنے موتی

رکھتے ہیں صفا یہ کہ یہی کہتا ہے عالم — جو شش ترے ہر شعر ہیں دیوان کے موتی

۵۹۶/۵ کیوں پلا دیتا نہیں مجھ کو شراب زندگی — ہے دھڑی ہونٹوں کی تیری موج آب زندگی

اب تو غفلت میں گزرتی ہے یہ روز بازپرس — کیا کہوں کس طرح سے دوں گا حساب زندگی

آہ جیب باد فنا کی موج ہو شیرازہ بند — کیوں نہ برہم ہوئیں اوراق کتاب زندگی

تو ہی کر اے خضر ایسی زندگانی بے نمک — بے مے و معشوق یاں کس کو ہے تاب زندگی

سبز رہتا ہے اسی سے اب مرا نخل حیات — ہے یہ میری چشم تر جوشش سحاب زندگی

۵۹۷/۵ ہوئی صحرا نشیں تشریف لائے جس کا جی چاہے — در و دربان نہیں رکھتے ہیں آئے جس کا جی چاہے

کوئی اتنی خبر پہنچا دے اُس کی چشم و ابرو کو — کہ ہم حاضر ہیں تلوار آزمائے جس کا جی چاہے

عبث کہنے سے غیروں کے مجھے تو منع کرتا ہے — ترے ملنے کو وہ کیوں کر نہ آئے جس کا جی چاہے

ہمیں تو گالیاں دے آپ یا کہہ دے رقیبوں کو — یہاں ہم تو ستم کش ہیں ستائے جس کا جی چاہے

ابھی تیر نگہ ہوتا ہے دل کے پار اے جوشش — ذرا اُس ترک سے آنکھیں ملائے جس کا جی چاہے

۵۹۸/۲ خدنگ یار اگر دل کے پار ہو جائے — تو بے قرار ہوں مجھ کو قرار ہو جائے

نہ قتل کر مجھے اے قاتل آستیں تیری — مباد خوں سے مرے داغ دار ہو جائے

۵۹۹/۸ وہ سعی قفس میں کر کہ ٹوٹے — اس میں رہے بال و پر کہ ٹوٹے

پائے طلب اُس کی جستجو میں — یاں تک پھرے در بدر کہ ٹوٹے
رونے کا تار بندھ رہا ہے — ایسا نہ ہو چشم تر کہ ٹوٹے
ہے بے ہے عشق شیشۂ دل — مار اس کو تو سنگ پر کہ ٹوٹے
دنیا سے تو ٹوٹتا نہیں دل — ایسی کچھ فکر کر کہ ٹوٹے
ہوئی بس کہ خوشی زخم تازہ — ہیں ٹانکے ترے جگر کہ ٹوٹے
محشر میں بھی نیند غافلوں کی — ممکن نہیں بے خبر کہ ٹوٹے
جوشش ہر خار دشت پر یاں — اس طرح قدم نہ دھر کہ ٹوٹے

٢٠٠
جب ہوئے تم چمن میں آن کھڑے — وہ یہیں ہو گئے گلوں کے کان کھڑے
لشکر غم ہے دل کے میداں میں — آہ و نالے کے ہیں نشان کھڑے
بیٹھنے کی نہیں رہی طاقت — ہوئیں کیا ہم سے ناتوان کھڑے
اُس تلک بال شوق سے پہنچا — رہ گئے در پہ دار بان کھڑے
اُس کے تیر نگاہ کی دولت — ہیں ور دل پہ میہمان کھڑے
بے سبب ہم سے روٹھے جاتے ہو ق — سن اٹک ہو گئے ہر بان کھڑے
دین و ایمان و جان دینے کو — ہم تو ہیں روبرو ہر آن کھڑے
آج وہ امتحان لے جوشش — ہم بھی ہیں بہر امتحان کھڑے

٢٠١
مرا جی لے گی یا رسوا کرے گی — خدا جانے یہ الفت کیا کرے گی

٢٠٢
اگر منظور تجھ کو بے وفائی تھی — تو اے بے رحم صورت کیوں دکھائی تھی

وہ کیا دن تھے وہ کیا ایّام ای ظالم — کہ تیری بزم میں ہم کو رسائی تھی

٦٠٣/٥ تمھاری صورت کو دیکھتے ہی ملا یہ شعور ہوئی ہماری — دل وجگر سے اُٹھی ہیں شعلے ہوئی ہیں آنکھوں سے اشک جاری
ضعفِ قرہ کا گلہ کروں ہیں کہ اُس نگہ کی کروں شکایت — کسی نے آکر لگائی برچھی کسی نے ماری مجھے کٹاری
عجب طرح کا قلق ہے دل کو کہ یاد آئیں ہیں مجھ کو ہر دم — تمھارے وہ غمزے تری وہ عشوے تری وہ باتیں پیاری پیاری
ہوئے جو رخصت طلب یکایک بھلا کہو تو جیں گے کیوں کر — نہ کچھ تسلی نہ کچھ تشفی نہ عہد و پیماں نہ یادگاری
بہ رنگِ شمع سحر کرے گی ذلیل محفل میں اُس کی جوشش — یہ سوزشِ دل یہ اشک باری یہ اضطراب اور یہ بے قراری

٦٠٤/٢ رہی ہر ایک کو یاں جستجوے دردیشی — کسی سے طے نہ ہوئی راہ کوئے دردیشی
بہ رنگِ گل نہیں کپڑے ہی رنگ کے دکھانے کو — ہمارے خرقے سے آتی ہے بوئے دردیشی

٦٠٥/٢ رخصت کے وقت سامنے حیران تھے کھڑے — جب وہ اُدھر چلا ادھر آنسو ڈھلک پڑے
جاتا ہوں اس کے گھر تو یہ رہتا ہے ڈر مجھے — وہ تند خو مبادا کہیں مجھ سے لڑ پڑے

٦٠٦/٢ تو خوش مقال ہے کیا بات خوب رو تیری — سنے ہے نطق کو طوطی کے گفتگو تیری
پسند کرنے لگے سادہ رو بھی ای جوشش — ہوئی ہے ان دلوں کیا صاف گفتگو تیری

٦٠٧/٢ برسے ہے سدا ابر قرہ سینے پر اپنے — لگ جائے کہیں زنگ نہ آئینے پر اپنے
ممسک سے بجا ہے جو نہ ہو فیض کسی کو — جوں گل نہیں مختار وہ گنجینے پر اپنے
جوں آئینہ اے شیخ نہ دم مار صفا سے — ٹک کر تو نظر سینۂ پر کینے پر اپنے
مرنے پہ کسی کے کوئی جب روئے ہے جوشش — رقت مجھے آتی ہے بہت جینے پر اپنے

٦٠٨/٢ ہر چند ہو گئے ہیں تری خنجر کے ٹکڑے — پر اب بھی ہے وہ نام پہ شمشیر کے ٹکڑے

میرے ہی دلِ سخت پہ ٹوٹا ہے سمجھیو — لائے ترے آگے جو کوئی تیر کے ٹکڑے

دیوانوں کو نے گئی خبرِ فصلِ بہاری — زنداں میں پڑے رہ گئے زنجیر کے ٹکڑے

عاشق کو ہے کب زندگیِ غیر گوارا — پروانہ یہ چاہے ہے کہ ہوں گل گیر کے ٹکڑے

دکھلایا تری تیغِ جدائی نے یہ عالم — دامن میں بھرے ہیں دلِ دلگیر کے ٹکڑے

اک عضو سے اُس کے نہ لگا لاکھوں ہی کھینچے — بہزاد نے ہر عضو کی تصویر کے ٹکڑے

جوں قصرِ کہن عشق کے صدموں سے اے جوشش — ہوتے ہیں چلے اس چشم کی تعمیر کے ٹکڑے

٦٠٩ — دیکھا بھی نہ ہو جس نے کبھی خوابِ جدائی — کس طرح سے ہو اُس کو بھلا تابِ جدائی

دریائے محبت میں عجب سیر تھی جوشش — ہوتا نہ اگر اس میں یہ گردابِ جدائی

٦١٠ — برسرِ بام جو وہ ترک نکل کر بیٹھے — مسندِ اوج پہ خورشید سنبھل کر بیٹھے

گردش اس چشم کی پیمانۂ بےہوشی ہے — کوئی نہ مانے تو ذرا سامنے چل کر بیٹھے

اے شبِ وصل بغل میں دلِ نالاں بھی ہے — جی دھڑکتا ہے نہ عشرت میں خلل کر بیٹھے

روٹھ کر بیٹھے جو کوئی تو منا سکتے ہیں — اُس سے کچھ چل نہیں سکتا جو مچل کر بیٹھے

مثلِ فرہاد وہی عشق میں نامآور ہو — جان دینے میں جو کوئی کہ پہل کر بیٹھے

کیا بُرا وقت جدائی کا غرض ہوتا ہے — حضرتِ دل ترے ہمدم بھی سو ڈل کر بیٹھے

کیوں نہ ہو نامۂ اعمال سیہ اے جوشش — جو نہ کرتے تھے عمل وہ ہی عمل کر بیٹھے

٦١١ — دیوانہ ہوں مجھے نہ تساہل سے باندھیے — ہاتھوں کو خوب رشتۂ کاکل سے باندھیے

اہلِ چمن کو اتنا پریشاں نہ کیجیے — بکھرے ہوئے یہ بال ہیں سنبل سے باندھیے

ہرگز نہ ہو جیسے کسی دنا کس سے ملتجی — اس غم کدے میں دھیان توکل سے باندھیے
یہ خوب جانتا ہوں کسی کو کروگے قتل — خنجر کمر میں آپ تجاہل سے باندھیے
اس گلشن جہان میں بدعہد ہیں سبھی — بلبل یہاں نہ عہد کسی گل سے باندھیے
احوال ایک ہے دلِ وحشت سرشت کا — یا جز سے باندھیے اسے یا کل سے باندھیے
جوشش تو اس طرح کی زمینوں میں یاد رکھ — مضموں جو باندھیے سو تامل سے باندھیے

۶۱۲/۴
وہ دیوانے سے کیا کم ہے جو ایسے دل کو دل جانے — بہ رنگ غنچۂ تصویر جو ہرگز نہ کھل جانے
مقلد اہل معنے کا نہ ہووے صاحب معنے — صنوبر شکلِ دل ہے پر اُسے کون اہل دل جانے
دل و جاں گو کہ دیوے اُس کو لیکن مل نہیں سکتا — وہی اُس سے ملے جو کوئی ہماری طرح مل جانے
بیاں کچھ ہو نہیں سکتا ہے اُس کے عہد و پیماں کا — جو کچھ تھے عہد اور پیماں وہی پیماں گسل جانے

۶۱۳/۴
لیا دل اس خریداری کے صدقے — ہیں تیرے حسن بازاری کے صدقے
کبھی خط کو بناتے ہو کبھی خال — تمہارے حسن بناری کے صدقے
گرفتار اُس کی زلفوں میں ہے اے دل — ہیں اس دل کی گرفتاری کے صدقے

۶۱۴/۴
ہے ہو بہ ہو ہماری صوت و صدا کی گرمی — کس طرح منطقی ہو یادِ خدا کی گرمی
دل کیوں نہ ہو ہمارا پاس انفاس سے شگفتہ — غنچے کو وا کرے ہے بادِ صبا کی گرمی
خورشید عشق کے میں تنہا ہوں لب برستا — کیا کر سکے گی میرا روزِ جزا کی گرمی
کیا چاہیے سمور و سنجاب و قاقم اُس کو — برداشت ہو نہ جوشش جس کو ذرا کی گرمی

۶۱۵
اس غم کدے میں کچھ نہ لگا ہاتھ ہمارے — آہِ دلِ سوزاں ہی چلی ساتھ ہمارے

درد و غم و اندوہ و الم نالۂ جاں کاہ ۔ ہیں دشمنِ جانی سبھی یک ذات ہمارے
جس گھات سے دل تو نے لیا یار ہمارا ۔ افسوس کہ ہاتھ آئی نہ وہ گھات ہمارے
خطرہ نہ کرو آؤ ملو شوق سے پیارے ۔ جو سمجھے ہو دل میں نہیں وہ بات ہمارے
کیا ہم نے بگاڑا فلکِ سفلہ کا جوشش — کیوں در پے ایذا ہے یہ دن رات ہمارے

۶۱۶/۴

دنیا کی جستجو تو ہم سے نہ ہو سکے گی ۔ یہ منتِ آرزو تو ہم سے نہ ہو سکے گی
بہت تیری غائبانہ کرتے رہیں شکایت ۔ پر اس کے رو بہ رو تو ہم سے نہ ہو سکے گی
مے خانۂ جہاں میں گزران شیخ صاحب ۔ بے جام و بے سبو تو ہم سے نہ ہو سکے گی
کیا پوچھتا ہے جوشش تعریف اس دہن کی — کچھ اس میں گفتگو تو ہم سے نہ ہو سکے گی

۶۱۷/۳

دھیان میں اس کے فنا ہو کر کوئی منہ دیکھ لے ۔ دل وہ آئینہ نہیں جو ہر کوئی منہ دیکھ لے
راہ چلتے منہ چھپانا خوش نہیں آتا مجھے ۔ شرم کیا جب نکلے ہے باہر کوئی منہ دیکھ لے
آپ ہی چہرہ دکھا دے دور کر منہ سے نقاب — لطف کیا ہے زور سے اگر کوئی منہ دیکھ لے

۶۱۸/۴

لے گئی دل کو اس کی محجوبی ۔ یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی
کیا زبونی نظر پڑی مجھ میں ۔ بولتا ہے جو تو بہ ایں خوبی
دل نہ ہوتا حبابِ سیلِ سرشک ۔ یہاں جو کشتی تری بہی ڈوبی
سبزۂ خط نے کھو دی اے جوشش — اس کی وہ خوبی اور وہ محبوبی

متفرق اشعار

دیکھی ہے یار جب سے تری زلف خواب میں (۳۱) تب سے یہ دل پڑا ہے عجب پیچ و تاب میں
سدا سنگِ حوادث سہتے ہیں اس شیشۂ دل پر عجب صدمے گزرتے رہتے ہیں اس شیشۂ دل پر
یہ سچ ہے کہ اوروں ہی کو تم یاد کرو گے میرے دلِ ناشاد کو کب شاد کرو گے
نہ دل کی محبت نہ الفت جگر کی مرے اشک کو دُھن بندھی ہے کدھر کی
حرص و ہوا کے اب سبا آ کر بھرے ہیں دل میں کیا کیا خیال باطل گزرا کریں ہیں دل میں
بے طرح ان دنوں دل افسردہ ہو رہا ہے جی زندگی سے اپنا آزردہ ہو رہا ہے
آنکھوں میں چھا گیا ہے مری جب سے نورِ حق ہر سنگ و خشت سے ہے نمایاں ظہورِ حق
اے جان تو مجھ سے کیوں خفا ہے کیا کہتے ہیں اس کو کیا بلا ہے
احوال دیکھ کر مری چشم پُر آب کا دریا سے آج ٹوٹ گیا دل حباب کا
کب ترے کوچے میں یہ خاک نشیں رہتا ہے بدگماں تو تو عبث چیں بہ جبیں رہتا ہے
لگا کے منہ سے نہ دے جام خوش نہیں آتا مجھے یہ بوسہ بہ پیغام خوش نہیں آتا
آہ رکتی نہیں اور اشک بہا جاتا ہے چپ تو رہیے پہ کوئی ہم سے رہا جاتا ہے
یا مہربان تھا وہ یا اس قدر خفا ہے میاں یوں بھی واہ وا ہے اور یوں بھی واہ وا ہے
ملتا نہیں جس کو چاہتے ہیں روتے ہیں پڑے کراہتے ہیں

چشم خوں بار کی پانے دو ترا وشس نہ رہی
ابرو مژگاں میں کسی نوع کی کاوش نہ رہی

آشنا جب کاکل مشکیں سے دست شانہ ہو
یہ دل صد چاک دیوانہ بھلا ہو یا نہ ہو

خلق ہم جب سے ہوئے درد و الم سے کام ہے
یہ سمجھتے ہی نہیں آرام کس کا نام ہے

قتل غیروں کو تو کرتا ہے یہ کیا کرتا ہے
یہ گنہ گار ترا تجھ کو دعا کرتا ہے

چمن میں ذکر کچھ آیا ہے اس کی کاکل کا
جو اس قدر رہے پریشان حال سنبل کا

دو نامہ . . . بھول گئے
ہمیں بتان تغافل شعار بھول گئے

لبوے گا امتحان مرا تو کہاں تلک
بس سوز عشق تو گئے استخوان تلک

غیروں پہ اُس کا ظلم و ستم دیکھتے رہے
روتے رہے کھڑے رہے ہم دیکھتے رہے

مجھے خیال نہیں کچھ بہ جز خیال صنم
تمام دل میں ہوا جلوہ گر جمال صنم

گر غرض کچھ اب کریں گے اُس سے
بوسہ ہی طلب کریں گے اُس سے

چمن میں یار بن رہنے کو تو کیا ہے رہا کیجیے
ولیکن جی نہیں لگتا ہمارا اس کو کیا کیجیے

قطرے مرے آنسو کے ہیں یک لخت شرر سے
کیا آگ برستی ہے مرے دیدۂ تر سے

سماجت کی منہ میں مرے سوز باں ہو
دونا مہرباں مجھ پہ گر مہرباں ہو

اگر شرح کرنے لگوں درد دل کی —
خدا جانتا ہے کہ اک داستاں ہو

نہیں بھاتا کچھ اس اندوہ گیں کو
یہاں سے لے چل اے وحشت کہیں کو

تنک اودھر ہی رہ اے حرص دنیا
نہ دے تکلیف اس گوشہ نشیں کو

اختیاری کیا ہے یہ آوارگی
دہ مشل ہو بندگی بے چارگی

جی نہیں لگتا کہیں کیا بیٹھے — اُٹھ گیا دنیا سے دل یک بارگی

آشنا جب سے ہوئی اُس بتِ ہرجائی سے
در بہ در خاک بہ سر پھرتے ہیں سودائی سے

یہ تجلی ہوئی اے عشق ترے آنے سے
نور کے اُڑتے ہیں بکے تری کاشانے سے

کیا بہارِ حسن پر موقوف میرا عشق ہے
جب تلک جیتا ہوں میں ہوں اور میرا عشق ہے

چھپ چھپ کے دیکھتے ہو بہت اُس کو ہر کہیں
ہوگا غضب جو پڑ گئی اُس کی نظر کہیں

اے رشک آفتاب ترا کیوں سے کے دید ہو
پھرتی ہے درمیاں سے نظر نا امید ہو

آزردہ ایک آن میں سو بار ہو چکا
وہ ترک تند خو تو مرا یار ہو چکا

ہرگز نہ جزا کے دن خجل ہو
جو اپنے کیے سے منفعل ہو

اُس شمع رو کا رات جو دل میں خیال تھا
آنکھوں سے اشک جاری علی الاتصال تھا

وہ گل اندام ہم آغوش کب آ کر ہوا
کب مرا خرقہ پشمینہ معطر ہوا

رباعیات

لے ساری خدائی کی خبر زیرِ گلیم ۱
انعام ہیں یتیمی بس کرے دُرِّ یتیم

احمد ہے بلا میم محمد میرا —
ذات اُس کی بلا شبہ و شک ذات کریم

ہرچند محمد ہے مدینہ کا مقیم (۲)
بیٹھا ہوا تسخیر کرے ہفت اقلیم

اعجاز نہ کر دوں اُس کا بیاں کیا جو شش —
جو ایک اشارے میں کرے مہ کو دو نیم

کرتا جو ہوں شاہِ دو جہاں کی تعریف (۳)
سُن کر نہ کرو میری زباں کی تعریف

حیراں ہیں ملک بشر سے کیوں کر ہوئے — پیغمبر آخر الزماں کی تعریف

اس جسم کو خاک میں ملایا ہم نے (۴) ہستی کو اپنی اب بھلایا ہم نے
کیا کہیے حصول جستجو کا جوشش — اپنے تئیں کھو کر اُس کو پایا ہم نے

بس حرص و ہوا کی سمت مائل ہیں ہم ۵ ہستیِ وجود ہی کے قائل ہیں ہم
اُٹھتا نہیں جسم سے خودی کا پردہ — دیدار خدا کے آپ حائل ہیں ہم

آیا ہے پسند کنج عزلت مجھ کو (۶) اک خلق سے ہو گئی ہے نفرت مجھ کو
اُٹھنے کو مزاج چاہتا ہے کس کا — تکلیف اگر نہ دے یہ وحشت مجھ کو

اے دل جو تجھے ہے ہوسِ مے خواری (۷) ہر بزم میں اتنی ہی رہے ہشیاری
ہر چند کوئی پلائے تھوڑی پیجیے — تا ہو نہ خط جام خط [illegible]اری

جوں چاہیے عجز و انکساری سیکھی ۸ ترکیب مدارات کی ساری سیکھی
ہر مور سلیماں ہے میرے نزدیک — جوشش کس سے یہ خاکساری سیکھی

لینا ہے زباں سے نامِ خالق بے جا ۹ اس امر میں شرط ہے تعلق دل کا
حاصل نہیں کچھ کہنے سے اللہ اللہ — طوطے کی طرح پڑھا جو کلمہ تو کیا

پھرتے ہو خراب ہر کسی کے ہمراہ ۱۰ ملتے جو ہو مجھ سے تم تو با صد اکراہ
نے حسن نہ خلق نے مروّت نہ وفا — تس پر یہ گھمنڈ دل میں سبحان اللہ

نے گبر و یہود ہوں نہ اہل اسلام ۱۱ میں حضرت عشق کا کہاتا ہوں غلام
موقوف کیا ہے کفر و دیں کا جھگڑا — ناحق کے مباحثے سے مجھ کو کیا کام

۱۲ موقوف کر آہ غمگساری دل کی — جلد دشمنی ہے یہ دوستداری دل کی
سیماب کی طرح گرمجوشی سے تری — ہوتی ہے زیادہ بیقراری دل کی

۱۳ آیا ہے موسم بہاراں ساقی — رکھتے ہیں خمار مے گساراں ساقی
کس طرح نہ دیکھ دیکھ روئیں تجھ بن — یہ سرد ہوا یہ ابر و باراں ساقی

۱۴ اے شیر خدا اخ رسول الثقلین — وے فاتح جنگ احد و بدر و حنین
بیماری میں اپنی ہیں اطبا حیران — دے جلد شفا مجھ کو طفیل حسنین

۱۵ اے واقف اسرار خبر لے میری — ہوں دکھ میں گرفتار خبر لے میری
بیماری صعب نے ستایا ہے مجھے — یا حیدر کرار خبر لے میری

۱۶ نے دل میں ہمارے شوق دنیا کا دیا — نے ہاتھ سے اپنے کام عقبیٰ کا لیا
حیراں ہیں کہ خالق حقیقی نے ہمیں — کس واسطے خلق اس زمانے میں کیا

۱۷ دن رات تری ہمیشہ روتے گزری — اوقات تری ہمیشہ روتے گزری
تو خلق ہوا جہاں میں جب سے جوشش — کیا بات تری ہمیشہ روتے گزری

۱۸ گلشن میں شراب ارغوانی پیجے — یا آن کہ بجائے بادہ پانی پیجے
دو نوں میں نہیں تفاوت اپنے نزدیک — گر ہاتھ سے تیرے یار جانی پیجے

۱۹ مے نوشی ہماری یا الٰہی نہ گئی — اور ابر و ہوا کی خیرخواہی نہ گئی
اس مے کدۂ جہاں میں تو بہ ہم نے — کرنے کو تو کی وے نباہی نہ گئی

۲۰ ساقی کی دوستداری ہم سے چھوٹی — اور پیر مغاں کی یاری ہم سے چھوٹی

یوں تو ہیں گنہ گار سراپا لیکن — صد شکر کہ بادہ خواری ہم سے چھوٹی

گو جان دے کوئی پر نہ ان کے ہوں گے ۲۱ جی شوق سے بس گئے اُس کا جس کے ہوں گے

جوشش نہ رکھو ان بتوں سے ہرگز امید — یہ کس کے ہوئے ہیں اور کس کے ہوں گے

کہنا نہ کسی کا دل میں لایا جوشش ۲۲ ان سنگ دلوں سے دل لگایا جوشش

سنے کہنے میں دل ہے اب نہ ملتے ہیں بتاں — جیسا میں کیا تھا ویسا پایا جوشش

خاطر سے اٹھا دیجیے دنیا کی ہوس ۲۳ فریاد میں کیوں رہیے سدا مثل جرس

دیکھا ہے میں اس بحر میں مانند حباب — امید ٹھہرنے کی نہیں ایک نفس

پیدا ہوئی جب سے تیری الفت دل میں ۲۴ نے خواہش عیش ہے نہ عشرت دل میں

رہتا ہوں مدام درد و غم سے محظوظ — آنکھوں میں ہے اشک و آہ حسرت دل میں

شیطان سدا مجھے کراتا ہے گناہ ۲۵ دیتا ہی نہیں دل میں عبادت کو راہ

میں کیا ہوں بلا دی ہے دغا آدم کو — لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ہرگز نہ خیال ظلم رانی کیجے ۲۶ ہر ایک پہ لطف و مہربانی کیجے

دو دن کی ہے زندگی جہاں میں جوشش — خاطر پہ کسی کی کیوں گرانی کیجے

ہو جنت سے کاشش استفادہ ہم کو ۲۷ مطلب نہیں اور کچھ زیادہ ہم کو

وہ یار کسی طرح سے ہوئے محکوم — رہتا ہے سدا یہی ارادہ ہم کو

یا تخت شہی پہ یاں بٹھائے مولیٰ ۲۸ یا تختے کا منہ ہمیں دکھائے مولیٰ

وہ مالک مختار ہے ہم ہیں مجبور — راضی ہیں رضا پہ جو رضائے مولیٰ

ہم سے کدۂ دہر میں رہتے ہیں مست ۲۹ رکھتے ہیں غم نیست نہ اندیشۂ ہست

بکتے ہیں یہی ولولۂ مستی میں — کیا خوب مثل ہے زندگی را عشق ہست

جیسا کہ ترے لطف پہ رکھتے ہیں نظر ۳۰ ویسا ہی ترے قہر سے ہے دل میں ڈر

ہم تو ہیں گنہ گار تری ذات کریم — جس میں ہو بہتری ہماری سو کر

سنے ساقی غم گسار دنے شیشۂ مے ۳۱ جو مجھ پہ گزرتی ہے کہوں کیا ہے ہے

دل کا ہے یہ احوال کہ ہر دم ہر آن — پر کالۂ آتش ہے کہ پہلو میں ہے

یہ لہو و لعب یہ شادمانی کب تک ۳۲ یہ عیش و طرب یہ کامرانی کب تک

پابند ہوا و حرص جوشش مت ہو — آخر ہے موت زندگانی کب تک

ہے جن کو یہاں بے طمعی بے غرضی ۳۳ سمجھیں ہیں ترقی و تنزل فرضی

جوشش تو عبث فکر کم و بیش نہ کر — ہوتا ہے وہی جو کچھ ہے اس کی مرضی

گردوں کو قرار کس زمانے میں ہے ۳۴ پھرتا ہے یہ بڑا دو جس زمانے میں ہے

گرداب کو دیکھ کر بگولے پہ نگاہ — گردش میں ہے جو اس زمانے میں ہے

بے فکر کہاں کوئی زمانے میں ہے ۳۵ جو ہے سو فکر آب و دانے میں ہے

جیتے ہیں بہت خرابیاں ہیں جوشش — آرام ہے کچھ تو مر ہی جانے میں ہے

کس واسطے ہم نالہ و فریاد کریں ۳۶ بے فائدہ کیوں عمر کو برباد کریں

آتا ہی یہی جی میں کہ جب تک ہے زیست — چپکے ہی رہیں اور تری یاد کریں

ہے تیری کریمی کا بھروسا سب کو ۳۷ مانگے ہے دعا یہ ایک عالم رو رو

یارب کریم تیغ تن کا صد قہ — برسے باراں یہ حکم باران کو ہو
کل رات عجب طرح سے گزری ہیہات ۳۸ اوقات عجب طرح سے گزری ہیہات
نہ چنگ و رباب تھا نہ ساقی نہ شراب — ہیہات عجب طرح سے گزری ہیہات
ہردم یہ آہ سرد بھرنا کیا ہے ۳۹ نے زندگی دو روزہ کرنا کیا ہے
اپنے جس حال میں ہی جوشش خوش رہ — آخر مرنا ہی اتنا ڈرنا کیا ہے
کرتا ہے خیال سو سو پھیرے دل میں ۴۰ گھر میں نے کیا نہ یار تیری دل میں
حسرت ہی میں اس بات کی مرجاؤں گا — افسوس ہی رہ جائے گا میرے دل میں
بے کل ہو جو اس کے پاس جاتے ہیں ہم ۴۱ حال دل بے تاب سناتے ہیں ہم
جوشش وہ منہ نہیں لگاتا ہم کو — اپنا سا منہ لیے پھر آتے ہیں ہم

مخمسات

ہم دوانے ہیں سمجھتے ہی نہیں خوب و زشت ۱ بند مظہر حق نظر آتا ہے ہر اک سنگ و خشت
جگہ آرام کی اپنے ہے یہی دیر و کنشت برو اے زاہد و دعوت نہ کنم سوئے بہشت
کہ خدا در ازل از بہر بہشتم نہ سرشت
شیخ دہقانی تجھے بھول گئی اپنی کاشت کیا ہی کیا رنج و تعب روز کری تھا بر داشت
کیوں پڑا سوئی ہے اب شام سے لیکر تا چاشت یک جو از خرمن ہستی نہ تواند برداشت

ہر کہ از تخم فنا در رہِ حق دانہ نہ کشت

مے کشی رندی و مستی ہے دوانوں کو مباح
گو رہِ عشق میں دیکھیں نہ کبھی روئے فلاح
شیخ سمجھے ہے عبث مجھ سے تو ہر شام و صباح
تو و تسبیح و مصلیٰ و رہِ زہد و صلاح

من و بت خانہ و زنار و رہِ دیر و کنشت

میں تو عاصی ہوں گنہ گار ہوں اور دم ہی کریم
خواہ جنت مری قسمت میں کرے خواہ جحیم
تجھ کو کیا اس سے اگر ہوئے تجھے طبع سلیم
منعم از مے مکن اے زاہدِ صوفی کہ حکیم

در ازل طینت ما را بہ مے ناب سرشت

گو کوئی بیٹھے بچھا کر کے ریا کی مسند
اور ہو خلق کی ہر ایک طرف سے آمد
یارو کہتا نہیں یہ بات میں از راہِ حسد
راحت عین بہشت و لب جو لبش نہ بود

ہر کہ او دامنِ دل دار خود از دست بہشت

چلے کھینچا ہی کرے ہو دو بہ صد رنج و محن
اور تسبیح و مصلیٰ ہی سے کرتا ہو سخن
گو ہوئے مشق اسے ساری مشیخت کے فن
صوفیِ صافی بہشتی نہ بود زاں کہ چو من

خرقہ در مے کدہ ہا در گروِ بادہ نہشت

تجھ کو جوشش جو گنہ کار کہیں نیک دید
فی الحقیقت ہی اُسے جان نہ از راہِ حسد
واسطے تیرے یہی شعر ہے حافظ کا سند
حافظا لطفِ حق ار با تو عنایت دارد

باش فارغ ز غمِ دوزخ و از یادِ بہشت

مخمّس دوم ۵ بند

جب سے شبِ فرقت نے صورت مجھے دکھلائی ہے اشک کی بہتایت آوارگی رسوائی
آنکھوں میں خلائق کی ٹھہرا ہوں میں سودائی اے پادشہِ خوباں داد از غمِ تنہائی
دل بے تو بہ جاں آمد وقت ست کہ باز آئی

گھبرائیے فرقت میں تو عشق میں ہے خامی اور آہ و فغاں کرنا ہے موجبِ بدنامی
گو دور رکھے تجھ سے یہ گردشِ ایامی اے دردِ توام درماں در بسترِ ناکامی
دے یادِ توام مونس در گوشۂ تنہائی

پہلو میں دل مضطر ہونٹوں پہ ہے آہ سرد آنکھوں میں بھری آنسو لب خشک ہے چہرہ زرد
کہنے میں نہیں آتا ہم کیا کہیں اپنا درد مشتاقی و مہجوری دور از تو چناں کرد
کز دست بخواہد شد پایانِ شکیبائی

پھرتے ہیں اسے جویاں حیران و پریشاں ہم فرصت نہیں یک ساعت آرام نہیں اک دم
روتے ہیں بہ شدت اور پڑھتے ہیں یہی پیہم یارب بہ کہ بتواں گفت ایں نکتہ کہ در عالم
رخسارہ بکس ننمود آں شاہدِ ہرجائی

جوشش یہی کہتا ہے بر آتے ہیں سب مقصد شادی سے مبدل اب ہونا ہے غمِ بیحد
ہو عیش سے ہم بستر عشرت کی بچھا مسند حافظ شبِ ہجراں شد بوئے خوشِ یار آمد
شادیت مبارک باد ای عاشقِ شیدائی

مخمس سوم ے بند

۳۵

اُٹھے تھے شعلۂ غم ایک روز سینے سے　　بہ تنگ سخت ہوا تھا میں اپنے جینے سے
پڑھے تھا شعر یہی دیکھ کر سفینے سے　　نہ ہاتھ اُٹھائے فلک گو ہمارے کینے سے
کسے دماغ کہ ہو دو بدو کمینے سے

نہ سر پہ چھتر پھرے گو کہ ابر نیساں کا　　نہ بادشاہ کہاؤں میں جن و انساں کا
نہ حکمران ہوں ہر شہر و سر بیاباں کا　　نہیں خیال ہے مجھے خاتم سلیماں کا
بہ رنگ نام ہوں برکندہ دل نگینے سے

جو دیکھا ساقی کو مغرور مے پرستوں نے　　صراحی سنگ سے کی چور مے پرستوں نے
پیالہ پھینک دیا دور مے پرستوں نے　　بسان دانۂ انگور مے پرستوں نے
لیا ہے فیض مرے دل کے آبگینے سے

کیا خراب خیالات دور نے ہم کو　　رہ صواب سے پھیرا غرور نے ہم کو
کیا نہ منفعل اپنے قصور نے ہم کو　　مآل کار سکھایا شعور نے ہم کو
بہ نقد مال لگا ہاتھ اس دفینے سے

تمام عمر قفس میں مری گزر جائے　　رہے نہ طاقت پرواز بال و پر جائے
غرض قبول ہے یہ جان بھی اگر جائے　　ڈرو ہوں میں کہ دلِ زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

نہ پھولتے ہوئے اس گلستاں کے کچھ عرصہ | نہ ربط کو ہے گل و بلبلاں کے کچھ عرصہ
نہ آتے جاتے بہار و خزاں کے کچھ عرصہ | ترقی اور تنزّل کو یاں کے کچھ عرصہ
مثالِ ماہ زیادہ نہیں مہینے سے

پڑا ہے شور ترا اب چمن چمن اے درد | کفن ہوا تنِ غنچہ نہ پیرہن اے درد
کہا ہی چاہیے جوشش سے یہ سخن اے درد | بسا ہے کون ترے دل میں گل بدن اے درد
کہ بو گلاب کی آئی ترے پسینے سے

مثنویات

مثنوی در ہجو ٹکاری

ہے یہ چرخِ کمینہ دوں پرور | دشمنِ خاندانِ اہلِ ہنر
کس زباں سے میں اس کی ہجو کروں | ایک ایذا رساں ہے یہ ملعون
گر شکایت کروں کچھ اس کی رقم | تیغِ غیرت کرے زباں کو قلم
خطرۂ آسماں کرتا ہوں | حال اپنا بیاں کرتا ہوں
ایک مدت سے شہر میں تھے ہم | نے کہیں ذکرِ رنج تھا نے غم
حبِّ دنیا سے ننگ رکھتے تھے | ساتھ اپنے ہی جنگ رکھتے تھے
ہم نشینی تھی گوشہ گیروں سے | ملتے پھرتے تھے ہم فقیروں سے

اتفاقاً یہ اتفاق ہوا — شہر کا رہنا دل پہ شاق ہوا

فلکِ حیلہ جو نے شہ پائی — چھوٹتے ہی اُس کے جی میں یہ آئی

قدر اندوہ و غم نہیں اس کو — لے چلا چاہیے کہیں اس کو

تا ہو آگاہ درد و رنج و محن — نہ کرے خوش دلی سے فکرِ سخن

الغرض مجھ کو لے چلا واں سے — ہو گئی دوری جسم کو جاں سے

ساتھ لے خستگی و خواری کو — لا دکھایا مجھے ٹکاری کو

جس گھڑی قلعے کے میں پاس گیا — دیکھتے ہی مرا حواس گیا

لگا کہنے اُٹھا کے دستِ دعا — ہوا مجھ سے گناہ ایسا کیا

یا الٰہی تو کس جگہ لایا — کیوں مجھے یہ زمانہ دکھلایا

گو اس کے ہے خندق ایسی عمیق — کہ سراپا ہے قلعہ اس میں غریق

نہ کہیں برج ہے نہ بارہ ہے — کسی دریا کا یہ کنارہ ہے

خاک میں مل گئی ہے ساری فصیل — جا بجا رہ گئی ہے قدرِ قلیل

زندہ ہی نہیں ہے آشیانۂ چغد — دہنِ توپ تک ہے خانۂ چغد

یہ کھڑا ہے جو کہنہ دروازہ — ہجو اس کی ہے معنیٔ تازہ

ہیں جو اس میں کواڑ چسپیدہ — تا بہ چوکھٹ تمام پوسیدہ

جائے نقار خانہ اُس کے اوپر — کر دی ہے شکستِ شور و شر

دیکھو ٹک دیکھو گردشِ افلاک — قلعہ سارا ہے ایک تودۂ خاک

بارے جا قلعے میں دخیل ہوئے — سخت رسوا ہوئے ذلیل ہوئے

نہ ملی جاگہ ہم کو رہنے کو — رہ گئی یہ بھی بات کہنے کو

کیوں نہ ہو واں جگہ کا ملنا محال — یارو ہوئے جہاں کا یہ احوال

چند گھر ہیں جو درمیانِ قلعہ — جن سے ہے نام اور نشانِ قلعہ

کیا کہوں ان کی میں خوش اسلوبی — جن کی تعمیر کی ہے یہ خوبی

چار دیوار اس پاس نہیں — ہیں بھی چھپر تو اُن پہ گھاس نہیں

ٹٹیاں ان میں جو لگائی ہیں — تیلیاں کیا دیا سلائیاں ہیں

نے کہیں در رہا ہے نے دیوار — جوشِ باراں سے پڑ گئے ہیں غار

گڑھے سے یہ مکان کیا کم ہیں — رشکِ بیت الخلائے عالم ہیں

لوگ کہتے ہیں جس کو رنگ محل — کیے اس میں شکست نے یہ خلل

ہے جو دالان در ندارد ہے — سائباں کا اثر ندارد ہے

کوٹھری ہے تو چھت نہیں اس میں — ہے جو کوٹھا تو ست نہیں اس میں

زیرِ سقف اس کے ٹک جو ہوویں کھڑے — ڈر رہے ہے کہیں یہ گر نہ پڑے

اتنے بوسیدہ ہو گئے ہیں منڈیر — صحن خانہ میں لگ رہے ہیں ڈھیر

خم ہو رہ گئے ہیں سارے ستون — رنگ ان پر ہے مالکوں کا خون

اور عمارات تو جو ہیں اکثر — فی الحقیقت وہ ان سے بھی بدتر

قلعے کا تو عیاں ہوا سب حال — اب سنو اس کے گرد کا احوال

گاؤں سارے اُجاڑ ہی دیکھے
جھاڑ جنگل پہاڑ ہی دیکھے

کون جا ہے جہاں نہ قوم نہیں
کون گھر ہے کہ جس میں بوم نہیں

جس طرف دیکھتے ہیں کھنڈھر ہے
چغد و زاغ و زغن ہی کا گھر ہے

کہیں باقی رہی نہ آبادی
ہے گھروں میں شغال کے شادی

اب وہ سرسبز کشت زار کہاں
سبزۂ نو کہاں بہار کہاں

کھیت جتنے ہیں ہاڑ ہیں ان میں
یا کٹیلوں کے جھاڑ ہیں ان میں

پہنچتی ہے جہاں تلک کہ نگاہ
نظر آتا ہے صرف سبزۂ کاہ

ہے بگولا ہلاک اس غم میں
سر پہ ڈالے ہے خاک اس غم میں

یا الٰہی میں کس طرف جاؤں
سرکشی اپنی کس کو دکھلاؤں

آدمی کا کہیں نشان نہیں
ہیں بھی بعضے تو ان میں جان نہیں

غرض ایسا کوئی دیار نہیں
اور ہے بھی تو آشنا خوار نہیں

ہو گئے ہیں اُجاڑ شہر کے شہر
پڑ رہے یہ ملک بس خدا کا قہر

کہیں سنتے نہیں صدائے شغال
شیر ہی بولتے ہیں جائے شغال

چاہیے اہلِ ہوش یاں نہ رہے
ہو میں حیواں جہاں ہاں نہ رہے

اور رہے بھی یہاں تو کھائے کیا
کھانے کے واسطے پکائے کیا

کھانے کو چاہیے جو کچھ اسباب
سو تو ہے یک قلم یہاں نایاب

ایک دانہ نہیں گھروں کے بیچ
خاک اُڑتی ہے خرمنوں کے بیچ

بعض بنیا جو رہ گیا ہے کہیں — اُس کی دُکّان میں بھی خاک نہیں
یہ تو ممکن نہیں کہ یاں کچھ کھاؤ — یوں پکایا کرو خیال پلاؤ
چپ ہو کوشش نہ کر تو جوش و خروش — عقل سر پر کھڑی کہے ہے خموش
طول کرنے سے فائدہ کیا ہے — مثنوی مختصر تماشا ہے

نقل کبوتر باز

اک محلے میں تھے کبوتر باز ۲/۱ — اپنے فن میں سبھوں سے تھے ممتاز
ٹھاٹ تھا ان کے کبوتر کا — گھر نہ تھا ان کا تکیہ تھا پر کا
بلیاں غنبی تھیں محلے کی — اک محلہ کیا پتے پتے کی
چھٹیاں رہتیں جعفری کے ساتھ — ماریں تھیں نت کبوتروں پر ہاتھ
ایک دن آپ تو کہیں کو چلے — کہ گئے جورو کو تقید سے
ایک پر بھی مرے کبوتر کا — کسی بلی نے گر کہیں چھیڑا
آتے ہی بیٹھنے دوں نہ تجھ کو سانس — چھوٹتے ... میں چلا دوں بانس
سُن کے یہ وہ غریب چپکی رہی — دل میں کہنے لگی کہ خوب کہی
بارے ناچار کر خدا پہ نظر — پھینک کر بیٹھی جعفری کا ڈر
دور کر اپنے اور بیگانے کو — بے تکلف لگی نہانے کو

اتفاقاً کہیں تھا اک بلاّ — جیسے کتّے کا ہو بڑا پلاّ
توڑ کر جعفری کو جا ہی گھسا — اک کبوتر کو موذی لے بھاگا
چڑھ گیا جلد ایک کوٹھے پر — تھا وہ کوٹھا سبھوں کا مدِّ نظر
اس کی پڑتی جو ہے گی اس پہ نظر — تن بدن کی رہی نہ اس کو خبر
بارے جا پہنچی یہ بھی اُس کے ساتھ — وہ کوئی آئے ہے کسی کے ہاتھ
دیکھ کر رنڈیاں محلّے کی — لگیں کہنے کہ خیر ہے بی بی
سُن کے یہ بات بھر کے ٹھنڈی سانس — بولی ننگی بھلی کہ ... میں بانس

نقل افیونی

اک افیمی کی نقل کرتا ہوں — نقل کرتے بھی اُس کی ڈرتا ہوں
کہ مبادا اُس کا منہ پہ آئے نام — ہو گئے بےخود دیکھوں رحیم کو رام
اک نقل اُس کی مجھ کو بھاتی ہے — اس لیے اب زباں پہ آتی ہے
ایک دن آپ گھولتے تھے نشہ — ہوا از بس، ہجوم مکھی کا
ایک کی آتی ہے جو کم بختی — ہم صفیروں سے اپنے وہ بہکی
جا گھسی اُن کی ناک میں اے یار — خواب غفلت سے آپ ہو بیدار
اُنگلی ... میں ڈال تھام کے ناک — بولتے کیا ہیں ... پاک؟

. . . . کدھر تو جائیگی — اب مجھے کس طرح ستائیگی

الغرض جو افسیم کھاتا ہے — . . . گردن کو بھول جاتا ہے

اے صاحبِ حسن و خلق تجھ سا ہے — پیدا نہ کوئی ہوا نہ ہوگا

خورشید اگرچہ بادشا ہے — تیرے دروازے کا گدا ہے

جلوے پہ جو تیرا حسن آئے — مہتاب نہ اُس کی تاب لائے

نے حور ہے تو نہ تو پری ہے — پر مالکِ ملک دل بری ہے

جس وقت تو خوش خرام ہوئے — شمشاد ترا غلام ہوئے

آگے تیرے جو آئے شیریں — لونڈی تیری کہائے شیریں

برپا کرتا ہے یاں قیامت — اللہ رے تیرا قدّ و قامت

شیریں مفتوں ہو دیکھ تجھ کو — لیلیٰ مجنوں ہو دیکھ تجھ کو

مانی جو ٹک تو منہ دکھائے — کاغذ پھاڑے قلم جلائے

بہزاد جو کھینچے تیری تصویر — لاگے ترے عشق کا اُسے تیر

جس وقت تو بے حجاب ہوئے — سارا عالم خراب ہوئے

آئینے کو تو جو منہ دکھائے — وہ اپنی صفا کو بھول جائے

ہے جیسی صفا ترے سخن میں — ایسا اک در نہیں عدن میں

گانا ترا کیا کہوں میں کیا ہے — جادو ہے سحر ہے بلا ہے

گانے پہ مزاج جب ترا ہو — سمجھے گر بیجو باورا ہو

تجھ میں بتر نگ بے سخن ہے | اس واسطے نام نورتن ہے

اپنی یہ دعا ہے تا قیامت | اللہ تجھے رکھے سلامت

قطعات

۱/۲۰

بزمِ جہاں ہے رنگیں جوں لالہ زار ہولی | لائی ہے ساتھ اپنے تو کیا بہار ہولی

بکھے گلال کے جو ہر طرف اڑ رہے ہیں | دل کا نکالتی ہے اپنے غبار ہولی

پچکاری ہاتھ میں ہے تاکا رہی ہیں منہ پہ | آپس میں کھیلتے ہیں یوں گل عذار ہولی

گردن میں ایک کے ہے ہاتھ ایک کا حمائل | باہم کریں ہیں بیٹھے بوس و کنار ہولی

بے اختیار آتی ہے یہ ترنگ دل میں | پہلو میں کھینچ لیجیے اور کیجیے پیار ہولی

رنگیں لباس پہنے بیٹھے ہیں ہر پری رو | آپس میں قمقموں کی ہوتی ہے مار ہولی

چھاتی کے قمقموں پہ جب قمقمہ لگے ہے | خنداں نظر پڑے ہے مثلِ انار ہولی

جی چاہتا یہی ہے اس وقت بے تکلف | ہاتھوں میں لے کر ان کو دیجے فشار ہولی

ابرک کی ڈھال ہے اور ہاتھوں میں قمقمے ہیں | کھیلے ہے اس طرح سے اب ہر نگار ہولی

یہ شوق ہے دلوں میں ہر اک کہ بترے ہوتے | ہر طرف ہو رہی ہے بتری پکار ہولی

لے لے ابیر و ابرک ہر سو اڑا اڑا کر | ہر شخص بولتا ہے بے اختیار ہولی

ہے راگ و رنگ ہر سو یاں باورا ہی بیچ | گاتا ہے ہر پری رو دے دے کے تا ہولی

ڈھولک ستار و طبلہ چنگ و رباب و قانون | سب بج رہے ہیں باجے تا موسیقار ہولی

اک طرف ڈومنی ہے اک طرف راج پاتر — اک طرف کنچنی ہے گاتی پکار ہولی
اک طرف ناچتے ہیں گت لونڈے بھگتیوں کے — اک طرف بھانڈ گاتے ہیں ٹھٹھے مار ہولی
اور کہتے ہیں کہ بھڑوا ہو جو نہ ہولی کھیلے — اس وقت تو ہوئی ہے ہم پر سوار ہولی
ہولی کا موسم آیا عشرت نے منہ دکھایا — لے شاہ "ناگہ" اب کھیلیں ہیں یار ہولی
اس سال گر نہ ہوئے گا تو شریک مجلس — روئے گی تیرے در پر جا زار زار ہولی
جا کے ہے میر وابرک خاک ہی اڑا اڑا کر — کھیلیں دھلینڈی کے دن سب یار ہولی
جوشش ابیر وابرک اڑتا نہیں سروں پر — لعل و گہر کرے ہے سب پر نثار ہولی

قطعہ تاریخ وفات میر وارث علی نالاں تخلص

مر گیا جب سے میرا سید پاک ۲/۷ — چشم گریاں ہے سینہ بریاں ہے
شام تا صبح صبح سے تا شام — ہاتھ میرا ہے اور گریباں ہے
اٹھ گیا شعر و شاعری کا لطف — اس کے غم میں ہے جو سخن داں ہے
نہ قصیدہ پڑھے ہے کوئی نہ قطعہ — نہ کوئی دہر میں غزل خواں ہے
فکر تاریخ فوت تھی اس کی — کہا ہاتف نے کیوں تو حیراں ہے
نام کو اس کے اور تخلص کو — جمع کر دیکھ فہم گر میاں ہے
جوشش اس کی وفات کی تاریخ — "میر وارث علی نالاں" ہے
۹۹ ہجری

اے خداوند جہاں قبلۂ وارستہ دلاں ۳/۱۰ — مبدع لطف و کرم منبع جود و احساں

کون غم خوار ہی تجھ ذات سوا عالم میں — کیجیے کس سے پریشانی احوال بیاں
تنگ دل غنچہ صفت ہوں چمنِ دہر کے بیچ — آئینہ دار ہر اک بزم میں ہوں میں حیراں
نے مجھے تاب و تواں ہی نہ مری جی کو قرار — نے مرے کینے میں دل ہی نہ یہ چشم گریاں
پڑا پھرتا ہوں میں سرگشتہ بگولے کی طرح — نے کہیں ٹھور ٹھکانا ہے نہ ہی کوئی مکاں
شاہدِ حال خدا ہی مری ان باتوں کا — کچھ غلط اس میں کیا ہو گئی اگر شرح و بیاں
اپنے معبود سے ہر صبح یہ مانگوں ہوں دعا — اور ہر شام کیا ہی میں یہی وردِ زباں
یا الٰہی بہ طفیل حضراتِ معصوم — جب تلک اس کہنہ سرا میں ہی یہ جوشش مہماں
خوانِ الوانِ لئیماں سے رکھ اس کو محروم — دے اسے دست کریماں ہی سے یک پارۂ ناں
ہے بہت بے ادبی طولِ سخن اس کے حضور — جو زباں داں کہ سمجھتا ہو خموشی کی زباں

قطعہ تاریخ وفات محمد قلی خاں مشتاق تخلص

ہمارا خانِ عالی شان جوشش ہے — گیا اُٹھ اس جہاں سے ایک دم میں
غم اس کا دوستوں ہی کو نہیں ہے — فلک بھی ہے سیہ پوش اُس کے غم میں
کہاں تک روئیے ماتم میں اُس کے — نہیں باقی رہا نم چشم نم میں
جو تاریخ وفاتِ خانِ مرحوم — یہ چاہا کہیے اس درد و الم میں
گریباں پھاڑ اپنا ہاتفِ غیب — یہ بولا "اب گیا مشتاق ارم میں" ١٢١٦ ہجری

قصائد

قصیدہ اول نعت در جناب رسالت مآب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم

جو کوئی درگہِ عالی کا تیری ہو زوّار — لگے پلک سے پلک پھر نہ اس کی آئینہ وار

ہر ایک زینۂ در ہے کہ رشکِ پایۂ عرش — ملائکانِ مقرّب کا واں نہیں ہے گزار

سپہر پایہ ہے وہ آستاں ترا جس میں — ستارہ وار ہیں گل میخ دیدۂ بیدار

بنا ہے گنبدِ عالی ہے ایک قبۂ نور — فرشتے اس کے ہیں مزدور ذاتِ حق معمار

کلس کلس نہیں ہے گنبدِ منوّر کا — گچھے ہیں سچے بس اس کے سبحۂ سیّار

نظر نہ ٹھہرے ترے مرقدِ مقدّس پر — بہ سانِ طور سراپا ہے وہ تجلّی زار

میں راست باز ہوں یہ بات راست کہتا ہوں — دو نردبانِ فلک اس کے دونوں ہیں مینار

زمینِ صحنِ مبارک یہاں تلک ہے صاف — نگاہ کیجے تو فلس سمک تلک ہو شمار

جو دیکھے مہر تو آنکھ اس کی بھی جھپک جائے — جھلک رکھے ہے یہ ہر وقت ہر در و دیوار

لکھے ہیں آیۂ قرآن سب بہ آبِ طلا — بیاں میں ہی نہیں آتا کچھ اس کا نقش و نگار

ظہورِ نور ترا یوں محیطِ عالم ہے — کہ جیسے نقطے کے حاوی ہو دائرہ پرکار

ترا کلام وہ معجز بیان ہے شاہا — کہ جس کو سنتے ہی کفّار ہو گئے دیں دار

جو ہو بڑا ہی زبان آور و کلیم کلام — نہ ہووے اس کو تری آگے طاقت گفتار

ترا وہ ابر کرم خلق پر ہے سایہ فگن — بجھا دے آتش دوزخ کو جس کی ایک پھہار

تری سخا کے سبب کیسہ ہر تہی کیسہ — رکھے ہے ماہ سے ماہی تلک پر از دینار

تمام عالم اگر زنگبار ہو جاوے — نہ دیکھے تیغ عدو کش تری رخ زنگار

جو تیر دست مبارک فلک پہ جائے بیٹھ — ادھر نظر پڑے سوفار ادھر ہو پیکان پار

عجب نہیں ہے کہ اس شبہے میں پڑے عالم — کہ ہے یہ اختر تابندہ یا کہ ہے سوفار

زبان میری ہے قاصر بیان میں اس کے — میں کس زبان سے کروں معجزے تری اظہار

یہ معجزہ ہے کہ امی لقب ہو جو کوئی — اسی پہ علم لدنی کا آخریش ہو دار

یہ معجزہ ہے کہ شق القمر کیا تو نے — یہ معجزہ تھی زمر کان خلل لعل دی بار

یہ معجزہ ہے کہ قسمت کرے تو جس شے کو — مساوی ہووے دو مقسوم ہر صغار و کبار

یہ معجزہ ہے کہ کمر بند ہاتھ ہی میں رہا — نظر نہ آیا کمر کا تری کہیں آثار

مہندسان زمانہ ہزار قصد کریں — کسی سے ہووے نہ اعجاز احمدی کا شمار

کشایش اس کی ہے تقدیر میں تری ہاتھوں — کھلے نہ ناخن تدبیر سے جو عقدۂ کار

دو جرم بخش کہ بخشایش گناہ اس کی — زباں پہ آنے نہ دیوے کسی کے استغفار

جو بوسے گلشن خلق اس کی لے نہ جائے نسیم — نہ مشک بو ہو کبھی ناف آہوے تاتار

زمین بھی پھرے پانی میں جوں کف دریا — سر زمیں پہ اگر ہو نہ اس کے علم کا بار

وغا کے روز ہو کیسا ہی رستم دستاں — مقابلہ نہ کرے اس کا لائق رد بہ فرار

جہاد پر جو کمر باندھے لشکرِ اسلام — کلوخ ہاتھ نہ آئے بجز سرِ کفار
کیا کریم نے حلّال مشکلات تجھے — ترے کرم سے نہ دشوار ہو گئے دشوار
تری جناب مقدس میں اے شہ کونین — دعا یہ مانگتی ہوں میں صبح و شام لیل و نہار
گناہ گار ہوں عاصی ہوں اُمتوں میں تری — شمار ہوں نہ جرائم مرے بروزِ شمار
زمیں کے سر پہ ہے جب تک کہ سائبانِ فلک — فلک کے سر پہ ہے جب تک کہ مہر کی دستار
موافقوں کے ترے پاؤں دولت و اقبال — مخالفوں کے رہے سر پہ سایۂ ادبار

—

۲/۴۴

صاف طینت نہ کیا چاہیے گردوں کو خیال — عکس رکھتا ہے یہ ہر ایک سے آئینہ مثال
ناتواں بین ہے نہ رکھ چشمِ توقع اس سے — پست ہمت ہے نہ کر اس کی نیرنگی کا خیال
ماہِ نو کو ہی دیتا ہے ترقی ضیا — بدر کے سر پہ یہی لائے ہے آخر کو زوال
شعبدہ بازی و نیرنگی ہے اس کج رو کی — اہلِ کاران فلک کا ہے عجب کچھ احوال
حاکمِ شب جو ہے مہتاب گر اُس کو دیکھو — چہرۂ صاف پہ اُس کے ہے جمی گردِ ملال
نہ عطارد کو دبیری کا بھروسا اپنی — نہ غم و غصہ سے ہے رنگِ رخِ زہرہ بحال
ہر سحر خوفِ ستم سے اسی بدطینت کے — کانپتا نکلے ہے خورشید بہ ایں جاہ و جلال
دیکھ دیکھ آٹھ پہر اس کی تلوّن طبعی — نہیں مریخ کو کتوالی پہ کچھ استقلال
چرخِ ہفتم نے دیا چرخ زحل کو ایسا — کہ وہ تھا بدر کے مانند ہوا شکلِ ہلال
اس جفا کار و جفاجو کے جو بارہ ہیں برج — گزری ہے رنج و تعب میں ہی انھوں کی مہ و سال
غلطی ہے جو حمل پر کریں آرامِ حمل — سر کے ٹکرانے میں اُس کو نہیں اک دم اہمال

بارِ اندوہ و غم و رنج و مصیبت کے سبب — ثور رم کرنے لگا اور زباں دی ہے نکال

دور نہ خوفِ جدائی سے دو رہتا ہے مدام — گرچہ جوزا کو میسر ہے شب و روز وصال

دست و پا گم کیے بے ہوش پڑا ہے سرطان — تاب و طاقت نہیں اتنی کہ چلے پاؤں نکال

جب سے آ کر کے پڑا بیخ میں اس موذی کے — تھا اسد شیرِ ژیاں ہو گیا مانندِ شغال

قربتِ شکلِ اسد سے کہ مجازی ہے وہ — مثلِ سنبل ہے سدا سنبلہ آشفتہ حال

ہاتھ سے اس کے گیے پلۂ میزاں نہ اٹھا — کثرتِ بارِ غم اور یہ نہ اٹھتا ہے دال

رات دن درپے ایذا یہ فلک رہتا ہے — نیش عقرب کا نہیں چھوڑتا دیکھو دنبال

دیکھ کر حال بروج اور تعدی اس کی — قوس نے ڈر سے دیا تیر و کماں ہاتھ سے ڈال

مبتلا شی کسی ذابح کا نہیں یہ قصاب — لحم و شحم اپنا ہوا ہے گا جدی کو جنجال

فرصت اک دم نہیں ملتی کہ وہ آرام کرے — دلو کو بھرتے ہی گزری ہے سدا اشک و کھال

خشک آتا ہے نظر چشمۂ خورشید تلک — زندگی حوت کو بے آب ہوئی سر کا وبال

کبھی نادان اگر اکٹھے ہوں مثالِ پرویں — اور جوزا کی طرح جمع ہوں دو اہلِ کمال

متفق رہنے میں اُن کے خلل انداز یہ ہو — اُن کے آپس میں نہ ہونے دے کبھی قال و مقال

جس کسی کی حرکات و سکنات ایسی ہوں — فائدہ کیا جو رقم کیجیے اُس کے افعال

کیوں نہ پھر وصف کروں اُس شہِ دیں پرور کا — جس سے ہے دین قوی فخر ہے تیغِ جلال

یعنی وہ شیرِ خدا قوتِ بازوے رسول — کہ اگر تیغِ دو سر اُس کی نہ ہوتی قتال

منہدم ہوتی نہ گردن کشی ظلمتِ کفر — نورِ ایمان دکھاتا ہی نہ عالم میں جمال

گر نہ ہوتی یہ خدا ذات مبارک اس کی
مشکلات دو جہاں کا تھا نہ کوئی حلّال

کھول سکتا تھا کوئی عقدۂ کار دنیا
کر سکے تھا کوئی حل دین کے عقدے فی الحال

حفظ اُس کا جو نہ ہو سایہ فگن عالم پر
چار ارکانِ عناصر کا یہ ہوئے احوال

آب سے آتش کے جگر میں نہ رکھے ایک شرر
باد کے ہاتھ سے ہو خاک کو آرام محال

ہو طبیعت پہ اگر اُس کی غضب مستولی
اور وہ دیکھے کبھی گاہِ غضب آنکھ نکال

خوف سے خلقتِ انساں تو فقط کیا ہے
راست کہتا ہوں میں یہ بات کرو خوب خیال

نہ رہے عرش نہ کرسی نہ زمین و نہ زماں
نہ رہے مشرق و مغرب نہ جنوب نہ شمال

کوہ پیکر ہو کوئی یا ہو کوئی رُوئیں تن
سامنا چھوڑ دے جس وقت اُسے آئے جلال

آتشِ قہر کا اس کے جو پڑے ایک شرر
کودنے اور اچھلنے لگے آگیا بیتال

بحرِ بخشش جو کبھی جوش میں آئے اُس کا
ہوں ابھی کیسہ سبھی مثل صدف مالامال

زر فشانی کو اُٹھائے وہ اگر دستِ عطا
لائے خاطر میں نہ تونگر کو نہ کوئی کنگال

گر ارادہ وہ کرے کیجیے تیر اندازی
جتنے اس روئے زمیں پر نظر آتے ہیں جبال

ساتھ ہی اُس کے ارادے کے یقیں ہے مجھے
کہ شتابی سبھی ہو جائیں بہ شکل غربال

جا کے اُس درگہ عالی میں بصد عجز و نیاز
پڑھوں اک مطلع ثانی یہی آیا ہے خیال

اے شہِ کون و مکاں دیکھ ترا جاہ و جلال
دست بستہ ہیں شہ ماضی و مستقبل و حال

آستاں پر ترے ہر آن کریں ہیں سجدے
غوث اور قطب و ولی عارف و اوتاد و ابدال

خوشہ چین خرمنِ عالی کے ہیں اے بابِ علوم
حکما و علما و فضلا اہل کمال

عہد میں تیرے نہ دے کوئی کسی کو ایذا
ہے سدا شیر کے جنگل میں چراگاہِ غزال

عدل! ایسا ہے ترا خوف عدالت سے تری
رات دن بھاگا ہی پھرتا ہے فلک سا قتال

تیری تیغ دو زباں وہ ہے ثنا میں جس کی
ہوئے دو ٹکڑے زباں منہ میں ہو کیوں کر لال

وصف دلدل میں کروں کیا وہ ہے ایسا چالاک
ذہن میں ٹھہرے نہ ہرچند اسے کیجے خیال

سامنے گر کوئی ایسا ہی عدو ہو جس کی
ابر آسا ہو زرہ خود ہو خورشید مثال

تیز ہو تیرِ شہاب اور کماں قوسِ قزح
کہکشاں کی سی ہو تلوار فلک کی سی ڈھال

اور پچھی ہو کے وہ اس طرح سے ہنگام وغا
خرِ دجال پہ بیٹھا ہو ہو بہ شکل دجال

بر جدا ایک ہی ضربت میں یداللّٰہی کی
زور بازو کا کہوں اس کے میں کیا تجھ سے حال

ہیچ میں ہاتھ جو سیمرغ کے سر پہ رکھ دے
پہنچے یہ صدمہ کہ فی الفور دو کر دے پنجال

بارگہ میں تری اے بادشہ ہر دو جہاں
حکم ہو تو پڑھوں اک مطلع عرضِ احوال

لشکرِ دل نے کیا مزرعِ دل کو پامال
.. ..

کس روش دیکھوں میں سرسبزی و شادابی کو
باغ دل کا مرے جل جائے .. .. ..

چمنِ عیش ہے آرام گہ بادِ خزاں
خشک ہو جائے ہے ریحاں مسرت تہ سفال

یہ جو بکتا ہوں ترے سامنے میں بیہودہ
اس مری ہرزہ درائی کا شہا ہے یہ مآل

کہ نہ محتاج ہوں عالم میں کسو کا کس کا
ملے تیرے ہی خزانے سے مجھے مال و منال

از ازل تا بہ ابد زیر و زبر ہے یا شاہ
سر ادبار عدو و ترا پائے اقبال

رحمتِ حق اسے جو دل میں رکھے تیری ولا —
لعنتی وہ جسے ہو ساتھ ترے جنگ و جدال

نقش کو غیر کے تو صفحۂ دل سے کر حک   پہلے
جلوہ گر یار کی صورت ہو سدا جس دل میں

پرتو روے صنم چاہیے دل میں ایسا
حرص دنیا کی اُٹھا دل سے تو اپنے جس طرح

در مقصود ملے یا کہ نکل جائے جان
سر بلندی نہیں کچھ خوب زمانے میں کبھی دیکھ

پختگی خوب ہے جس فن میں ہو مرد ہشیار
خوب دیکھا ہے میں نیرنگی گردوں کہ سدا

غیر از آبلہ حاصل نہ ہوا کچھ زنہار

. . . .

. . . . ی کو نہیں چشم بینا
زیب و زینت میں جو ہو اس کو تو جانی ہے بُرا

ایک کے دل میں نہیں منزل مقصود کا شوق
قسم دنیا میں سمجھتے نہیں یہ طالب زر

یہ قصیدہ تو میں کہتا ہی تھا لیکن دل نے
یہ پڑھا مطلع رنگیں کہ جگر آب ہوا

ابر رحمت سے ہو فیض چمن میں یاں تک
تا بہ کہاے ہے نظر یار کی یوں وقت رقم

دیکھ لے جلوۂ حق ارض سے لے تا بہ فلک
طعن خورشید یہ کرتی ہی ہے اُس کی جھلک

جس طرح مہر سے مہ رکھے ہے اختر سے فلک
حرف کو صفحۂ کاغذ سے اُٹھائے گزلک

مار دیے غوطہ یم عشق میں ہو کر تو ھڑک
ماہ نو فرق پہ گردوں کے ہے مانند کلک

زر ناقص کو دکھاتے ہیں سبھی روئے محک
زخم پر یاس کے الماس سے چھڑکے ہے نمک

لے گیا پائے طلب لے کے سما تا بہ سمک
چشم میں اب اہل جہاں کی مردک

بار ہا میں نے یہ دیکھا جو گیا ہوں اُن تک
جو ہر مردم دانا نہیں سمجھے مردک

جادۂ دشت فنا ہے ہیں یہاں گوہر یک
کام کیا آئے یہ جاہ جو لگ جائے پلک

چشم پر طبع کی رکھ فکر غزل کی عینک
لخت دل چشم سے آتے ہیں چلے دامن تک

سبزہ کا ہر اشجار کا اب . . ک
شاخ گل باغ میں جس طرح سے جائے ہے لچک

جذبۂ عشق اُسے کھینچ منگاتا ہے نزدیک
داغ سے دل کے جو بھاگا کہیں ٹک سے جائے سرک

حالتِ سینہ بھلا دل کے ہو جلنے سے کیا
گرمیِ شمع سے گئی شیشے کی فانوس تڑک

شوخ ٹک دیکھ تو کس کی ہے یہ شیشہ گری
طاقِ ابرو سے مرے شیشۂ دل کو نہ پٹک

بادۂ شوق سے دل دار کے ہوں مست سدا
ہے دلِ سوختۂ عاشقِ بے باک گزک

گرمیِ غیر سے دل بھاگے ہے مانندِ سپند
دیکھتا ہے رخِ آتش کو تو جاتا ہے چٹک

گوش دل سے میں سنی اُس کی غزل حیف جو خوش
یوں کہا چپ ہو مرے آگے زیادہ مت بک

رات میں کلبۂ احزاں میں بہ فکرِ اشعار
تھا ہی بیٹھا کہ دی آ کر کے کسی نے دستک

وہیں فی الفور اُٹھا ہو کے میں حیراں باہر
دیکھتا کیا ہوں میں جس وقت کہ پہنچا واں تک

... پوش ایک کھڑا در پہ ہے واللہ اعلم
صورتِ حضرتِ انسان ہے یا شکلِ ملک

حسن سے یک مرتبہ جس کے لئے دل
اُس شبِ تار میں واللہ گئی آنکھ جھپک

فی الحقیقت تو یہ ہے نورِ مجسم تھا وہ
اس شباہت کا نہ انسان کوئی ہوگا نہ ملک

مہرِ دو شش، ماہ لقا زہرہ جبیں کیونکے کہوں
جلوۂ طور نمایاں تھا بلا شبہ و شک

چشمۂ مشک و مُحلّل کی طرح زلف سیاہ
موج زن طورِ تجلّی کی تھی دامان تلک

گوشمالِ گلِ خورشیدِ فلک گوش اُس کے
اور بناگوش کو دیکھے تو رہے صبح دبک

بھوں ہیں اس طرح جُھکی گویا ملے ہیں دو ہلال
نہ رہے منہ کی سیاہی جو اسے دیکھے فلک

چشمِ مخمور تھی یوں بادۂ وحدت سے بھری
جس طرح ساغرِ لبریز کہ وہ جائے چھلک

نشترِ تیز اُس کی نگہ ایسی کہ پہنچے اُس کو
نہ فزوں لباس کا سبز اور نہ سبز از رنگ

ناک کا حسن کہوں کیا کہ وہ تھی حسن کی ناک
کیسا ہی حسن ہو اس پایہ نہیں رکھتا دو تک

دہن ایسا کہ نہیں اس میں کہیں جائے سخن غنچہ لب غنچہ دہن دیکھیں تو ہوئیں چپ چاپ

لب وہ لب جس سے کہ اعجاز مسیحی پیدا نہ کہے آب حیات اس کو جو ہوئے زیرک

سبزۂ خط کو اگر اس کے نظر بھر دیکھے لٹ منہ ڈال ایک طرف طوطی تاب سو سبز رنگ

تختۂ سینہ ہیں اس کے یہ صفا جس کے حضور دیدۂ آئینہ مہر کی جھپک جائے پلک

جلوۂ شمع ہو جوں پردۂ فانوس کے بیچ آستینوں میں تھی یوں ساعد سیمیں کی جھلک

دست وہ دست نگاریں کہ تھا جس کے آگے صورت پنجۂ مرجان تھی جوں خار خسک

گو کمر کو خط موہوم تو کہنے کو کہا پر تیقن نہیں اس میں بھی ہے کچھ شبہ و شک

کیا کہوں ساق بلوریں کی میں اس کی تعریف کہیے گر آب زلال اس کو نہیں یہ ...

قامت ایسا ہی قیامت کہ جسے طوبیٰ بھی اک نظر دیکھے تو یہ بولے کہ اللہ معک

ویسی جب آئی نظر شکل و شمائل اس کی دیں میں مضطر ہو قدم چوم لیا میں نے لپک

اور یہ عرض کی خدمت میں کہ اے بندہ نواز کیا سبب ہے کہ قدم رنجہ کیا ہے یاں تک

سنتے ہی عرض مری یوں کیا مجھ کو ارشاد راہ توصیف میں خوبان جہاں کی نہ بھٹک

شعر کہتا ہے تو کہہ شان میں تو ایسے کی فخر سمجھے ہے ثنا جس کی فلک اور ملک

یعنی وہ حیدر کرار خدا کا مظہر فیض سے جس کے ہے معمور سما تا بہ سمک

پڑھ اٹھا وہیں میں یہ مطلع ثانی اے دل آفریں حسن کے کہیں جس کو سخن ور ہیں ہر یک

شان میں جس کی محمد کہے لحمی لحمک پھر ماہیت ذات اس کی ہو کیوں کر مدرک

کیا عجب در پہ اگر اس کے بہ روز نوروز مہر اور ماہ کی افلاک بجائے ڈھولک

موجب فخر فریدون و سکندر ہو اگر
قصر میں اُس کے تو ایسی ہی صفا ہے کہ اگر
مہر محجوب خجل اطلس و گردوں اُس کا
عہد میں اس کے ضعیفوں سے ڈریں ہیں سرکش

… سے اُس سے نہیں دور کہ پنجے کی طرح
اُس کی خاطر میں جو آتا ہے کبھی عزم شکار
… سے اس کی نہیں دور ہے کچھ روز وغا
خود کو دیکھ سکے اُس کے یہ کس کا مقدور
نہ فلک گر ہو جہلت تو یقیں جا کو گئے

یہ وہ مطلع ہے خطا ہے کہ ہو جائے کباب
گر کرے روز وغا آ کے کسی کو کمک
اک اشارے میں کہیں سے کہیں اُڑ جاتا ہے
گرمی مہر اسے تا نہ پہنچنے پائے
جب علم ہوئے کبھی تیری یہ تیغ دو زباں
سامنے اس کے اگر ہو کوئی ایسا ہی عدو
حرکت دست کبھی ہو نہ گئے پیش از اُس کے
گر کبھی دیکھیں تجھے آب ہو جائیں سا کا زہرہ

اُس کے فراش ہو قائیں کی طنابیں کی طناب
آنکھ اُٹھا دیکھے تو پائے نگہ جائے کھسک
دیکھ کر بالش زرین و نگاریں تو شنک
پر سبز شعلہ ہمراہ شنک کرے خار خسک

آتش برق سے یہ ابر سیہ جائے بھڑک
خود بہ خود جائے ہے نشتر اک میں سر عید الٹک
فیل کی دُم پہ جو بیٹھے تو وہ دیکھے مستک
دیکھتے ہی جیسے خورشید کی گئی آنکھ جھپک
جا بہ جا جنبش دُم اس کی ہیں وہ جا ہے مسک
مدعی کے جو پڑے کان میں ٹک اس کی بھنک
طرف ثانی جو رستم ہو تو وہ جائے دبک
آگے دلدل کے ترے گرد ہے بجلی کی چمک
ابر دلدل کی تڑپے ہوئے ہے آ کر اسباب
الاماں برق ہے کہے دیکھتے ہی اُس کی جھمک
صحن میں جس کی سپہر کے ہوں نہ اجزائے فلک
صاف کاٹے یہ محدب سے لے مقعر تک
نام سنتے ہی تو کانپیں ہیں سپاہ از بک

تما نہ تو زورِ کری ہاتھ میں آتے ہی بہ خوف — قطرۂ خوں رگِ یاقوت سے بڑھتا ہی ٹپک

مشعلِ مہر ہے تا دستِ فلک ہیں روشن — جلوۂ ماہ ہے جیب تک تہ دامانِ فلک

دوست داروں کا رہے اخترِ طالع طالع — اور بدخواہ رخِ اوج نہ دیکھے مردک

فضل سے تیرے یہ جوشش کو ہی امید قوی — وصف کہتا ہی رہے منہ میں زباں ہے جب تک

۶۵

عطا کیا ہے مجھے حق نے وہ دلِ روشن — کہ رشکِ شمعِ حرم ہے میانِ ظلمتِ تن

دیا وہ دیدۂ شناسائے معنی و الفاظ — کہ روشن اس کی یہ دولت ہوا سوادِ سخن

عنایت ایسی ہی کی ہے زبانِ تیز بیاں — کہ تیغِ قاطع برہاں ہے درمیانِ دہن

کیا ہی مجھ کو کرامت وہ گوشِ ہوش نیوش — کروں ہوں سنتے ہی دریافت حسن و قبحِ سخن

ہوا ہے وہ سرِ شوریدہ مرحمت مجھ کو — کہ میرا دشت و بیابانِ عشق ہے مسکن

دیا ہے مجھ کو محبت میں اپنی سوز و گداز — جلوں ہوں شمع صفت تا سحر میانِ لگن

ہوئی نصیب مجھے دولتِ محبتِ حق — رہا ہمیشہ ہوں گرفتارِ درد و رنج و محن

خجل ہے سالکِ گہر اشکِ چشم سے میرے — اسی کے نام کی دن رات ہے مجھے سمرن

سرشکِ چشم سے ہر چند آب پاشی کی — ہوئی نہ سینۂ سوزاں کی میرے دفع جلن

بجا ہے اس کو اگر کہیے خانۂ زنبور — زبس کہ عشق کے تیروں سے دل گیا ہے چھن

ہیں میں فیضِ تصور سے طالبِ دیدار — بہ جائے مردمک اس کو رکھیں ہیں میرے نین

جو کوئی دوست بڑا ہو اسے ملے ایذا — مجھے اس دیارِ محبت کا ہے نرالا چلن

سوائے اس کے دیا ہے مجھے وہ استغنا — کہ آنکھوں میں ہیں خزف ریزہ لعل و دُرِّ عدن

دکھائیں گر مجھے کانِ طلا و دستِ افشاں — تو پشتِ پا ہو مری زینتِ سرِ معدن

سیاہ بخت سے ہے سایۂ ہما مانا
کسے دماغ کہ سر پہ ہما ہو سایہ فگن

لباس فاخرہ پہ ناز گر کرے منعم
ہنسے حریر کو اُس کے مرا لباس خشن

کہاں ہے نعمتِ ہر دو جہاں سے مستغنی
کسی کے آگے نہ خم ہو کبھی مری گردن

شب اس قصیدے کی میں فکر میں تھا مستغرق
کہ خواب ہو گیا میری خیال کا رہزن

پلک سے لگتے ہی وہ خواب سہم گیں دیکھا
کہ روح ہو گئی تحلیل اور خشک بدن

قصور اپنا نہ آیا خیال میں اپنے
خطائے فکر پر آخر گیا ہمارا ظن

معاینہ کیا اُس دم کہ ایک مرد بزرگ
کہے ہے زیر زنخ ہاتھ رکھ کے مشفق من

نہ کچھ قصور ہے تیرا نہ فکر کا تیری
عبث ہوا ہے تو فکرِ سلیم سے بدظن

ہو گئی پر اس لیے تنبیہ خواب میں تجھ پر
نہ ہوئے تا سببِ عُجب شاعری کا فن

یہ سنتے آنکھیں جو کھل گئیں حواس سا آیا
خیال دل میں یہ گزرا اصلاح ہے احسن

کہ چھوڑ کر یہ پریشان گفتگو لاؤں
زبان خامہ پہ وصفِ شہِ زمین و زمن

سرورِ سینۂ احمد فروغِ چشمِ علی
شہنشہِ دو جہاں حضرتِ امامِ حسن

وہ ہے گلِ چمنِ حسن و خلق کیوں کے نہ ہو
حریفِ پیرہنِ یوسف اس کا پیراہن

ہے اُس کے عہد میں قیدی نہ کوئی دیوانہ
رہے ہے خانۂ زنجیر میں سدا شیون

گو اُس کے عہد میں سہو لے نام بادہ کوئی
سپردِ بادِ خزاں ہو بہار .....

دیار اُس کا ہے دل چسپ وہ دل رُبا ایسا
کہ جس کے دشت میں جیبنہ کا من .....

جہاں تک کہ ہیں وہاں نقش حسن محبوباں
شرف رکھے ہے چہ زمزم پہ اُن کا چاہِ ذقن

کروں تو کیا کروں اُس کے دیار کی تعریف
عدو کے دل میں گزرتا ہے تب خیال نبرد
خدا علیم ہے اس کو یقین جانو گے
مقابلہ اگر کرے اُس کا جو لشکرِ کفار
اگر بہ روزِ وغا آ کے سامنے ہو جائے
تو اُس کی تیغ عدو کش کی ایک ضربت میں
جناب اقدس اعلیٰ میں اُس شہِ دیں کی
ترا سحاب کرم گر نہ ہووے سایہ فگن
گر کرے اسے سیراب تیرا ابر کرم . . .
ترے کرم سے جلائے دو شمع کافوری
کیا ہے دست کرم نے ترے جہاں خالی
بالاتفاق جو کہتے ہیں سب خلا ہے محال
بیاں میں نہیں آتا ہے کچھ ترا احسان
ترے جمال سے لیوے ہے نور دیدۂ مہر
گر آستاں پہ تری جبہہ سا ہو مانگے دعا
جو ہو ترے چمن خلق کی تماشائی
تو جس ضعیف کو چاہے قوی کرے ایسا

ہما کا رکھتے ہیں رتبہ جہاں کے زاغ و زغن
کرے ہے تیغ قضا پہلے اُس کا قطع کفن
کہ جس کو فوج کا اپنے کرے وہ پیرِ زن
تو اک اشارے میں اُس کے ہوں لاکھوں بے سر تن
وہ خصمِ دیں کہ جو دس سر کا ہوئے جوں راون
دسوں سر آن پڑیں بر سرِ سمِ توسن
سُنا یہ مطلع رنگیں بہ صد زباں سوسن
نہ دیکھے روئے بہار اس جہان کا گلشن
عجب نہیں ہے کہ گلشن کا رشک ہو گلخن
جو کوئی رکھتا نہ ہووے چراغ میں روغن
رہے ہوا بھی نہ باقی کہ ہو ملا پر ظن
حکیم جتنے ہیں نزدیک اپنے ہیں گودن
جہان کا ہے وہ محسن ترا جو ہے محسن
کرے ہے مہر سے نور اقتباس جوں روزن
جوان از سرِ نو ہوا بھی یہ چرخِ کہن
نسیم صبح نہ دیکھے رخِ خطا و ختن
مقابل اُس کے ہوں گر گیو و برزو و بہمن

نہ پہنچے جنگ کی نوبت کہ لائیں رو بہ فرار — سوائے درگہ عالی نہ سوجھے کوئی مامن

بر شکستن رکھے ہے یہ شمشیر آبدار تری — نہ چار آئینہ چھوڑے نہ بکتر و جوشن

کدھر خیال گیا میرا کیا کہا میں نے — جو سر پہ کوہ کے بیٹھے تو دیکھے . . . . .

جہاں کہیں کہ صف آرا تری شجاعت ہو — مجال کیا جو کوئی سامنے ہو رو میں تن

اُسے تو قوت بازو . . . . — . . . . . چٹکی میں آتے ہی موم ہو آہن

فلک پہ بجلی کی شرمندہ اچپلاہٹ ہو — کلول کرنے لگے جس گھڑی ترا توسن

تمام جلد پہ نہ خون کی نمایاں ہو — بجا ہے گر کہوں گل گوں کو تیری رشک چمن

وہ اس طرح کا ہے جاں باز کیجیو باور — خیال میں بھی نہ آئے جو ٹک وہ دلے آسن

تری جناب کرامت مآب سے ہے امید — کہ بعد میرے کچھ ایسا سبب ہو قبلۂ من

یہ مشت خاک مری خاک ہند میں نہ رہے — اگرچہ ہے یہ مرا زاد بوم اور وطن

اُسی دیار میں پامال مردماں ہو کے — ہے جس دیار میں مولیٰ مری ترا مدفن

جو کوئی دوست ہے تیرا وہی خدا کا دوست — جو کوئی ہے ترا دشمن خدا کا ہے دشمن

ہے ایک نور محمد سے لے کے تا مہدی — دوئی کا ذکر نہیں کچھ ہیں ایک ہی تن من

محمدی نہ ہوں جو کشش کہاں عیسائی — تفاوت اس میں کیا ہے جو ٹک سر سوزن

جہاں کے باغ میں تا موج زن ہو باد صبا — صبا کے ہاتھ میں جب تک کہ گل کا ہے دامن

جو خیر خواہ ہو تیرا عزیز دل ہا ہو — رہے ذلیل وہ بدخواہ ہے جو کٹھن

یہ چرخ کہنہ تو ہے اس طرح کا صاف ضمیر — کہ مثل آئینہ ہوتا نہیں ہے عکس پذیر

کسی سے دل میں کدورت یہ کس طرح رکھے — ہوئی نہیں ہے عناصر سے اس کی کچھ تعمیر
صفا پرست ہے یہ اور صاف طینت ہے — بنایا نور سے اپنے خدا نے اس کا خمیر
خجل ہے آب گہر شرمسار آب زلال — نہیں ہے کوئی صفا پروری میں اس کا نظیر
اسے کسی سے بری ہے نہ کچھ بھلے سے... — کوئی جہان میں ہو امیر کوئی فقیر
غرض کسی کی ترقی سے نے تنزل سے — وزیر بادشہ ہو یا ہو بادشاہ وزیر

ص ۲۴۴ چودھویں شعر کے بعد

مجھ کو بیچ خریدار جو ٹھہرے کوئی — مشتری کا یہی بائع سے ہے ہر آن سوال

ص ۲۴۷ آٹھویں شعر کے بعد

زندگی بھی جیسے وہ قوت بازو دیوے — زور بازو کا ہوں اس کے میں تجھ سے کیا حال

ص ۲۴۸ سترہویں شعر کے بعد

بہر گل گشت چمن باغ میں جب جاتا ہوں — لالہ و گل کے تئیں مارے ہے نرگس چشمک

ص ۲۵۱ دوسرے شعر کے بعد

زلہ خوار اس کا عجب کیا ہے جو ہووے عالم — ہے فلک سفرہ و یہ مہر وہ ہے اس کی صحنک

ص ۲۵۴ آٹھویں شعر کے بعد شعر

ترے ہی فیض سے سرسبزہ و روئیدہ یہاں — دکھائی دیوے ہے خلقت ہر اک سرو و سمن
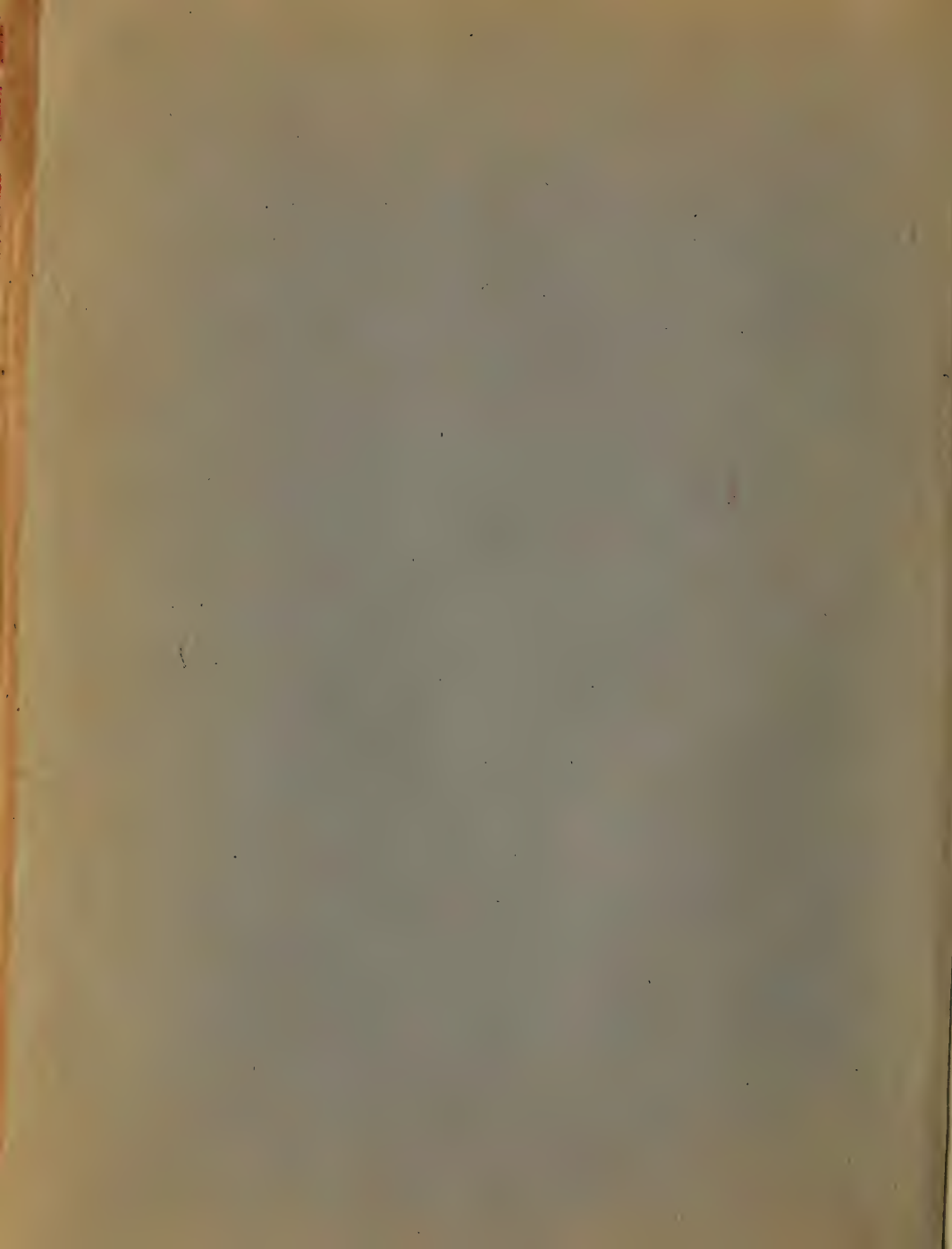
پرنٹر
محمد احمید الدین
ایف - آر - ایس - اے - لنڈن
مطبوعہ
نظامی پریس بدایوں